جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق ظاہر ہوا باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کیلئے ہے۔

یارب چو صبح صدق و صفا پیش نصیب باد ۞ ایں نامہ را کہ در دل شبہا نوشتہ ایم

یارب چو نامہ در بیاض و قرطاس گرفت ۞ افسانہائے قیصر و کسرے نوشتہ ایم

گر نامہ ہائے ہمہ راز بجلد کتاب ۞ صنع ملوک چیرہ و صنعا نوشتہ ایم

ہر کس بشاہ امیر بگرد رش میر شتاب ۞ سر حدیث بلبل و عنقا نوشتہ ایم

یارب کسے وہ ایم و بے است ایں کرما ۞ بہر صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

حرفے ز داد و دہش و ... ۞ ... نوشتہ ایم

غازیانِ ہند

(مصنفہ)

قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور حال مقیم حیدرآباد دکن مصنف تحفۃ السلطان و مناظر الرسالۃ المفید و قرأت المصطفے و باطل شکن و محمود و فردوسی و تحفہ عثمانیہ و تصحیح التاریخ و کتاب المغازی وغیرہ و مترجم عقیدۃ الطحاوی

آنانکہ بردعاوی ما حملہا کنند ۞ گر یک نظر کنند دریں نسخۂ کتاب

باور کنی کہ ہم کہ بیایند عذر خواہ

عمداً گر کنند عناد و ابا کنند ۞ در راہ جہل تعصب کند حیا کنند

ایں امر دیگر است کہ ترک سبب کنند

اطلاع قیمت ۱۲؎ علاوہ محصول ڈاک پتہ ذیل سے طلب فرمائیے قاضی ظہور الحسن ناظم مکان مولوی فضل الدین صاحب ایڈوکیٹ محلہ عابد شاپ حیدرآباد دکن۔ اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے فروخت کرنیکا ہر مسلمان کو اختیار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ہٰذا کے متعلق حضرت علامہ مولانا عبد اللہ العمادی ناظر کتب دینیہ ورکن دار الترجمہ حیدرآباد کا مکتوب گرامی خاکسار مصنف کے نام

نحمدہٗ ونستعینہٗ

جناب قاضی صاحب۔ سلام تحیت اکرام۔ آپ نے مجھ سے "غازیان ہند" پر نقد ونظر کی فرمائش کی ہے لیکن میں امتثال امر سے قاصر ہوں۔ کتاب اچھی! اہل کتاب اچھے۔ غریب قلم کاتب میں اتنی استعداد کہاں کہ شرح حریت کرسکے یا داد مغازی دیسکے۔ وہ نفس قدسی جسکا خانوادہ شریفہ مدتوں علم کا حامل اور معرفت کا ناشر رہ چکا ہو جس نے اپنی ذات کو خدمت ملت کے لئے وقف کر رکھا ہو جسے (قاضیان فی النار) کی وعید نے (قاضی فی الجنۃ) کا مصداق بنایا ہو۔ جسے ملت کا غم کھا گیا ہو۔ اور اپنا تمام سرمایہ خوشی سے جسنے اسی غم کے نذر کردیا ہو۔ اوسکی نسبت کیا کہئے اور کیونکر کہئے۔

لقد وجدت مکان القول ذا سعۃ

فان وجدت لسانا قائلاً فقل

(مجال گفتار تو بہت وسیع ہے مگر زبان گویا کہاں کہ شرح حقیقت کرسکے)۔ آپ سے عفو اور اپنے خدا سے مغفرت کا طلبگار ہوں دعا کرتا ہوں کہ ملت مرحومہ کو خدا آپکے کام کی منزلت شناسی کی توفیق بخشے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ سے اور آپ کے طفیل میں مجھ سے بھی خوشنود رہے۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عجیب تساہل

اس کتاب غازیان ہند کا مسودہ ایکسال تک مطبع معین دکن میں رہا بارے خدا خدا کرکے تصحیح کیلئے کاپیاں فقیر کو دیگئیں اور اس کتاب کا خلاصہ جو اسکول و کالج کے طلبہ کے مطالعہ کیلئے مرتب کیا گیا تھا از نام تصحیح التاریخ کئی مہینے ہوئے شائع ہوکر دست بدست فروخت ہوچکا اب اسکا دوسرا ایڈیشن زیر غور ہے بعد تصحیح کاپیاں پھر مطبع میں دیجاتی ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ کتاب ستمبر ۱۹۳۱ء تک شائع ہوجائیگی۔

فقیر ناظم

یکم جولائی ۳۱ء

فہرست مضامین

انتساب

فقیر نہایت صدق و اخلاص سے اپنی اس ناچیز تصنیف کو
فخرِ قوم عالیجناب مولوی سیّد خورشید علی صاحب دام اقبالہٗ
ناظم دیوانی محکمۂ فینانس حیدرآباد و سکریٹری ایجوکیشنل کانفرنس دکن کے
نامِ نامی و اسمِ گرامی سے معنون کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہے فقط

خاکسار

ناظم

جولائی ۱۹۳۱ء

اَلحمدُ للہِ الّذی ھو الملکُ و السّلطان و الصّلوۃ و السّلام علی رسولہ محمّد خاتم الانبیاء صاحب السّیف و البرھان و علی آلہ و اصحابہ قامع الظّلم و الطغیان برحمتک یا رحیم یا رحمٰن ؀

اِلتماس

عرصۂ دراز سے آریوں نے اسلام کے خلاف طوفان اٹھا رکھا ہے اور اگرچہ اُن کو اپنی سعی میں کما حقّہٗ کامیابی نہیں ہوئی لیکن وہ اپنی ان تھک کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے جھوٹے موٹے اعتراض گھڑ گھڑ کر اُن کو بار بار مختلف صورتوں سے شایع کرتے ہیں۔ ناواقف و کم علم مخلوق کو بہکانے کا مستقل سلسلہ قایم کر رکھا ہے۔ قابلِ داد یہ بات ہے کہ باوجود پے در پے ناکامیوں اور شکستوں کے ہمت نہیں ہارتے۔ بے اندازہ روپیہ ذاتی محنت کے علاوہ اس پر خرچ کرتے ہیں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ تبلیغی امور کو امرِ زائد سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑا اُن کا اعتراض اور لوگوں کو بہکانے کا ذریعہ مسئلہ جہاد ہے کہ اُس کو غلط سلط بیان کرکے کم خواندہ۔ ناواقف۔ ناخواندہ۔ جاہل لوگوں کے ذہن نشین کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت جبر و زبردستی سے ہوئی۔ اس ہی میں سلطان محمود غزنوی وغیرہ کے مظالم کی داستانیں شامل کرکے بڑے طول فضول کے ساتھ نہایت شد و مد سے اس مطلب کو بیان کرتے ہیں۔ ہمیشہ ٹریکٹ مضامین شایع کرتے رہتے ہیں۔ حضرات علمائے کرام نے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے رسائل و کتب تصنیف فرمائے اور ایسے دندان شکن جواب دئے کہ معترض دم بخود ہو گئے۔ مگر ہٹ دھرمی سے وہی بے سرا

ترانہ پھر الاپنے لگے۔ فقیر نے سنہ ۱۳۴۶ھ میں ایک رسالہ باطل شکن المعروف جہاد اسلام تالیف کیا۔ رسالہ مذکور کی خصوصیات یہ تھیں کہ پہلے باب میں اشاعت اسلام کا راز۔ جبر و اسلام۔ اسلام کا طریق تبلیغ۔ آغاز اسلام کی کیفیت۔ رسول مقبول و قرآن مجید کے متعلق محققین کے اقوال۔ اسلام کی رواداری۔ جہاد اور اس کے احکام و اقسام کا بیان ہے۔ باب دوم میں جن جن قوموں سے عہد اسلام یعنی عہد جناب رسالتمآب و خلفاء راشدین میں لڑائیاں ہوئیں۔ اون کے وجوہات لکھے۔ جزیہ غلامی۔ لوٹ۔ بت شکنی پر بحث ہے۔ باب سوم میں عہد اسلام کی ہر لڑائی کے علیحدہ علیحدہ وجوہات لکھے گئے۔ اس باب میں یہ خصوصیت ہے کہ رسول کریم کے عہد مبارک کے تمام مہمات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اور ہر مہم کے جس قدر نام ہیں سب لکھ دئے گئے ہیں باب چہارم میں عیسائی۔ یہودی۔ بودھ۔ زرتشی۔ ہندو تمام مذاہب باطلہ کے جنگی احکام و عمل غلامی۔ و لوٹ و جزیہ و جبر و اشاعت مذہب کی کیفیت مرقوم ہے۔ یہ باب ایسا ہے کہ ان مضامین پر آج تک کسی مصنف نے قلم نہیں اٹھایا۔ رسالۂ مذکور کے دیباچہ میں میں نے معترض کو یہ بتلا دیا تھا کہ تمہارا طرز بحث ناقص ہے تم مذہبی مسائل کے ساتھ سلاطین کے واقعات کو ملا کر خلط مبحث کرتے ہو تاکہ عوام کو حق و باطل کا امتیاز مشکل ہو جائے میں اس رسالہ (باطل شکن) میں صرف عہد اسلام کے متعلق بحث کروں گا۔ اور ان مقدس بزرگ سلاطین (جن کے مظالم کی فرضی داستانیں گھڑ کر تم لوگوں کو بہکاتے ہو۔) کے اعتراضات کے متعلق جداگانہ رسالہ غازیان ہند تالیف کرونگا۔ اس موقع پر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں تیس برس سے اس خدمت میں مشغول ہوں۔ اور مجھ کو اس میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ میری تالیفات کو علماء کرام نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے مضامین کو مؤقر اخبارات و رسائل نے خصوصیت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ میرے کسی رسالہ کے جواب میں کوئی مخالف دم نہیں مار سکا۔ میں نے اپنی تالیفات میں ہمیشہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ منطقی دلائل نہ ہوں۔ مسلمان مورخین مصنفین کے اقوال نہ ہوں ہمیشہ غیر مسلم اہل قلم کے اقوال پیش کئے ہیں کیونکہ مجھ کو خوب تجربہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ میری حد مقابل جماعت معقول پسند نہیں ہے۔ رسالۂ باطل شکن تالیف کر کے میں نے الاماں بک ایجنسی دہلی کو بلا کسی معاوضہ و شرط کے دیدیا تھا۔ کیونکہ میرا مقصود ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ یہ تبلیغی مضامین ارزاں قیمت پر ہر مسلم و غیر مسلم کے ہاتھ میں پہنچ جائیں۔ میں خدائے ذوالجلال کا شکر کرتا ہوں کہ میرے رسالہ باطل شکن کو علمائے کرام نے بہت پسند کیا۔ اور اپنے تقاریظ میں اس کی کافی تعریف کی۔

اس رسالۂ غازیان ہند میں بھی میں نے یہ التزام کیا ہے کہ غیر مسلموں کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ اور سردار محمد قاسم۔ سلطان سبکتگین۔ سلطان محمود غزنوی۔ سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر۔ سلطان حیدر علی۔ سلطان ٹیپو۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین پر جس قدر اعتراضات ہیں سب کے جوابات بالتفصیل باب اوّل میں دے ہیں۔ باب دوم میں سکھوں کی تاریخ۔ اور اون کے متعلق اعتراض کا جواب ہے۔ باب سوم میں جزیہ غلامی۔ وغیرہ وغیرہ پر متفرق مضامین ہیں۔ چونکہ ان مضامین پر میں باطل شکن میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ اس لیے اس رسالہ میں مختصر طور پر حسب ضرورت لکھا گیا ہے۔ باب چہارم میں میں نے بجنسہٖ وہ مضامین نقل کر دیے ہیں جو ہندو مضمون نگاروں کے مختلف اخبارات میں شائع ہوئے تھے اور جن کو میں نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ مصنفین اور اہل سیر کو بخوبی اسکا اندازہ ہوگا کہ مجھ کو کیسی کیسی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور کس قدر جانکاہی کے بعد یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ مجھ کو اپنی کم مایگی کا خود اعتراف ہے لہٰذا صاحبان علم سے اصلاح اغلاط و پردہ پوشی کی توقع رکھتا ہوں۔ رسالۂ باطل شکن میں میں نے ایک موقع پر یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں ایک رسالہ غزوات السلاطین لکھونگا۔ جسکا یہ مقصد ہوگا کہ روئے زمین پر غیر مسلم قوموں سے جس قدر مسلمان سلاطین نے لڑائیاں لڑی ہیں اوس میں سلاطین اسلام حق بجانب تھے مجھے اپنے اس وعدہ کا بے حد خیال ہے اور خدائے ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جلد اس وعدے سے مجھ کو سبکدوش کرا دے باطل شکن کے شائع ہونے کے بعد کثرت سے خطوط علماء کرام اور شائقین کے غازیان ہند اور غزوات السلاطین کے جلد از جلد شائع کرنے کے تقاضہ میں میرے پاس آئے لیکن میں اپنی پریشان حالی کی وجہ سے نہ اُن حضرات کو کوئی قطعی جواب دے سکا اور نہ رسالہ ترتیب کرکے پیش کر سکا۔ مگر اس کی تحریر و تکمیل کا سلسلہ جاری رکھا ؎

میں گرچہ تھا رہین ستم ہائے روزگار + لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

خدا جزائے خیر دے میرے محترم دوست امیر باذل عالیجناب مولانا الحاج فیض الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایڈوکیٹ حیدرآباد کو جن کے سایۂ عاطفت میں بیٹھ کر فقیر نے اس اہم دینی خدمت کو انجام دیا ہے۔ فقیر نے یہ رسالہ کسی کی دل آزاری یا توہین کے خیال سے نہیں لکھا ہے اس سے مقصود صرف احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔

خاکسار
ناظم
مئی سنہ ۳۰ء

سردار محمد بن قاسم پر متعصبین چار اعتراض کرتے ہیں۔ (۱) ہندوستان پر خواہ مخواہ فوج کشی کی۔ (۲) ہندوؤں پر ظلم کیے۔ (۳) مندر منہدم کیے۔ (۴) ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔

واقعات

راجہ سراندیپ نے خلیفہ ولید کیلئے کچھ تحایف روانہ کئے انہیں جہازوں میں کچھ مسلمان مرد عورت۔ بوڑھے بچے۔ بارادہ حج سوار ہو گئے یہ جہاز بھٹک کر ساحل دیبل (کراچی) پر جا پہونچے گورنر دیبل نے اُن جہازوں کو لوٹ لیا اور مسافروں کو قید کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حجاج بن یوسف گورنر عراق و حجاز کو ہوئی تو اُسنے اپنے ماتحت محمد ہارون حاکم مکران کو لکھا کہ راجہ داہر سے اس کا سبب دریافت کرے کہ بلاوجہ جہاز کیوں لُوٹے گئے۔ عورت مرد بچے بے قصور کیوں قید کیے گئے۔ محمد ہاروں کے استفسار پر راجہ داہر نے جواب نا صواب دیا اس پر حجاج نے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے بسرکردگی بدیل تین ہزار لشکر روانہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں سردار لشکر اسلام شہید ہوا اس کی جگہ

حجاجؒ نے اپنے برادر عمزاد اور داماد محمد بن قاسم کو جس کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر اور اس کے مددگاروں کو شکست دی۔ کون انصاف پسند ہے جو اس امر کو ناواجب قرار دیگا۔

شہادتیں

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں جبکہ عربوں کا جہاز سندھ کی بندرگاہ میں لوٹا گیا تو تاوان لینے کی غرض سے ایک نوجوان سردار نے جسکا نام محمد قاسم تھا ۷۱۲ء میں سندھ پر فوج کشی کی (تاریخ ہند) لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں ۷۱۲ء میں سندھ کے راجہ نے اہل عرب کے کچھ جہاز لوٹ جس پر محمد قاسم نے خفا ہوکر فوج روانہ کی۔ (تاریخ ہند حصۂ دوم)

محمد بن قاسم کی ہندو نوازی

پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے مندر وغیرہ نہیں توڑے (تاریخ ہند) دوسرے مقامات کیطرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام کو کبھی مذہبی جبر نہیں کیا گیا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں کے سوشل اور مذہبی رسومات و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی مسلمانوں کو تھی۔ ہندوؤں کے سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اون کے ایما پر اونکی ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کیلئے تمام دفاتر کھول دیے گئے تھے برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا اور قاسم نے وزارت کا عہدہ اپنے وقت کے مشہور ہندو فلاسفر کاکا کو عطا کیا تھا (مسٹر چنی لال ایم اے) برہمن آباد (اس کے دو نام اور تھے بمبرا کا محل اور دیورانی چوگھاٹ) جب اہل عرب قابض ہوئے تو ہندوؤں کو مندروں کی مرمت کرنیکی اجازت دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اوّل) وکابن بسایا جب گرفتار ہوکر محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوا تو اس کی بڑی عزت کی اور اسکو جاگیر مع ایک لاکھ درم نقد و خلعت عطا کیا۔ سی ساگر وزیر راجہ داہر جب آیا تو اسکی بھی بڑی عزت کی۔ اور اوسکو مشیر مقرر کیا۔ بنویہ لبیر دھارن کو دلیلہ کا راج عطا کیا۔ برہمن آباد کا علاقہ وہیں کے ہندو رئیسوں پر تقسیم کر دیا راجہ داہر کے چچا زاد بھائی کو انعام و اکرام اور معزز عہدہ دیا۔ (واقعات

ہند منشی تلسی رام) پس اکابر و مقدمان براہمہ را فرمود کہ معبود خود را عبادت کنند و فقرائے برہمناں را باحسان و بعہد تیمار دارند و اعیاد و مراسم خود بشرائط آبا و اجداد قیام نمایند و صدقات کہ بیش ازیں در حق براہمی دادند برقرار قدیم بدہند (تاریخ سندھ مصنفہ علی بن حامد) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں دیبل پر ایک بیڑا دن جہازوں کا پہنچا جس میں سراندیپ کے حاجی سوار تھے اور اسمیں خلیفہ کیلئے تحفے بار تھے اون جہازوں کو راجہ کے گورنر والئی دیبل نے لٹوالیا۔ اسپر برہم ہوکر خلیفہ نے محمد قاسم کو فوج کشی کا حکم دیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندروں کی مرمت کرائی اور برہمنوں کو معزز عہدے دئے یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لاڈی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیرج کے ہندؤں اور بودھوں نے اوس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)* اس قسم کے الزامات کا ماخذ اکثر انگریزوں کی تالیفات ہیں جو سیاسی مصلحتوں کے زیر اثر تالیف کی جاتی ہیں۔ سرجان کئی لکھتا ہے "ہم لوگوں کا یہ عام طریقہ ہے کہ پہلے کسی دیسی حکمران کی سلطنت پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اس معزول بادشاہ یا اوس کے جانشین کو بدنام کرتے ہیں (ہسٹری آف دی سپائی وار جلد دوم)۔ غرض غیر قوموں کے سلاطین کو بدنام کرنا انگریزی مؤرخین کا اکثر طریقہ کار ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اسکے بہت شکر گزار ہوئے۔ اور گاؤں گاؤں اُسکی تعریفیں کرتے پھرے (چچ نامہ الیٹ)

سلطان سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ

سبکتگین پر دو اعتراض ہیں۔ (۱) راجہ جے پال پر چڑھائی کی۔ (۲) سبکتگین غلام تھا

واقعات

تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔ جس کے عقائد اسلام کی خلاف اور اُن کے اعمال انارکسٹانہ تھے وہ فریب و دغا اور جس طرح سے بھی ممکن ہوتا علماء و ائمہ و سلاطین اسلام کو قتل و شہید کرتے تھے۔ اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا اُن کا خاص مقصد تھا اس فرقہ کا زور سبکتگین اور محمود کے عہد میں بہت تھا یہ قرامطہ کہلاتے تھے یہ جس ملک میں جاتے وہاں کے باشندوں کو عقائد میں اپنے عقائد ملا کر اونکو اپنا ہم خیال و ہمدرد بنا کر اون سے تحریب اسلام

* ترجمہ فتوح البلدان بلاذری

یں مدد لے تھے اس فرقہ کی ایک جماعت سنہ ۳۶۵ھ میں اوشکی و مکران کے راستہ سے ہندوستان میں
داخل ہوئی اور ہندوؤں سے اسقدر میل جول بڑھایا کہ ہندو ان کے ہمدرد و مخلص دوست بنگئے
میں اوّل انہوں نے یہ کام کیا کہ سندھ کی اسلامی ریاست منصورہ (جس کو عمرو بن سردار محمد بن قاسم
نے جو رانی لاڈی بیوہ راجہ داہر کے بطن سے تھا سنہ ۱۱۹ھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر آباد و قائم
کیا تھا۔ اور وہاں سنہ ۲۶۵ھ میں بنو سامہ کی جو ایک قریشی قبیلہ تھا حکومت تھی) پر ہندو راجاؤں کو
ابھار کر چڑھا دیا۔ اس طرح منصورہ کا خاتمہ کرکے اس کا علاقہ ہندو رئیسوں میں تقسیم کر دیا زیادہ حصہ
راجہ جے پال نے پایا۔ پھر راجہ جیپال اور بھاٹنہ کے راجہ سے ایک سرحدی سردار حمید خان (جو قرمطی
المذہب تھا) کو مدد دلا کر ملتان کی اسلامی ریاست کو زیر و زبر کیا (محمود کے عہد میں اسی حمید خان کا
پوتا ابوالفتح داؤد ملتان پر حکمران تھا)۔ اس کے بعد قرامطہ نے راجہ جیپال کو ابھارا اور وہ بامداد چند
راجگان سلطان سبکتگین پر حملہ آور ہوا۔ سلطان اسوقت دیلمیوں کے ساتھ طوس میں مصروف پیکار
تھا کہ جیپال نے حملہ کر دیا۔ اور سینکڑوں میل حدود سلطانی میں ملک کو روندتا ہوا چلا گیا غزنی دارالخلافہ
کے قریب پہنچنے والا تھا کہ سلطان کو خبر پہنچی کہ راجہ جیپال تین لاکھ فوج لیکر چڑھ آیا۔ سلطان نے
وہاں سے لوٹ کر ساٹھ ہزار لشکر لیکر شہر غزنی کے متصل جانب جنوب جیپال کا مقابلہ کرکے شکست دی
جیپال گرفتار ہوا۔ خراج گزاری کا وعدہ کرکے رہائی حاصل کی۔ سلطان نے اپنے چند معتمد آدمی وصول زر
کے لئے ساتھ کر دیئے۔ راجہ نے لاہور پہنچ کر سلطان کے آدمیوں کو قید کر لیا اس وعدہ خلافی و جسارت
پر برہم ہوکر سلطان نے جیپال پر فوج کشی کی تمام راجگان ہند نے جیپال کی مدد کی مگر شکست کھائی
اور جیپال پھر گرفتار ہوکر سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ اور بہت گڑگڑا کر معافی چاہی رحیم و
کریم سلطان نے پھر معاف کر دیا۔

شہادتیں

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک فرقہ پیدا ہوا جو انارکسٹانہ عقائد رکھتا تھا اونکو قرامطہ
کہتے تھے یہ لوگ اسلام و اہل اسلام و سلاطین کے جانی دشمن تھے۔ اس فرقہ والوں نے اول
ہندوستان میں آکر سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بامداد بعض راجگان ہند
نیست کیا۔ اور اسکا ملک راجوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست (جو ملتان
میں تھی) کو بسازش راجہ جیپال زیر و زبر کیا۔ اس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا قرامطہ

اوس کے خلاف سازش کرتے تھے وہ قرامطہ کی سزا دہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے جے پال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرا دیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ پنجاب کی سرحد پر پہلی لڑائی جو ہندو مسلمانوں میں ہوئی اس میں چھیڑ ہندوؤں کی طرف سے ہوئی تھی (تاریخ ہند) لالہ سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی لکھتے ہیں راجہ جیپال با بسیاری لشکر و فیلان صفدر بر سر غزنی رفت۔ سلطان بدریافت ایں خبر با لشکر بسیار و مبارزان جرار در حدود ولایت خویش رسیدہ آمادہ پیکار گردید۔ (خلاصۃ التواریخ) جب راجہ جیپال گرفتار ہوا تو سبکتگین سے معاہدہ کیا کہ تاوان جنگ اور خراج ادا کریگا سبکتگین نے راجہ کو چھوڑ دیا۔ لیکن راجہ نے لاہور پہنچ کر وعدہ خلافی کی اور بادشاہ کے آدمی جو تاوان جنگ لینے آئے تھے قید کر لئے اسپر جھنجلا کر بادشاہ نے حملہ کیا بہت سے راجوں نے جیپال کا ساتھ دیا پر شکست پائی اور راجہ پھر گرفتار ہو کر پشیمان ہوا۔ اور سلطان سے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کر دیا۔ سلطان کا مقصد ملک گیری تھا اس لئے وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کی کوئی خدمت نہ کر سکا (واقعات ہند تلسی رام) پس از رسیدن مسکن خود از قرار برگشتہ کسان سلطان را کہ برائے سپردن فیل و مال ہمراہ آوردہ بعد مبادلہ مردم خود کہ نزد سلطان گذاشتہ آمد گرد بندی کرد۔ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) راجہ نے شکست کھا کر اسنے خراج دینا قبول کیا جب وہاں سے چھوٹ کر لاہور آیا تو اس نے بادشاہ کو وہ خراج نہیں بھیجا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) راجہ جیپال نے لشکر کشی کے غزنی کیطرف ارادہ کیا۔ سلطان یہ خبر سن کر اپنی ولایت کی حدود پر پہنچکر تیار جنگ ہوا اور دونوں طرف جنگ باہم اکثر مرتبہ ہوا بہت سے مارے گئے۔ راجہ مغلوب ہو کر صلح کی درمیش آیا اور قرار ملا کچھ نقد کا اور پچاس ہاتھیوں کا کر کے ملازمان بادشاہ کو ساتھ لیکر اپنے مسکن کو آیا اور وہاں پہنچ کر اس قرار سے برخلاف ہو کر ملازمان بادشاہ کو مقید کر لیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد صـ ۸۱)

سبکتگین کا حسب و نسب

صاحب تاج کے لئے نجیب الطرفین ہونا ضروری نہیں اگر یورپ اور ہندوستان کی تاریخ دیکھو کر وہاں کے صاحبان تخت کی جانچ کیجائے تو ایک لمبی فہرست ایسی تیار ہو سکتی ہے کہ جنکے تفصیلی حالات لکھنے میں ایک مہذب قلم کو ضرور تامل ہوگا۔ ہندو صاحبان تاج و تخت بھی کم ذات یعنی شودر گذرے ہیں لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں اوسکی (راجہ چندر گپت) کی ماں ایک نیچ ذات کی عورت تھی

(تاریخ ہند صفحہ ۱۹۴) آخری بادشاہ نند دوسری پیڑی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے (تاریخ ہند صفحہ ۱۹۵) اوسکی (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھرتری پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۴۷) ایشونت رائے ہلکر یہ توکوجی راؤ ہلکر کا داشتہ زادہ تھا توکوجی کے انتقال کے بعد ۱۷۹۷ء میں تخت نشین ہوا (مرہٹوں کا تمدن مصنفہ مانک راؤ وٹھل راؤ)۔

سبکتگین یزدجرد شہنشاہ ایران کی نسل سے تھا۔ اس کا نسب نامہ تاریخ فرشتہ میں اسطرح مذکور ہے۔ سبکتگین بن قرمحکم بن قرارسلان بن قراملت بن قرالمغان بن فیروز بن یزدجرد) کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں کہ سبکتگین کہ بشش واسطہ سلسلہ او بہ یزدجرد می رسد (گلستان ہند دفتر دوم صفحہ ۴) سبکتگین اصل میں ایک شہزادہ ایران کا تھا (ہسٹری آف انڈیا جارج این کننگ)

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان محمود پر چھے اعتراض ہیں (۱) راجہ جے پال پر حملہ کیا۔ (۲) ہندوؤں کو قتل کیا (۳) ہندوؤں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا۔ (۴) ہندوؤں کو جبراً مسلمان کیا۔ (۵) مندر منہدم کئے۔ (۶) فردوسی کے ساتھ خلاف وعدہ کیا۔

واقعات

سبکتگین کے انتقال پر اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ جیپال نے موقع غنیمت سمجھ کر ڈیڑھ لاکھ فوج اور تین سو ہاتھیوں سے حملہ کر دیا۔ سلطان محمود نے دو ہزار سپاہ سے مقابلہ کیا اور شکست دیکر جے پال کو گرفتار کر لیا۔ راجہ نے معافی چاہی۔ شیردل باپ کے شیردل بیٹے نے معاف کر دیا۔ لاہور پہنچکر غیرت کے مارے جے پال آگ میں جل مرا اور اس کا بیٹا انند پال گدی نشین ہوا۔ جو بظاہر کچھ عرصہ تک خراج گذار رہا۔ لیکن خفیہ جنگی طیاریوں میں مصروف رہا۔ آخر ۱۰۰۳ء میں بامداد چندرا جگان حدود سلطانی پر حملہ آور ہوا۔ سلطان نے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ انند پال نے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کر دیا۔ لاہور آکر پھر سازشوں میں مصروف ہو گیا۔ اور پھر سلطان سے لڑا اور شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے

اس کے بیٹے جے پال ثانی کو تخت نشین کر دیا۔

شہادتیں

سبکتگین کے مرنے پر محمود اور اس کے بھائی میں جنگ ہوئی۔ راجہ جے پال نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور محمود پر چڑھائی کی۔ محمود بھائی کو شکست دیکر راجہ سے جنگ آزما ہوا۔ راجہ شکست کھا کر گرفتار ہوا اور معافی کا خواستگار رہوا۔ محمود نے معاف کر دیا۔ راجہ لاہور آکر چتا میں جلگیا۔ اوس کے بعد انندپال اوسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ انندپال نے سلطان پر چڑھائی کی پر شکست کھائی۔ پھر ابوالفتح قرمطی کی حمایت میں لڑکر شکست اٹھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے اس کا راج اس کے بیٹے پر بحال کیا۔ واقعات ہند تلسی رام) ۔ ملتان میں داؤد بن نصر رئیس ملاحدہ حکومت رکھتا تھا سلطان نے عزیمت کر کے راہ تا اونت سے ارادہ کیا وہاں کا حاکم خبردار نہ ہوا۔ راجہ انندپال بیٹا جیپال کا سر راہ تھا حائل ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوئی راجہ تاب نہ لاکر کوہستان کشمیر میں چلا گیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۸۲) اس لڑائی کے بعد محمود نے اُن سرحدی قبائل کو سزائیں دیں جنکو راجہ جیپال نے سازش کرکے پہلے سے اپنا شریک بنالیا تھا (واقعات ہند تلسی رام) ۱۰۰۵ء میں محمود کا تیسرا حملہ ابوالفتح حاکم ملتان پر ہوا انندپال اسکی حمایت میں بادشاہ سے لڑا لیکن آخر کو شکست کھا کر کشمیر کو بھاگ گیا (تاریخ ہند اجودھیا پرشاد) محمود نے سوائے لڑائی یا محاصرے کے کبھی کسی ہندو کا خون نہیں بہایا (تاریخ ہند الفنسٹن) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جسطرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندوؤں کو اسلئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اُسنے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ محمود زردوست تھا۔ ملک گیری اسکا مقصد تھا نہ کہ اشاعت اسلام (واقعات ہند تلسی رام)

سلطان محمود کی ہندو نوازی

جیپال انندپال جیسے خطرناک دشمنوں کو بار بار معافی دی۔ انندپال کے بعد تخت لاہور محمود کی مرضی پر تھا جو اس کریم النفس سلطان نے اسکے آباؤ اجداد کی بدعہدیوں بیوفائیوں کو بھلا کر جیپال کے پوتے کے سپرد کیا۔ راجہ نندا والئی کالنجر گرفتار ہوکر آیا اسنے معافی چاہی۔ اوسکو معاف کیا۔ اور چند قلعے

بطور جاگیر دے سومنات کی ریاست راجہ دابشلیم کو عطا کی۔ کنور رائے کو تخت قنوج بخشا۔ راجہ تلک کو اپنی فوج کا جنرل بنایا امیر الامرا خطاب عطا کیا۔ راجہ سیوندر رائے کو مشیر خاص بنایا۔ راجہ بیربال کو اپنے بیٹے امیر مسعود کا سکرٹری بنایا (ماخوذ از طبقات اکبری۔ جامع التواریخ۔ واقعات ہند) راجہ نندا کے متعلق لالہ سبحان رائے لکھتے ہیں منشور حکومت پانزدہ قلعہ ضمیمہ کالنجر نمودہ باتحف دیگر مرحمت فرمودہ (خلاصۃ التواریخ) ایک فوج خالص ہندوؤں کی بنائے۔ (ملوک ہند اطاعت و خراج قبول ساختہ دہ ہزار سوار ملازم سلطانی گردانیدند۔ (جامع التواریخ) وکامل ابن اثیر۔

محمود کے متعلق رائیں

محمود اپنی رعایا کے آرام کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ اگر اس کے سپاہی یا افسر کوئی بے جا کام کرتے تھے تو انکو سخت سزا دیتا تھا (دلیران تاریخ ہند ایشوری پرشاد) محمود اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور تکلیف نہ دیتا تھا۔ (دلیران تاریخ ہند) محمود نے کئی راجوں کو ملک بخشی کی۔ اور ہندوؤں کو عہدے دے (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال) لالہ مکندی لال بی۔ اے اکسن ایم۔ ایل۔ سی ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں "محمود وسطی زمانہ کا سب سے بڑا فاتح اور بہادر ہے اور ہندوستان پر اسکی چڑھائی دنیا کے لئے بے حد مفید ہوئی۔ محمود کے ساتھ لاثانی فاضل البیرونی آیا۔ اسنے ہندوؤں کی تہذیب انکے شاستروں اور علم الٰہیات کا ایسی عمدگی سے مطالعہ کیا کہ آج تک کسی غیر ملکی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ اسنے ہندوستان کی تواریخ کے لئے ستر اور دیگر علوم کے بارہ میں پینتیس کتابیں عربی میں لکھیں۔ البیرونی کی کتاب الہند شہرۂ آفاق کتاب ہے ہمارے لئے ہندوستان پر اسلامی حملوں کے ثمرات میں یہ سب سے بہتر پھل ہے (رسالہ سرسوتی الٰہ آباد سے یہ مضمون اخبار الخلیل میرٹھ نے جولائی ۱۹۲۳ء میں ترجمہ کیا" رعیت پروری و دادگستری عالم را رونق بخشید بعدالت ورزی و انصاف شروع ہی ستم گاراں رابہ سزا و ستم دیدگاں را بمدعا میرسانید ہے وبخطاپوشی وعطاپاشی مجرماں را نوید بخشش میداد و از سخاوت و زربخشی مفلساں را توانگر می ساخت (خلاصۃ التواریخ)۔

نمبر (۴ و ۵) کے جوابات باب سوم میں لکھے جائیں گے (۴۵) کے متعلق خاکسار نے ایک مستقل رسالہ موسوم محمود اور فردوسی تالیف کر کے شایع کرا دیا۔ اوسکو مطالعہ فرمادیں۔ اس میں نہایت تفصیل ہے

ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ اعتراض سراسر اتہام ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان شہاب الدین پر ہندوستان پر حملہ کرنے اور ہندوؤں سے تعصب کا برتاؤ کرنے کا اعتراض ہے۔

واقعات

سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ ہندوؤں پر نہیں کیا بلکہ غزنوی شاہزادہ پر جو اپنی مملکت ہند میں آکر مقیم ہوا تھا۔ ہاں جن ہندوؤں نے غزنوی بادشاہ کا ساتھ دیا یا سلطان سے سرحدی تنازعہ کیا اُن سے سلطان نبرد آزما ہوا۔ راجگان ہند نے ہر جنگ میں سلاطین غزنی کا ساتھ دیا۔ چنانچہ علاء الدین غوری اور بہرام غزنوی کی جب جنگ ہوئی تو بہت سے راجے بہرام کے لشکر میں شریک تھے۔ بہرام کو شکست دیکر علاء الدین نے ایک فخریہ نظم لکھی۔ اُس میں راجگانِ ہند کا بھی تذکرہ ہے ؎ پشتیٔ خصم گرچہ ہمہ رائے ورانا بود ٭ کردم بگرز خورد سر رائے ورانا را ٭

شہادتیں

اس کی یورشیں فاتحانہ تھیں۔ اس کا مقصود ممالک کا فتح کرنا تھا اس لئے وہ اکثر غیروں کی تالیفِ قلوب پر مائل رہتا تھا۔ مذہب میں مداخلت کرنے سے محترز رہتا تھا۔ اس نے سب سے پہلے غزنی کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ پھر ہندوستان پر جو غزنی کا صوبہ تھا اور غزنوی شاہزادہ یہاں آکر پناہ گزین ہوا تھا حملہ کیا۔ راجوں نے شاہ غزنی کا ساتھ دیا۔ اور فتحیاب ہونے پر بھی وہ شاہ غوری کے تسلط میں حائل رہے۔ لیکن بعض بڑے درجہ کے ہندو اس کے بھی مشیر و شریک حال ہو گئے تھے۔ (واقعاتِ ہند تکلسی رام) لاہور را نیز از دست خسرو بن ملک بن خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی

برآوردہ (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل) محمد غوری کو مثل محمود غزنوی کے ایک دیندار سورما نہیں بلکہ ایک ایسا عقلمند سمجھنا چاہیے جس کو ملک تسخیر کرنا منظور تھا۔ بنا بریں ان کی مہموں میں اسکی نظر مندروں کے لوٹنے پر نہیں بلکہ صوبہ جات کے حاصل کرنے پر تھی (تاریخ ہند حصہ دوم ہنٹر صاحب) محمد غوری نے پرتھی راج کے ایک رشتہ دار کو اجمیر کی ریاست بخشی (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) اجمیر را بہ گولہ پسر پتھورا تفویض نمود (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

سُلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ

سُلطان عالمگیر پر یہ نو اعتراض ہیں :۔ ۱ باپ کو معزول و قید کیا ۲ بھائیوں کو قتل کیا۔ ۳ ہندوؤں سے تعصب رکھتا تھا عہدے نہ دیتا تھا۔ ۴ ہندوؤں پر جزیہ قائم کیا تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمان ہو جائیں ۔ ۵ ہندوؤں کے میلے مدرسے بند کئے۔ ۶ مہاراجہ جسونت سنگھ اور سیواجی کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا۔ ۷ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ۸ مندر منہدم کئے ۔ ۹ سکھوں پر ظلم کیا۔

جوابات

(۱) داراشکوہ نے شاہجہان کو بے اختیار کیا۔ عالمگیر نے داراشکوہ سے تخت حاصل کیا اس لئے شاہجہان کا واسطہ درمیان میں نہ رہا۔ جب شاہجہاں بیمار ہوا تو دارا نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر خود مختارانہ عمل شروع کیا۔ اور تمام امورات کے اخفاء میں اسقدر سعی کی کہ ڈاک وراستے بند کر دیے اور از راہِ فریب شاہجہاں کی دستخط اپنے قلم سے کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر جو اس ہنگامہ کے وقت موجود تھا اور دارا کا دوست تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ان دنوں شاہجہاں کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد اور تکالیف امراض کے وہ حقیقتاً دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (سفرنامہ جلد اوّل) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے

اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آن طرف (دارا) استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور
حضور اقدس (شاہجہاں) بہ قبضۂ اختیار خود آورد (فیاض القوانین) ایک دوسرے خط میں لکھتا
ہے اینقدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ (شاہجہان) را مطلق اختیارے نماندہ است و آنحضرت
را ملحد (دارا) بہ صید خویش آوردہ است (فیاض القوانین) شاہجہان دارا کے ہاتھ میں اسقدر
مجبور تھا کہ آگرہ کی آب و ہوا اس کو موافق نہ تھی اس لئے وہ حالت مرض میں آگرہ نہ آنا چاہتا تھا
مگر دارا شکوہ اسکو لایا۔ اور جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا قصد کیا تو شاہجہاں نے روکا اور کہا
کہ میں خود جا کر اس معاملہ کو طے کرتا ہوں مگر دارا نہ مانا (ملخص ترجمہ خافی خان) اور بادشاہ کو
تکلیف معاودت اکبر آباد کی دیا (دارا نے) (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۲۱) لالہ سدا سکھ لال لکھتے
ہیں جب شاہجہان بہت بیمار ہوا تب بڑے بیٹے دارا نے کہ مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا
عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ (تاریخ ہند) دارا شکوہ نے بہتیرا چاہا کہ خبر نہ پھیلے ڈاک بند کر دی
مسافروں کو چلنے سے روکا (آئینۂ تاریخ نما شیو پرشاد) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے ملحد (دارا)
خود تقلید خط اقدس (شاہجہاں) را بمرتبۂ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط می کند (فیاض القوانین)
بادشاہ مغلوب مرض ہوئے اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے
اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر رکھا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۲۲) بادشاہزادہ
محمد دارا شکوہ در قبضۂ اختیار خود گرفتہ بنا بر مصلحت راہ وصول اخبار باکناف اقطار مسدود کردہ
و مردم خود تعین کردہ خطوط وکلائے بادشاہزادہ ہا و امرا و مردم دیگر از مسالک و شوارع میگرفت
و بعضے وکلا را در قید نگاہداشت (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد
میدانست زمام اختیار سلطنت بقبضۂ خود آورد و باقتضائے رائے سست بنا بر وفق خواہش
خویش در جمیع کارہا عمل می نمود از فکر ہائے ناقص وصول خبرہا باکناف و حدود مسدود ساخت و
وکلائے دربار را منع نوشتن حقائق نمود (لب لباب تاریخ ہند مصنفہ رائے بندرابن مرقومہ سنہ ۱۱۰۱ھ
موجودہ کتب خانۂ حیدرآباد) دارا شکوہ پسر کلاں بار سلطنت بر دوش گرفتہ رتق و فتق مہمات سلطنت
گردید و حضرت شاہنشاہی را بہیت تبدیل آب و ہوا از دہلی بآگرہ آورد و جمیع وکلا و مردم را بنوشتن اخبار
و کتابت باطراف و اکناف ممانعت کلی فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم کنور درگا پرشاد صفحہ ۵۳)
محمد دارا شکوہ کہ ولی عہد بود نظم و نسق سلطنت بطور خود ساختہ راہ آمد و رفت اخبار از ہر دیار
مسدود نمود و بسبب آن اختلال بسیار در امور سلطنت افتاد (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل [illegible])

ایک سادہ لوح معترض لکھتا ہے کہ اگر عالمگیر سعادت مند ہوتا تو دارا شکوہ پر فتح پانیکے بعد تخت
شاہجہاں کے حوالے کر دیتا۔ لیکن ماہرین سیاست و سیر جانتے ہیں کہ اگر عالمگیر ایسی غلطی کرتا تو پہلے
ہی اسکو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے کیونکہ شاہجہاں کا گوشۂ خاطر جہاں آرا بیگم (ہمشیرۂ
دارا شکوہ) کیطرف تھا اور وہ بادشاہ پر حاوی تھی چنانچہ بادشاہ حالتِ قید میں بھی عالمگیر کے خلاف
ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا (دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر سخنانِ دولت سگالان
داشتہ متردد بودند ناہر دل چیلہ رسید و فرمائے کہ اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بہ خطِ خود بہ دارا شکوہ
نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بعنوان سبکروی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ
رسانیدہ جواب بیارد گزرانید مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثباتِ قدم ورزد ما درین جا
مہم را فیصل می نمائیم (مآثر الامراء جلد دوم) ایک خط کابل کو مہابت خان سپہ سالار کو لکھا چون فرزند
مظلوم (دارا) بعد از شکست روانہ لاہور شدہ بمدد و رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزائے
اعمال ہر دو نابرخوردار (عالمگیر و مراد) پردازد (خافی خان) ڈاکٹر برنیر لکھتے ہیں کہ شاہجہاں نے ایک
معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب
تھا اور اس کی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد کر کے کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے
ہیں پس تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہئے تاکہ تمہارے مشورہ سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو
اس افراتفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہیں مگر اس محتاط شہزادہ (عالمگیر) نے بدگمانی سے
بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعہ میں چلے جانیکی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (جہاں آرا)
کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتیں اور اس کے مزاج پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے
وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اسکا ایک چکمہ ہے اور اسنے قلماقنیوں میں سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کی
کام پر متعین رہتی تھیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط و مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی تھیں کہ جب
وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اسیر آ پڑیں (سفرنامہ جلد اوّل) اس جال میں جو شاہجہاں نے اپنے بیٹے
(عالمگیر) کے لئے بچھایا تھا شاہجہاں خود پھنس گیا (اورنگ زیب مصنفہ لین پول) غرض کہ شاہجہاں
نے فرمایا کہ اگر اسکے (عالمگیر) دل میں کچھ فریب نہیں اور وہ سعادت مند ہے تو کس واسطے یہاں آکر
حاضر نہیں ہوتا اورنگ زیب نے پہلے اپنے بیٹے محمد کو بھیجا اُسنے جا کر دیکھا کہ قلعہ میں سپاہی اور سوار
کمینگاہ میں اورنگ زیب کی گرفتاری کے لئے کھڑے ہیں (ہسٹری آف انڈیا جارج اینڈ کنگ)
دارا میکہ شجاع بدفعہ اوّل در مقابلۂ عالمگیر بادشاہ ہزیمت خوردہ فرار نمود و از اتفاقات دراں ایام

نوشتۂ فرزندی اعلیٰ حضرت (شاہجہان) کہ بنام شجاع فرستادہ بدست آمدہ بود (دستور العمل کار آگاہی مصنفہ راجہ ایامل سنہ ۱۰۶۵ھ) شاہجہاں عالمگیر نے ان سازشوں کی شکایت میں ایک خط شاہجہان کو لکھا جس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سعادت مند بیٹا بزرگ باپ کو مخاطب کر رہا ہے۔ آن حضرت ایں مرید را اخی خواستند آنکہ از دست رفتہ بشود تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد و سعی در ترود این فدوی کہ بر اجرائے احکام سزاوار نشین وانتظام مہمات ممالک است ضائع شود و ہیچ طریق باز نیامدہ درین کار مصروف اند (خافی خان) ان تمام حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر عالمگیر شاہجہان کے ہتھے چڑھ جاتا تو ضرور قتل کیا جاتا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ شاہجہان اسکو قتل نہ کرتا قید کرتا تو پھر شاہجہان کی وفات پر اس سے زیادہ خون خرابہ ہوتا اس لئے کہ سلطنت حاصل کرنے کے بعد عالمگیر کا شاہجہان کو سلطنت واپس نہ دینا ایک دانشمندانہ فعل تھا ورنہ عالمگیر اپنے باپ کا نہایت احترام کرتا تھا اس کو بہت زیادہ آرام پہنچاتا تھا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا تھا اور نہایت کثرت سے تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اسکی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیرو مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کی عرضداشتوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی۔ پس اس طرح شاہجہان کی گردن کشی اور اسکا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بھی لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اس کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی۔ (سفرنامہ)

شاہجہاں کی بے بسی اور دارا کی سرکشی

مراد نامہ میں لکھا ہے۔ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را مطلق اختیارے نماندہ است و آنحضرت را دارا البتہ بصید خویش آوردہ است (فیاض القوانین) خافی خان کے حوالے سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بیماری میں باوجود ناموافقت آب وہوا دارا شاہجہان کو آگرہ لایا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے۔ وہ شہنشاہ دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (سفرنامہ) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد سلطنت میداند زمام اختیار سلطنت بہ قبضۂ اختیار خود آوردہ باقتضائے رائے سست بنا بہ وفق خواہش

خویش در جمیع کارہا عمل مینمود (لب لباب تاریخ ہند) جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو شاہجہان نے روکا۔ اور کہا میں خود جاکر فیصلہ کرتا ہوں مگر وہ نہ مانا اور شاہجہان کو نہ جانے دیا (خافی خان ملخص) اُسوقت (قبل از آغاز جنگ) شاہجہان حال دارا شکوہ پر رحم کرکے منشور واسطے منع جنگ کے بھیجا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ اُس ضعف بیماری پیری سے خود ارادہ کیا کہ دونوں لشکر کے درمیان جاکر اترے لیکن دارا شکوہ راضی نہ ہوکر بادشاہ کی آمد میں تاخیر اور تعویق کرکے آپ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا۔ (ص۷ عمدۃ التواریخ رتن لال) عالمگیر نے ایک عرضی شاہجہان کو لکھی اسکی ابتدائے عبارت سے شاہجہان کی بے اختیاری ثابت ہوتی ہے۔ دریں ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضۂ اختیار حضرت بیرون رفتہ و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان دارا شکوہ در قبض و بسط امور سلطنت و فرمانده‌ی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آن بحوصلہ تقریر و تحریر نمی آید (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص۶۳) شاہجہان بادشاہ جرات و ہمت اورنگ زیب سے اور ناتجربہ کاری اور ناز پروری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا۔ معلوم کیا کہ دارا شکوہ اس عہد سے برنہ آئیگا۔ اسواسطے راضی اس جنگ کا نہ تھا۔ ہرچند دارا شکوہ کو مصلحت سے فرمایا لیکن وہ راضی نہیں ہوا لاچار بادشاہ واسطے رضاجوئی اور ضعف اور بیماری اور پیری اپنی خاموش ہوئے (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۸)

بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ

دارا نے سلطنت کا کام ہاتھ میں لیتے ہی بھائیوں پر سخت گیری شروع کردی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بھائیوں کے معاملہ میں اس کی نیت بخیر نہ تھی۔ بلکہ اُس کا قصد ان کو قتل کردینا تھا۔ سب سے پہلے تو اسنے خط و کتابت اور خبروں کی آمد و رفت مسدود کی جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ پھر مہم دکن پر عالمگیر کے ساتھ جو افسر تھے اون کو ایکدم طلب کرلیا تاکہ وہ یکہ و تنہا رہ جائے یا تو مارا جائے یا شکست کھاکر کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر آئے پھر سب بھائیوں کے وکلاء جو دربار شاہی میں رہتے تھے اُن کو قید کردیا اُن کے اموال و جاگیرات ضبط

کرلیں۔ بھائیوں سے جنگ کرنے میں عجلت و پیش قدمی کی۔ باپ کی فہمایش کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ مراد عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔ "ظاہراً برادران بمعنی نظر بند ند (مناص القوانین) عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (عالمگیر) را بے صدور جرمے محبوس ساختہ بہ ضبط اموال و امتعہ او فرمان دادند (مآثر عالمگیری) درین اثنا (مہم دکن) در وقطعہ فرمان کہ حسب التماس دارا شکوہ بنام مہابت خان و راؤ ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پر تو صدور یافت در مناشیر سلطنت حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ و راؤ ستر سال با کل راجپوتیہ اصلا برخصت شاہزادہ والا گہر (عالمگیر) تمہید نشدہ روانہ گردند ازین راہ سستی عام بحال اردوئے معلٰی شاہی (عالمگیر) راہ یافتہ استقلال و بنائے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و متخلل گردید (واقعات عالمگیری) دارا شکوہ ان امراؤں کو جو مہم دکن کے واسطے اورنگ زیب کے ساتھ مہم بیجاپور میں تھے انکی طلب کے واسطے احکام بادشاہی بھیجا کہ وہ برخاستہ ہوکر حضور میں آویں۔ بہت سے امرا عین شورش بیجاپور میں کہ فتح اوسکی نزدیک تھی برخاستہ ہوکر حضور میں گئے۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صـ ۱۷۲) مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ و در پے برہم زدن ما ما است (فیاض القوانین) عالمگیر نے ایک عرضی میں شاہجہان کو دارا شکوہ کی زیادتیوں کی شکایت لکھی واو (دارا) بناء بر قدرو مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہاد ش درین باب سمت تزائد می پذیرد (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد صـ ۶۳) دارا شکوہ بمجرد لاحق ہونے اس بیماری کے حسب الحکم اپنے باپ کے (معلوم نہیں کہ صاحب بہادر نے یہ حکم کہاں ملاحظہ فرمایا) بادشاہ ہوا۔ اور سلطنت کا کاروبار کرنے لگا۔ اور بھائیوں سے اسطرح پیش آیا جس سے رشک اور خیال بُرائی کا صاف پایا جاتا تھا کیونکہ اس نے حکم قطعی دیدیا تھا۔ کہ کسی طرح کا خط یا اخبار اُن کے پاس کوئی روانہ نہ کرے۔ اور اُن تمام امراء کو جو اُن کے خیر خواہ تھے جلاوطن کردیا۔ ان حرکتون سے اوس کے بھائیون کے دلوں میں جو پہلے ہی اُس سے رنجیدہ تھے کینہ کی آگ زیادہ بھڑک گئی۔ اور اب توقف کرنے کا کوئی عذر نہ رہا۔ انہوں نے بھی ایسا طرز اختیار کیا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا تھا کہ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) دارا شکوہ نے بادشاہ بن کر بھائیون سے چھیڑ چھاڑ شروع کی (واقعات ہند تلسی رام) پہلے چھیڑ دارا شکوہ کے طرف سے ہوئی (پیسہ اخبار ڈسمبر سنہ ۱۹۱۰ع مضمون لالہ منوہر لال)۔

تاریخ سے یہ بھی صاف ثابت ہے کہ بھائیوں سے لڑنے کا ارادہ اوّل دارا نے کیا۔ دوسرے شاہزادے مجبور ہو کر میدان میں اُترے۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں دارا شکوہ نے سب سے پہلے فوج شجاع پر بھیجی (واقعات ہند) چنانچہ مراد نے بھی عالمگیر کو لکھا۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ (قیاقس القوانین) عمدۃ التواریخ کا مفصل حوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے جسکا آخری فقرہ یہ ہے (کہ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا) خافی خان کے حوالہ کا ماحصل بھی یہی ہے کہ شاہجہان نے روکا مگر وہ جنگ پر تلا رہا۔ عالمگیر اپنی عرضی میں شاہجہان کو لکھتا ہے شنیدہ می شود کہ جناب دارا شکوہ حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوسئ ہمایون خواستہ قصد اشتعال نائرہ قتال پیش نہادہ (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص ۶۳) حضرت اعلیٰ دارا شکوہ را ہر چند از لشکر کشی و نبرد آزمائی منع میکردند و می فرمودند کہ فرزندان من ہستند از آمدن شان بلا ازمت چہ مضائقہ از انجا کہ روز او بار دارا شکوہ رسیدہ بود نصائح از حمیند حضرت اعلیٰ (شاہجہان) بسمع رضا نمی شنید (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

شہزادوں کے ارادے

دارا شکوہ کے ارادے تو پہلے ہی ظاہر ہو چکے کہ سلطنت پر قبضہ کر لیا اور بھائیوں کے استیصال کی فکر شروع کر دی۔ اب دوسرے شہزادوں کے ارادے دیکھنے کی ضرورت ہے شجاع نے دارا کے تسلط کی خبر سُن کر بنگال میں بادشاہت کا اعلان کیا مگر جگہ سے جنبش نہیں کی کہ دارا نے اس پر فوج متعین کر کے اس کو میدان میں نکالا۔ دوسرے بھائیوں سے بھی زیادتی شروع کی۔ جب ان کو اپنی جان خطرے میں نظر آئی تو باہم متحد ہوئے۔ چنانچہ مراد عالمگیر کو

لکھتا ہے۔ از معہودات فیما بین است کہ ہر گاہ ملحد بہ یکے از برادران ہیچمدان دیگران بکنند (فیاض القوانین) دوسری جگہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ بہر نہجیکہ شود ہر آن ملحد (دارا) را از میان برداشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او برمی آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اولیٰ است اگر ازین طرز پسند خاطر اقدس صاحب (عالمگیر) و قبلہ بھائی جیو (شجاع) راہم درین باب متفق ساختہ دریک ساعت و یک وقت از جا ہائے خود روانہ مطلب می باید شد (فیاض القوانین) راجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سد راہ نہ ہو (نور قادیان سن ۱۹۲۶ء مضمون ہندو فاضل مسٹر پی ایل کپور) عیسیٰ بیگ وکیل آنحضرت (عالمگیر) را بے صدور تقصیر قید کردہ (دارا) اموالش بضبط آورد لہذا آن حضرت (عالمگیر) را جمعیت دین مسلمانی و غیرت سلطنت و جہانبانی و رشک برادری و جوش نفسانی بدین آورد کہ بعزم ملازمت اعلیٰ حضرت (شاہجہان) روانہ شوند و بحضور والا رسیدہ چند گاہ بملازمت قیام ورزیدہ بانتظام مہام سلطنت کہ [illegible] بپردازند و دست تسلط دارا شکوہ کوتاہ ساختہ حضرت اعلیٰ را از قید استیلائے او برآرند (منتخب التواریخ سبحان سنگھ) اقتدار دارا شکوہ کا امور سلطنت میں اورنگ زیب کے گوش گذار ہوا ساتھ اشتہار عزم ملازمت باپ کے شہر اورنگ آباد سے جو آباد کیا ہوا اسکا تھا روانہ ہوا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص ۱۷۷)

عالمگیر صلح کا خواہاں تھا نہ جنگ کا

عالمگیر نے ایک عرضداشت شاہجہان کو لکھی تھی جو نہایت طول طویل ہے کنور درگا پرشاد نے یہ عرضداشت اور دیگر رسل و رسائل جو شاہجہان اور عالمگیر کے درمیان ہوئے اپنی تاریخ گلستان ہند میں نقل کئے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی مدلل تحریر کا شاہجہان کچھ جواب نہ دے سکا۔ ایک عرضداشت کا کسیقدر مضمون نقل کیا جاتا ہے جس سے عالمگیر کی صلح پسندی اور دارا کی زیادتی اور شاہجہان کی بے بسی اور بیٹوں کے معاملہ سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔ درین ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان ملکی و مالی از قبضہ

اختیار حضرت (شاہجہان) بیرون رفتہ و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان دارا شکوہ در
قبض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آن بحوصلۂ تقریر و تحریر
نمی آید و او بناء بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز
بروز سعی و اجتہادش درین باب سمت تزاید می پذیرد (آگے لکھتے ہیں) در مزاج اقدس
تصرف کردہ (دارا) حضرت قول او را تصدیق فرمودہ سائر فرزندان اخلاص طینت را دشمن
دولت فراگرفتہ در حق ایں سرگردانان سراب گاہ حیرت ہر چہ او تجویز می نماید بے تامل حکم می فرمایند
و قطعاً تفحص و تفتیش حال این بے گناہان و توجہ و غور در امور ملکی و مالی نفرمودہ۔ زمام رتق و فتق
مہمات جزئی و کلی بکف اختیار و قبضۂ اقتدارش بازگذاشتہ اند و او خود بے غائلۂ شک و شائبۂ ریب تشنۂ
خون بے گناہان است چون کار باین حد رسیدہ و صورت حال بدین منوال انجامیدہ حفظ جان
و پاس ناموس خود از متممات عالم عقل و منتجات نشاء خرد دانستہ عازم استیلام سدۂ سدرہ رتبت و شہر
سپہر احتشام گردید تا صورت حال بہ حجج و براہین معقولہ در خدمت عاکفان پایۂ اورنگ جہانبانی
مکشوف گرداند۔ چون این خیر خواہ قطع مسافت نمودہ بحوالی اجین فائز گردید جسونت سنگھ باشارہ
شاہزادۂ کلان بایذاء و آزار این خیر خواہ مامور بود بہ سلسلہ جنبانی جہل و نادانی سنگ راہ گشتہ
بہ قدم ممانعت پیش آمد و بے ملاحظہ آداب و حقوق دلیرانہ تحکم نمود چند انکہ مردم ہوشمند سخندان
فرستادہ بعنوان معقول آن جہول را بارادۂ خود آگاہی بخشید و تصریح نمود کہ محرز سعادت حضور دائم
النور و محرم طواف کعبہ آمانی و آمال بندگان نزدیک و دور است چرا مانع سعادت میشود آن ناعاقبت
اندیش اصلاً بمعقولیت آشنا نشدہ بہ تکلیف جہالت و غرور بیشتر در مراتب منع افزود لاجرم
پنبۂ جہل و پندار پوچ از گوش ہوش او دور کردن و آن ظلوم و جہول را از پیش راہ برداشتہ
بحکم ضرورت بر ذمۂ ہمت عقیدت سمت واجب گردید۔ و اگر غیر از تحصیل سعادت زمین بوس
اشرف و اعلیٰ امرے دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر ہمایون روشن و ہویدا است
کہ اسیر کردن او و رفیقانش کہ چنین شکست فاش یافتہ بحال منکر سراسیمہ گرد وادیٔ انہزام
گشتہ بودند چندان تعذرے نداشت (آگے لکھتے ہیں) شنیدہ می شود کہ جناب دارا شکوہ
حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوس ہمایون خواستہ قصد
اشتعال نائرۂ قتال پیش نہادہ ہمت دارند چون آنجناب را با چون من مرید ارادت پرست
بہ مقابلہ و ممانعت پیش آمدن و ہنگامۂ حرب و مصاف آراستن عقلاً و نقلاً سنجیدہ

میزان استحسان نیست لازم کہ از سلوک مسالک عناد و اعتساف انحراف نمودہ از اقدام بر امرے کہ منتج اختلال احوال خلائق باشد اجتناب و احتراز نمایند و اگر بنا بر سبب تو غل در لجۂ غرور و استکبار و نظر کثرت اعوان — و انصار خواہ نخواہ با فروختن آتش کار زار و گرم نمودن بازار پیکار ہمت گمارند فدوی عقیدت گزین نیز بحکم الضرورت تبیح المحظورات صرفہ نخواہد کرد۔ پسندیدۂ عالم صواب آنست کہ بزرگی را کار فرمودہ بساط کرّو فر درنوردند و با لفعل بہ صوب ولایت پنجاب کہ در جاگیر آن جناب مقرر است شتافتہ چندے خدمت حضور ہمایوں را بایں خیر خواہ سراپا اعتقاد واگزارند بعد ازاں ہر چہ در مرآت رائے جہاں آرا جلوۂ ظہور فرماید شرف بروز خواہد یافت (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم صـ ۶۳) کب رائے برہمن را کہ فہمیدہ و دانائے وقت بود نزد راجہ جسونت سنگھ فرستادہ پیغام نمود کہ ما را عزم جنگ نیست آرزوئے ملازمت حضرت اعلیٰ داریم (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) کب رائے برہمن را پیش راجہ جسونت سنگھ فرستادہ نصیحت کردہ (عالمگیر) پیغام فرمودہ کہ ما را ارادہ جنگ نیست و عزم ملازمت اعلیٰ حضرت (شاہجہان) پیش نہاد خاطر والا است (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرا بن) اورنگ زیب کب رائے برہمنے را برسالت نزد مہاراجہ فرستادہ نصیحت ہا نمود۔ مہاراجہ گوش بر آن نہ نہادہ مستعد جدال و قتال گردید (گلستان ہند کنور درگا پرشاد صـ ۵۵) اس برہمن کی زبانی اورنگ زیب نے پیغام کیا (جسونت سنگھ کو) کہ ہم کو ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ صرف ملازمت پدر کی منظور ہے (صـ ۱۵ عمدۃ التواریخ رتن لال)۔

اِعلانِ سلطنت

شاہجہان کے بیمار ہونے پر سب سے پہلے اعلان سلطنت دارا نے کیا پھر شجاع نے پھر مراد نے۔ عالمگیر نے اعلان سلطنت نہیں کیا۔ چنانچہ عالمگیر کی عرضداشت کے اس فقرہ سے جو بحوالہ گلستان ہند پہلے نقل کی جا چکی ہے (و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان) سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ مسٹر جارج این کنگ کی عبارت کا بھی صاف مفہوم یہی ہے (بادشاہ ہوا) (ہسٹری آف انڈیا) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد میدانست اشتہار نمودہ زمام اختیار سلطنت

بقبضۂ خود آورد (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرابن) شاہجہان کی بیماری میں دارا شکوہ
نے بادشاہ بن کر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ بنگال میں شجاع نے۔ گجرات میں مراد نے
اعلان شاہی کردیا۔ اورنگ زیب فطرتاً چالاک تھا (ع گل است سعدی و در چشم دشمنان
خار است) یہ بغور واقعات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ تینوں بھائیوں میں سے کسی ایک
کی کامیابی میں باقیوں کی جان کی خیر نہیں اس لئے وہ بھائیوں کو جنگ و جدال سے روکتا تھا۔
کہ شاید کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے کہ جس سے جان بچ جائے۔ جب مراد و شجاع باز نہ آئے اور
بڑھنے لگے تو مجبوراً یہ بھی بڑھا۔ لیکن اس نے اپنا مقصد باپ کی عیادت ظاہر کیا نہ کہ دعوئے سلطنت
و جدال و قتال (واقعات ہند تلسی رام) سبقت شجاع نے کی (تاریخ ہند لالہ سدا سکھ لال)
بادشاہ مغلوب مرض ہوئے (شاہجہان) اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور
برادران سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر رکھا۔ اور بادشاہ کو عرض
ہوئی کہ شاہ شجاع کو ہر چند وکیل نے خبر صحت مزاج والا کی لکھا۔ مگر وہ بڑے بھائی کے سازش
کے گمان سے بنگالے سے لشکر لیکر اکبر آباد کی سمت عازم ہوا۔ (ص ۱۷۲) اور بادشاہ کے حضور میں
عرض ہوئی کہ شاہزادہ مراد بخش بادشاہ کی بیماری کی خبر سن کر سکہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔
(ص ۱۷۳۔ عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد بخش جو نقد شعور سے تہیدست تھا اور بامید فرزندی
شاہجہان کے اور ابلہ فریبی عالمگیر کے (یہ کہاں سے ثابت ہے) لوائے استقلال کھڑا کر کے تخت
پر بیٹھا۔ اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص ۱۸۱) شاہزادہ
محمد مراد بخش ازیں خبر (علالت شاہجہان) در گجرات رایت بغی برافراشتہ بر تخت نشست
و سکہ و خطبہ بنام خود درست کرد (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) نیز شاہزادہ محمد شجاع در بنگالہ
ہمیں طریق پیش کردہ (حوالۂ مذکور) مراد بخش در گجرات بر تخت نشستہ خطبہ و سکہ بنام خود
کردہ اسم سلطنت بر خویش بست و شجاع در بنگالہ ہمیں مسلک پیش گرفتہ بحدود بنارس
رسید۔ خدیو قدسی نژاد (عالمگیر) در آنجا کہ حلم و وفا و وسعت حوصلہ و کمال متانت و دانائی
در ذاتِ والا نہاد آن حضرت است بوقوع این مراتب از جا در آمدہ مصدر امریکہ مشعر
نافرمانی باشد نگشتہ بودند (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرابن) باستماع عارضۂ اعلیحضرت
شجاع از بنگالہ بر آمدہ مراد بخش کہ خبر عارضہ شنیدہ بر تخت نشستہ بود (خلاصۃ الہند
رائے منارام) سلطان شجاع بدریافت این حال در بنگالہ بر سر بر سلطنت نشست

وشاہزادۂ سلطان مراد بخش بہ گجرات کمر فرمانروائی بر میان بست اما شاہزادۂ اورنگ زیب باوجود استماع این خبرہائے ناخوش بمقتضائے دانش جبلی و فراست فطری اصلا از جا برنیامدہ وہوشمندانہ سر رشتۂ تحمل و استقلال بدست آورد (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم گنور درگا پرشاد صفحہ ۵۴) چاروں بھائیوں میں صرف اورنگ زیب نے اعلان تاج وتخت سے احتراز کیا۔ اس کے ارادے خواہ کچھ ہی ہوں۔ لیکن اس نے ان ارادوں کا اظہار نہ کیا۔ ممکن ہے کہ اس کے دل میں تاجدار ہونے کا کچھ خیال نہ ہو اور واقعات کی رو نے اوسے تخت پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کیا ہو (اورنگ زیب لین پول)۔"

الغرض کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عالمگیر نے اعلان سلطنت کیا ہو یا باپ کو معزول کیا ہو یا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہو یا جنگ کا ارادہ کیا ہو۔ اسوقت تک جسقدر تحقیقات درج کی جاچکی ہے اور آئندہ جو کچھ لکھا جائیگا۔ تمام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب باپ کے پاس جاکر دارا کی زیادتیوں کی فریاد کرکے اوس کی اصلاح چاہتا تھا۔"

نمبر ۲

تاریخ شاہد ہے کہ ہر ملک وملت ہر قوم ومذہب میں تاج وتخت کے لئے باپ بیٹوں بھائیوں۔ اعزہ۔ اقارب میں تلوار چلی ہے۔ کسی نے بھی حصول تخت کے لئے مکائد ومظالم اور اعزہ کی خونریزی سے دریغ نہیں کیا۔ اس ہی لئے یہ مثل چلی آتی ہے تخت یا تختہ (یعنی تختۂ گور)۔ جب کوئی بادشاہ مرتا اُس کے بیٹے تخت کے لئے جھگڑتے غالب مغلوب بھائیوں کو قتل کرکے اطمینان حاصل کرتا۔ زمانۂ قدیم کی ہر ملک کی تاریخ صاف پتہ دیتی ہے کہ اُس زمانہ میں صاحب تخت جب تک رشتہ داروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا اُس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ روس کی ملکہ کیتھرائن نے اپنے شوہر کو قتل کرکے تخت حاصل کیا۔ شہزادی میلڈا کو اس کے چچازاد بھائی اسٹیفن نے قتل کرکے سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ رچرڈ دوئیم کو اس کے چچازاد بھائی نے قید کرکے تاج حاصل کیا۔ رچرڈ سوئیم نے اپنے رشتہ داروں کو قتل کرکے اطمینان حاصل کیا۔ (تاریخ یورپ) نوشیروان نے اپنے دو بھائیوں کو قتل

کرایا۔ شیرویہ (شاہ ایران) نے اپنے باپ خسرو کو نہایت اذیت سے قتل کیا۔ اور اپنے پندرہ بھائیون کو قتل کرایا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم) گشتاسب نے اپنے بیٹے اسفندیار کو قید کیا (تاریخ ایران) فریدون کے تینون بیٹون۔ ایرج۔ سلم۔ تور میں جنگ ہوئی۔ ایرج کو بھائیوں نے قتل کیا۔ پھر فریدون نے ایرج کے نواسے منوچہرہ سے اپنے بیٹون سلم و تور کو قتل کرایا (تاریخ ایران) سن بادشاہ چین کو ایک بھوسیلے پر چڑھا کر اُس کے باپ نے آگ لگا دی مگر وہ بچگیا۔ ہین لی شاہ چین نے اپنے بیٹے ولی عہد کو قتل کیا۔ وان لی شاہ چین کو اُس کے ولی عہد لوچے نے اور لوچے کو اس کے بھائی الونس نے قتل کیا۔ فی ٹی شاہ چین کے بیٹے نے اپنے چودہ بھتیجون کو قتل کیا۔ (تاریخ چین مصنفہ جیمز کارکرن)۔ راجہ چندر گپت نے اپنے سات بھائیون کو قتل کیا (ہسٹری آف انڈیا جارج این گنگ) راجہ اشوک نے اپنے اسّی بانوے بھائیون کو قتل کر کے تخت حاصل کیا۔ بیر راج راجہ کورگ نے اپنے بارہ رشتہ دارون کے سر کٹوائے۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سگریو کو اس کے بھائی بالی نے نکالدیا دونون بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ بالی رام چندر جی کے تیر سے مارا گیا۔ سگریو ملک پر قابض ہو کر رام چندر کا مطیع ہوا۔ (ہسٹری آف انڈیا) راجہ پرتاب چند سنسودیہ کے لڑکوں میں سلطنت کے لئے جنگ ہوئی (واقعات ہند تلسی رام) سیواجی کو اُس کی بیوی نے زہر دیا (درہمین اثنا یکے از غمازان ذہن نشین سورابائی زوجہ سیواجی کہ مادر راجہ رام است ساخت کہ سیواجی سنبھاجی پسر خود را کہ از زوجۂ دیگر است میخواہد کہ ولی عہد سازد چنانچہ اورا ایں ارادہ طلبیدہ است و اغلب کہ عنقریب رسد و مختار ریاست شود او زہر در طعام سیواجی انداخت تا آن کہ او قالب خاکی گذاشت) (بساط الغنایم لچھمی نراین) کو نبھا رانا سنہ ۱۴۶۹ء میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (تاریخ راج پرستی مصنفہ دیبی پرشاد صفحہ ۲۴) رانا پرتاب سنگھ کو اوس کے بیٹے امر سنگھ نے زہر دیکر مار ڈالا۔ (تاریخ راج پرستی صفحہ ۳۲)۔

غرض سہ این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ؎۔ اور جنگ میں خلاف بیانی سے میدان مارنے کی سعی کی جاتی تھی۔ چنانچہ کورو پانڈون کی جنگ میں سری کرشن نے درونا سے غلط جا کر کہا کہ تیرا بیٹا مارا گیا یہ اس لئے کہ اوس کی ہمت ٹوٹ جائے۔ درونا نے کہا مجھے یقین نہیں آتا۔ اگر جدہشٹر کہدے تو میں مان لونگا" (یہاں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس بزرگ کے متعلق اُس زمانہ کے ہندوؤن کا کیا خیال تھا۔ یعنی درونا نے سری کرشن کے کہنے کو باور نہ کیا)

سری کرشن جب بشٹر کو دم دلاسا دیکر بہادر درونا کے پاس اپنی شہادت کے لئے لائے مگر اُس نے ایسی دروغ گوئی سے انکار کیا۔ (کتاب رہنمایان ہند ترجمہ پرافٹس آف انڈیا مصنفہ منموہت ایم۔ اے۔ ترجمہ نارائن پرشاد ورما مطبوعہ سنہ ۱۹۱۵ء صفحہ ۸۵) انہوں نے (سری کرشن) پہلے پہل اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کا خاتمہ کیا۔ پھر اپنے عالی قدر فرقہ کو جس میں ان کے بے شمار لڑکے پوتے بھرے تھے خاک میں ملایا (رہنمایان ہند صفحہ ۸۹) ارجن نے (میدان جنگ میں) عقل مند ہوکر کہا اے سری کرشن! ان یگانوں (عزیز مقابل) کو دیکھ کر میرا منہ خشک ہوا جاتا ہے۔ ہائے اپنے عزیزوں کو قتل کرکے مجھے کونسی خوشی اور بہتری حاصل ہوگی۔ میں فتحیابی سے باز آیا۔ ان میں استاد شاگرد۔ باپ بیٹے۔ دادا پوتے ماموں بھانجے۔ خسر داماد۔ سالے بہنوئی سبھی ہیں۔ مجھے تینوں لوک کی سلطنت ملجائے تب بھی انہیں قتل نہ کروں! (سری کرشن کا جواب) تم ایسے شخصوں کے لئے رنج کرتے ہو جو بالکل اس کے مستحق ہیں (رہنمایان ہند صفحہ ۹۶)۔ اس ہی جنگ کے متعلق ہندو اخبار جاگرت لائل پور میں ایک نظم شایع ہوئی ہے ؎

کورو سے لڑنے جس دم ارجن گیا مقابل ٭ دیکھا کہ ہے گرو بھی ان میں کھڑا مقابل

پھر آنکھ جو اٹھائی دادا بھی ہے مقابل ٭ بولا کہ نانا تمہیں سارا کنبہ ہوا مقابل

(جاگرت سنہ ۱۹۲۷ء)

غرض۔ واقعات و حالات پر نظر کرکے عالمگیر کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ضرور تھا۔ یا اپنی جان دے یا بھائیوں کی جان لے۔ لیکن واقعات مذکورہ سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر جان لینا اور جان دینا دونوں باتیں نہ چاہتا تھا۔ وہ مصالحت کا خواستگار تھا۔ مگر جب واقعات نے طول کھینچا۔ اور دارا کی خودسری اور شجاع و مراد کی بدعہدیاں دیکھیں تو اُس کو سوائے اس کے کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ ان کو قتل کرادے۔ اس ہی سلسلہ میں دارا و مراد کے لئے بروئے انصاف و فتوے بھی قتل کا حکم دیا گیا ورنہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوگا کہ عالمگیر شجاع و مراد کا بہی خواہ تھا۔ مگر ان کی بدعہدیوں اور بداعمالیوں نے ان سے عالمگیر کو صف آرا ہونے پر مجبور کیا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی۔ اور ایسے واقعات تخت و تاج کے لئے ہر ملک و قوم

میں بھی اورنگزیب کی جان کا تحفظ اسی لئے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق
غالب ہوتا اسکو اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ (دبدبہ اخبار ۵ دسمبر ۱۹۱۲ء) واقعی ان کو (عالمگیر مراد
شجاع) اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی
امید تھی۔ اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا۔ اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت
یا سلطنت۔ اور جس طرح شاہجہان خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا۔
اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدوں میں ناکامیاب رہیں تو غالب اور فتحیاب حسد
کے مارے ہم کو ضرور قتل کر دیگا۔ (سفرنامہ برنیر) اورنگزیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں
کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مارا جائیگا۔ اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم
ارادہ کر لیا ہوگا۔ حفاظت خود اختیاری میں اسکا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لئے وہ بھی ایک
نیلامی بولی بولے۔ (اورنگزیب مصنفہ لین پول)

دارا شکوہ

ناواقف متعصب کہتے ہیں کہ عالمگیر نے دارا کو بددین مشہور کیا تھا۔ عالمگیر کے فرامین و رقعات
آج دنیا میں موجود ہیں کوئی فقرہ یا لفظ اس قسم کا نظر نہیں آتا۔ گزشتہ حوالجات سے ثابت ہے کہ
عالمگیر نے دارا کا نام جب لکھا ہے شاہزادۂ کلاں یا جناب دارا شکوہ۔ رقعات میں برادر نامہربان
لکھا ہے۔ ہاں دوسرے شاہزادے ضرور اسکو ایسا کہتے اور لکھتے تھے چنانچہ مراد نے جس جگہ بھی دارا
کا ذکر کیا ہے ملحد لکھا ہے۔ دارا کے بعض اقوال و اعمال بھی اوس کے الحاد کو ثابت کرتے ہیں۔
مجمع البحرین اسکی کتاب سراسر کفر و الحاد کا طومار ہے اوسکو اپنے کشف و کرامات کا بھی دعوےٰ تھا
(لطائف الاخبار) یہی وجہ ہے کہ ہندو مصنفین اوس کے مداح ہیں راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں دارا
شکوہ نہایت نیک تھا۔ ہر مذہب کے اچھے فقیروں سے صحبت رکھتا تھا۔ مذہب اس کا بیدانت تھا
اپنشدونکا فارسی میں ترجمہ اسی کے حکم سے ہوا تھا (آئینہ تاریخ نما) بیاس نے جو چار وید مشہور
کئے تھے وہ ہند سے گم ہو گئے تھے۔ ہزاروں راجہ گذرے مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ آخر میں شہزادہ دارا
نے تلاش کر کے جمع کئے (الکھ پرکاش) در مقالات صوفیہ ہنود بسیارے کتب تصنیف و تالیف

فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم صفحہ ۱۲۵ کنور درگا پرشاد) یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہت کا اعلان بھی اوّل دارا شکوہ نے کیا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ بھی اُس ہی نے شروع کی۔ غرض جب عالمگیر سے مقابلہ ہوا شکست پر شکستیں کھاتا بھاگتا پھرا۔ آخر گرفتار ہو کر قلعۂ گوالیار میں نظر بند کیا گیا۔ اگر عالمگیر اُس کے خون کا پیاسا ہوتا تو اوسی وقت اُس کو قتل کر دیتا۔ اوس کے نظر بند کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ بھائی کی جان لینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر دارا وہاں بھی خاموش نہ رہا۔ اوسنے ادھر اودھر کے ہوا خواہوں خاص کر شاہجہان نے ریشہ دوانیوں کا سلسلہ قایم کیا۔ دارا کے بھاگ نکلنے پر عالمگیر کو پھر وہی اپنی جان اور خلق خدا کی خونریزی کا خطرہ تھا۔ ادھر اس کے عقائد اور اعمال پر نظر کر کے علماء بھی اس کے قتل پر متفق تھے ان تمام وجوہ سے مجبور ہو کر عالمگیر نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔

شجاع

دارا کے بعد شجاع تھا جسنے اعلان سلطنت کیا اور اوّل دارا سے جنگ پر آمادہ ہوا۔ عالمگیر نے جب دارا پر فتح پائی تو مونگیر اور صوبہ بہار اور پٹنہ شجاع کو دیا۔ بنگالہ پہلے سے اُسکے زیر حکم تھا۔ اسپر شجاع نے شکریہ کا خط لکھا۔ مگر جب عالمگیر دارا کے تعاقب میں پنجاب کیطرف دور نکل گیا تو شجاع نے چاہا کہ بہ تعجیل تمام سلطنت پر قبضہ کر لے۔ اور لشکر عظیم مرتب کر کے الہ آباد کو روانہ ہوا (واقعات ہند تلسی رام و تاریخ ہند منشی ذکاء اللہ) عالمگیر تدبیر شجاع کی دوستی کے ساتھ کر کے واسطے تسکین فتنہ کے صوبۂ بہار اور بنگالہ کا فرمان بھیجا تھا۔ اور شجاع شکر گذاری ظاہر کر کے ظاہر ادم دوستی کا مارتا تھا۔ تحریک دارا شکوہ سے اور طمع سلطنت کا کل ہندوستان سے اور باپ کا قید ہونا دیکھ کر تسخیر اکبر آباد (آگرہ) کا عازم ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۱۸۲) خدیو عالم (عالمگیر) نیز بمقتضائے خیر اندیشی و یگانگی در رواج کار و رونق حال او (شجاع) کوشیدہ در صدد اعانت و رعایت بودند (آگے لکھتے ہیں) از حضرت اعلیٰ (عالمگیر) مونگیر را با صوبۂ بہار کہ ہمیشہ محمد شجاع آرزوی آن داشت و میسر نمیشد ضمیمہ ولایت بنگالہ با قطاع او مقرر کردہ فرمان حضرت اعلیٰ (عالمگیر) و ملاطفت نامۂ خویش متضمن ولایت مذکور مصحوب محمد میرک کرزدار فرستادند و ضمیمہ مضمون عاطفت نامہ نمودند کہ

بالفعل آن ولایت را متصرف شود بعد از اتمام کار دارا شکوہ چون رایات عالیات بمستقر الخلافت معاودت
کند مطالب و مدعائے کہ داشتہ باشد اظہار نماید در حصول آن کوشش بکار خواہد رفت۔ محمد شجاع از
رسیدن محمد میرک و ظہور این عطیہ مسرور شدہ در بیرون تنگ جید و تہنیت نامہ مشتمل بر اسم مبارکباد صحوب
محمد تقار بجناب بدالارسال داشت و خود از اکبر آباد کہ حالا نشین بنگالہ است پٹنہ آمد چون عقل
معاملہ دان نداشت وسہ ودا الذریان نمیرالت بعد تصرف بر صوبہ بہار و استماع توجہ رایات جہان
بسمت پنجاب متعاقب دارا شکوہ و تصور این معنی کہ اتمام این مہم بزودی متصور نیست و خالی بودن تخت گاہ
از موکب جلال و اغوائے خوشامد گویان واقعہ طلب در طمع افتاد و در اواسط صفر کہ رایات اقبال در
پنجاب بود فرصت یافتہ بجانب الہ آباد روانہ گردید۔ بعرض اقدس (عالمگیر) رسید کہ محمد شجاع باغوائے
محمد دارا شکوہ اندیشہائے باطل بخود راہ دادہ در بنگالہ افواج فراہم آوردہ و اسباب پیکار سامان
کردہ بعزم جہاد روانہ شدہ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) بارادہ جنگ لشکرے فراہم آوردہ
(شجاع) از سمت بنگالہ کہ صوبیداری آن ولایت بدو تعلق داشت نہضت فرمود و عالمگیر آن
خبر شنیدہ بعزم دفع او (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل ص ۲۶۶) حضرت بادشاہ (عالمگیر)
بدریافت این حال بجہت تعاقب و دفع دارا شکوہ حرکت نمودند و بکوچ ہائے طولانی شہر ملتان را
مضرب قیام دولت ساختند۔ مقارن این حال خبر شورش مرزا شجاع و حقیقت قرب وصول او باطراف
دار الخلافت مقروع سمع بندگان حضرت گردید (ص ۱۰۹ گلستان ہند تتمہ دفتر دوم کنور درگا پرشاد)
الغرض شکست کھا کر ارکان کی طرف فرار ہوا۔ اور وہیں مر گیا۔

مُراد

مراد نے اعلان سلطنت کیا اور عالمگیر کو برابر ابھارتا رہا۔ عالمگیر اوس کو روکتا رہا
چنانچہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات
شاہجہان) تردد دارند بہ خود معقول نمی تواند کرد بہر حال چون ہر چہ بعد از تیقن این معنی بایستی کرد
بہ فعل آمدہ برگشتن از امکان ندارد۔ (پھر لکھتا ہے) مخلص را سوائے اجازت آن صاحب
مہربان مانعے نیست (پھر لکھتا ہے) اگر آن صاحب مہربان نیز از آن طرف متوجہ شود بہتر و

الاخلاص بہیچ وجہ درین باب توقف بخود قرار نمی تواند داد (فیاض القوانین) ان حوالون سے صاف ظاہر ہے کہ عالمگیر رو کتا ہے کہ باپ زندہ ہے مگر مراد نہیں رکتا پھر عالمگیر نے لکھا کہ باپ زندہ ہے اور صحت کے آثار ہیں۔ آپ کو کوئی ناگوار حرکت نہ کرنی چاہئے۔ اسکے جواب میں لکھتا ہے۔ اگرچہ اندراج یافتہ کہ تا مآل خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (وفات شاہجہان) بجا نرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب پیرایۂ اخفی مناسب نمی نماید (پھر لکھتا ہے) کہ از تقاریر جاسوسان معتبر بہ یقین پیوست کہ مدار اسطرلاب شہر دی حضرت (شاہجہان) بہ ہنگام موعود (موت) رسید (پھر لکھتا ہے) بہر تقدیر با استقلال خبر رسیدن وقت متابعت از دست دادن و بہ گفتگوے ارباب عناد بازماندن بہ اطاعت اوکہ اصلا طبیعت بہ آن باید کردن است طمعی ایں ہمہ مقدمات آنکہ قرار بر کار خود را بر ہمارہ جنگ کرده شد ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار است و سوائے این فکر دیگر ندارد و ہمیراہ اولی فاطر نمی گردد و اگر انتظار آن صاحب والا قدر مانع نمی بود تا مآل خود را با ان نواحی میرساند (فیاض القوانین) (پھر لکھتا ہے) چون آن صاحب والا قدر درین وادی متردد خاطر بوده درکار بائے ضروری آن وقت را (روانگی بجانب دار الخلافہ) موقوف بہ تشخیص خبر (وفات شاہجہان) می دارند ہرچند روزے میگزرد مخالف (دارا) قوت واستقلال دیگر میگیرد (فیاض القوانین) ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ عالمگیر باپ کا مناسب رتبہ شناس اور امن و امان کا خواہان تھا اور عالمگیر کو مراد بار بار ابھارتا تھا۔ عقل سلیم اس طرف بسہولت رہبری کرتی ہے کہ ایسے نیک نہاد آدمی نے جو کچھ بھی کیا ہوگا مجبور یا دل ناخواستہ کیا ہوگا۔ ایک متعصب ...... عالمگیر نے قرآن کا حلف کرکے مراد کو یقین دلایا تھا کہ میرا ارادہ سلطنت کرنیکا نہیں ہے تو مکہ شریف کو چلا جاؤنگا۔ جو کچھ کرتا ہوں تمھارے واسطے کرتا ہوں۔ اس متعصب نے یہ نقرا ستد شرم کو بالائے طاق رکھ کر گھڑے ہونگے کیونکہ اس پر مراد اگرچہ کم عقل تھا مگر پاگل نہ تھا جو یہ یقین کرتا کہ درویش تارک الدنیا میرے واسطے ایک مجھ جیسے عزیز سے کیون خون خرابہ کرتا ہوگا۔

نہ مطالعہ کرنیوالے ایسے احمق ہیں جو استدر لغو قول پر کان دھر سکیں۔ ہان اُن کا ذکر نہیں جنکی آنکھون پر تعصب کی سیاہی چھا گئی ہے۔ مراد کی تحریرات سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی معاہدہ ہوا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔" از معہودات فیما بین است (فیاض القوانین) قرار یافتہ کہ ثلث از غنائم نصیبۂ سلطان (مراد) و ثلثان بہ سرکار فیض آثار (عالمگیر) عاید گردد

بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحب قران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و
ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی (مراد) تعلق گیرد بعد آنجناب در ولایت مذکورہ علم سلطنت
برافرازند و آن سرزمین را بکرسی فرمانروائی بنوازند - و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد (واقعات عالمگیری)
چنانچہ اس معاہدہ کے ایفاء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لک روپیہ
نقد بطور امداد ارسال داشتہ پیغام کردند کہ بالفعل این مبلغ را بضرورت ناصیہ خود و سپاہ صرف
نمایند بعد ازان کہ بآن برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثے از غنائم بہ سرکار ایشان عاید گردد و
تتمہ بخواہد رسید - انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام مہم دفع دارا شکوہ ولایت پنجاب و
کابل و کشمیر با آن مسند آرائے سلطنت و جہانداری ارزانی خواہد شد (واقعات عالمگیری) عالمگیر
سے نصف تقسیم ملک وہاں لینے کا سوال کیا (مراد) عالمگیر جواب لکھا کہ ابھی جنگ باقی اور
بادشاہ زندہ ہیں اور دارا شکوہ کی طرف کار باقی ہے۔ اسوقت یہ گفتگو مناسب نہیں۔ وہ بھی کے
بعد یہ کام کیا جائیگا۔ (تحفۃ التواریخ بنسی لال صفحہ ۱۸) دارا سے جنگ میں جب مراد زخمی ہوا تو
عالمگیر نے اسکی تیمارداری نہایت محنت سے کی۔ اگر عالمگیر کا ارادہ برا ہوتا تو وہ موقع بہت
آسان و بہتر تھا۔ کنبوہ دیگا یہ شہادت لکھتے ہیں (عالمگیر) بسلطان مرادبخش کہ داد شجاعت دادہ
زخمہا برداشتہ بود تلطف بے شمار ظاہر ساخت و دلداری و غمخواری او بسیار از بسیار فرمود
(گلستان ہند تتمہ دفتر دوم صفحہ ۲۳)

دارا پر فتحیاب ہونے سے مراد کے ذہن میں یہ سما گیا تھا کہ فتح کا باعث میں ہوں اس لئے
اس نے اپنا نیا داؤں اختیار کیا۔ فوج کی تنخواہیں بڑھائیں۔ اور عالمگیر کے افسروں اور
سپاہیوں کو انعام و اکرام سے اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ عالمگیر اوس کی اس روش سے
کھٹک گیا۔ اور اوسکو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ (واقعات سندلی رام -) درین منزل بعرض
باریافتگان محل والا رسید کہ سلطان مرادبخش از اکبرآباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت
و جمعے از ملازمان شاہ (عالمگیر) مثل ابراہیم خان ولد علی مرادخان و امیر الامرا وغیرہ ملازمت
آنجناب (مراد) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند۔ و چون مواجب و مناصب
دہ بیست و دہ پانزدہ مقرر کردہ جمعیتے کہ بدان رجوع آرند رعایت کلی می فرمایند قریب
بیست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہربین صورت پرست کہ از
سر منزل معنے و حقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب و چشم رعایت از

اردوئے معلی (لشکر عالمگیر) جدا شدہ بہ آنجناب (مراد) می پیوندند و جمعیت سپاہ مشار الیہ آناً فآناً سمت ازدیاد می پذیرد (عاقل خان) و در صدد تفرقہ لشکر دیدہ (مراد) بعضی از امرائے ناعاقبت اندیش را بانواع استمالت بخود کشیدہ باضافۂ مناصب و خطابہا سرفراز ساخت و اسباب شورش و سرکشی سرانجام دادہ خیالات فاسد را بخود راہ داد (آگے لکھتے ہیں) اور (مراد) از اکبرآباد برآمدہ عقب لشکر فیروزی (عالمگیری) می آید و در کمین فرصت انتظار می بود (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

الغرض عالمگیر نے مراد کو گرفتار کر کے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔ مراد نے چند بار بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر مراد پر دو سید زادوں نے اپنے باپ کے بیگناہ قتل کر نیکا دعوے کیا۔ قاضی گوالیار نے خون ثابت ہونے پر قصاص کا حکم دیا۔ لالہ سبحان سنگھ لکھتے ہیں۔ علی نقی خان دیوان سرکار خود را کہ از نقی مانع بود بدون صدور تقصیر بدست خود کشت (خلاصۃ التواریخ) لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اور علی نقی خان دیوان اپنے کو ساتھ تہمت نفاق کے قتل کیا۔ (مراد) (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۸۱) کنور درگا پرشاد نے گلستان ہند میں صفحہ (۱۰۶) سے (۱۰۷) تک نہایت تفصیل سے مراد کے علی نقی خان کو بیقصور اپنے ہاتھ سے قتل کرنیکا قصہ لکھا ہے مسٹر جارج ابن کننگ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے مگر اپنا متعصبانہ الہام بھی شریک کر دیا ہے لکھتے ہیں ایک ایسا لڑکا تلاش کیا (عالمگیر نے) جسکے باپ کو مرزا مراد نے گجرات کی حکومت کے زمانہ میں قتل کیا تھا۔ اسکو سمجھایا کہ تو مراد پر خون کا دعوی پیش کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس مقدمہ کی تحقیقات کے بعد قصاص کا حکم ہوا (ہسٹری آف انڈیا) صاحب بہادر کا اس سے یہ مطلب ہے کہ عالمگیر نے مراد کے قتل کا بہانہ تلاش کیا۔ لیکن اس پر یقین کوئی احمق ہی کریگا مراد عالمگیر کی قید میں تھا۔ اور بھاگنے کی بار بار سعی کرتا تھا۔ عالمگیر کو اُس کا قتل کرنا۔ یا کسی دوسری طرح مروا ڈالنا کیا مشکل تھا جو اس قدر دور دراز اختیار کی۔ اور اگر مسٹر مذکور کی رائے کو صحیح بھی مانا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اسلامی مساوات و انصاف اسکو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی شخص بزعم سلطنت کسی غریب کو بیقصور قتل کر دے جو قتل کریگا وہ قتل کیا جائیگا۔ اور ہر منصف کا فرض ہے کہ ایسے ستم رسیدہ کو تلاش کر کے اسکا انصاف کرے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مراد نے بے قصور علی نقی خان کو قتل کیا۔ مراد کی گرفتاری پر اُس کے دو بیٹوں نے دعویٰ کیا۔ عالمگیر نے بھائی کو بچانا چاہا۔ اور مدعیوں کو خون بہا کا لالچ دیا ایک تو

راضی ہو گیا دوسرا راضی نہ ہوا۔ آخر مراد قتل کیا گیا۔ خافی خان کا باپ مراد کا معتمد تھا اور اُس نے بجمالت قید چند بار مراد کو بھگانے کی سعی کی۔ پس اس معاملہ میں خافی خان سے عالمگیر کی طرفداری کی امید نہیں ہو سکتی۔ خافی خان اس واقعہ کے متعلق اس طرح لکھتا ہے چون پسر کلان از دعوئے خون پدر ابا نمودہ بادشاہ قدرداں (عالمگیر) از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حال او شدند (منتخب اللباب) اگر عالمگیر کو قتل کرانا منظور تھا تو دعوے سے دست بردار ہونیوالے پر مہربان ہونے کی کیا وجہ تھی۔ طلب قصاص کرنے والے پر مہربان ہوتا۔

شاہجہاں کے بیٹوں کے متعلق مورخین کی رائیں

دارا کے متعلق مورخین کی رائیں

مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا۔ (تاریخ ہند سدا سکھ لال) ناتجربہ کاری و نازبرداری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا (شاہجہان)۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ۱۰۲) دارا شکوہ بہت نیک تھا مذہب اسکا بیدانت تھا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) دارا ایک عالی منش شخص تھا۔ مگر اُس کے مزاج میں خشمناکی اور عجلت از حد تھی۔ (تاریخ ہند ہنٹر)۔ دارا نیک مزاج جلد باز مغلوب الغضب خود پسند فیاض ہندو مذہب کا دلدادہ تھا۔ (واقعات ہند تلسی رام) مگر با این ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خودرائے تھا۔ اُس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کر سکتا ہوں اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے۔ وہ اُن لوگوں سے جو اُس سے

ڈرتے تھے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُمرا کے دل بجز خواہ بھی اُس کے بھائیوں کے پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اپنے آپ کو آگاہ نہ کرسکتے۔ وہ دوسروں کو جھڑکنے میں بڑا تیز تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے امرا کو بھی بُرا بھلا کہہ بیٹھتا۔ اور اُن کی ہتک کر ڈالتا تھا لیکن اُس کا غصہ اور بدمزاجی آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر صاحب دارا شکوہ)

شجاع کے متعلق مورخین کی رائیں

شجاع ایک عیاش آدمی تھا (تاریخ ہند ہنٹر) عقل معاملہ دان نہ داشت و سود درا از زیان نمی دانست (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) شجاع عیاش شراب خوار خودرائے خوشامد پسند فضول خرچ کم علم شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا (واقعاتِ ہند تلسی رام) شجاع شرابی اور عیاش (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد)

مراد کے متعلق مورخین کی رائیں

مراد جو نقد شعور سے تہیدست تھا (عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد کچھ بیوقوف سا گِنا جاتا تھا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) مراد دلیر ناعاقبت اندیش۔ شراب خوار۔ کم عقل آزار رسان مسرف کم علم تھا (واقعات ہند تلسی رام)

عالمگیر کے متعلق مورخین کی رائیں

اورنگ زیب تیز اور دور اندیش حکمتی۔ مطلب کا یار اور ظاہر میں بڑا کٹر مسلمان تھا۔ (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) بقتضائے دانش جبلی و فراست فطری اصلا از جادۂ عدہ و ہوشمندانہ سر رشتۂ تحمل و استقلال بدست آوردہ (گلستان ہند کنور درگا پرشاد) خدیو قدسی نژاد عالمگیر در آنجا کہ علم و وفا و وسعت و حوصلہ و کمال متانت و دانائی در ذات والا نہاد آنحضرت است (لب لباب تاریخ رائے بندرا بن) عالمگیر بہادر سادہ چلن مدبر جنگ زرس ذی علم چالاک دور اندیش متعصب مسلمان تھا (واقعات ہند تلسی رام) محققین کی ان روایتوں پر نظر کر کے اہل نظر انصاف کریں کہ بادشاہت کی اہلیت کس میں تھی۔

نمبر (۳)

اورنگ زیب نے انصاف درداری کے ساتھ سلطنت کی وہ کسی پر ظلم وستم روا نہ رکھتا تھا۔ (واقعات ہند تلسی رام) اگر کہیں فوج روانہ کرتا تو اوس کے ساتھ دو افسر مقرر کرتا ایک ہندو دوسرا مسلمان (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) بعد چناں قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار ہندو و یک مسلمان مقرر شود (فرشتہ) الگزنڈر ڈاو لکھتے ہیں۔ اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں تو مسلمانوں کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اس نے غیر مذہب کے لوگوں پر سختیاں نہیں کیں (تاریخ ہندوستان جلد سوم) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازموں کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر ملازم ہیں اس علت میں برخاست کیا جائے کہ وہ آتش پرست ہیں اور ان کی جگہ کسی معتبر تجربہ کار مسلمان کو مقرر کیا جائے۔ عالمگیر نے اس عرضی پر حکم لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں۔ اور نہ ان معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے (پریچنگ آف اسلام) لالہ شیام داس لکھتے ہیں۔ عالمگیر کے ارکان دولت و اعضائے حکومت مسلمان ہی نہ تھے ہندو بھی تھے۔ اور بکثرت تھے۔ عالمگیر نے سلطنت کے ہر ایک اہم اور اعلیٰ شعبہ میں ہندوؤں کو افسر بنا رکھا تھا۔ اورنگ زیب کے عہد میں راجہ گردھر رائے مالوہ میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا وہ دس برس برابر مرہٹوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور مالوہ میں انکا قدم نہ جمنے دیا۔ نظام الملک مالوہ و گجرات میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا اورنگ زیب نے

اوس سے مالوہ کی صوبیداری چھین کر گردھر رائے کو وہاں کا صوبیدار مقرر کیا۔ (رسالہ دہرم ہیرے عبرت نے مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں نقل کیا) راجہ جے سنگھ رائے سنگھ کنور لعل سنگھ منوہرداس مشیر تھے۔ کب رائے برہمن سندر برہمن معتمد خاص تھے (واقعات ہند تلسی رام) اورنگ زیب کی فوج میں کثرت سے راجپوت تھے جو آخر دم تک اوس کے ساتھ رہے چنانچہ مہم دکن کے ذکر میں مرقوم ہے۔ راجپوت ملک جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو ستردات نمایاں روئے کار آوردند (فرشتہ)

اورنگ زیب کی ہندو نوازی

شاہزادہ معظم کی شادی ہندو راجہ کے یہاں کی۔ لچھمی نرائن لکھتے ہیں صبیۂ راجہ اودے سنگھ کہ بشرف اسلام رسیدہ در محل تربیت یافتہ بود بہ شاہزادہ معظم ازدواج شد (خلاصۃ الہند) متھرا کے قریب بلدیوجی کا مندر ہے اسکو جاگیر دی۔ مندر بدہ گیا کو جہانگیر نے جاگیر دی تھی اورنگ زیب نے اس کی توثیق کی (واقعات ہند تلسی رام) ضلع سیتاپور میں مصرکہ ہندوؤں کا ایک مشہور معبد ہے۔ مصرکہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جس کے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازاں جملہ چند مواضع ابتک مہنت موصوف کے قبضہ میں ہیں۔ بین مضافات متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیوجی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤں عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں۔ (مضمون بابو رام نرائن منیجر ریاست رام نگر دہرٹی مندر یہ ہمدم ڈسمبر سنہ ۱۹۲۴ء) خانہ پور (متصل بیدر۔ دکن) کے مندر کو جاگیر دی دہرودن کے گرودوارہ گرورام رائے کو جاگیر دی (واقعات ہند) راجہ رتن سنگھ (اس کو شاہجہان نے جاگیر دی اس نے اپنے نام پر رتلام آباد کیا) کے بیٹوں میں جھگڑا ہوا۔ چھوٹے نے بڑے کو نکال دیا۔ اور خود تخت پہ قابض ہوگیا۔ بڑا لڑکا عالمگیر کے پاس فریاد لیکر آیا۔ عالمگیر نے

منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد ۷ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء) خاکسار مصنف بقلم خود

۴ شاہان اسلام نے ہم ہندوؤں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اوسکا ثبوت اسمالہ میں ایک بڑا تالاب اور مندر ہے جسکی زمین خود شہنشاہ اورنگ زیب کی عطا کردہ ہے جو اورنگ زیب والا تالاب مشہور ہے اور جسکا کنارہ آج ...

اسکو جدا گانہ پرگنہ ستیا مئو مالوہ میں عطا کیا جہاں آج تک اس کی اولاد حکمران ہے۔ (واقعات ہند تلسی رام) عالمگیر کا ایک فرمان منگل پانڈے نے سنہ ۱۹۰۵ء میں ایک مقدمہ میں مجسٹریٹ بنارس کی اجلاس میں پیش کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر ڈی۔سی کلاٹ نے کیا اور اس کا مفصل تذکرہ مسٹر نریخین سین بی۔اے۔ال۔ال۔بی کی کتاب نگوبلی سٹی بنارس میں ہے۔ اس کا فوٹو رسالہ اشاعت اسلام لاہور نے جون سنہ ۲۵ء میں شائع کیا اور پیسہ اخبار لاہور جولائی سنہ ۱۹۲۶ء میں اسکا اردو ترجمہ درج ہوا یہ فرمان ابوالحسن حاکم بنارس کو سلطان محمد بہادر کی معرفت شہنشاہ اورنگ زیب نے بھیجا۔

وھو ھذا

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اس کے گرد و نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جنکا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ مورخہ ۲۵ رجمادی الاول سنہ ۱۰۶۵ھ"

اورنگ زیب کے ہندو عہدیداروں اور منصب داروں کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو جائے۔ یہ مختصر کتاب اسکی متحمل نہیں ہو سکتی یہ فہرست مخالف و موافق کتب سیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر جہانگیر شاہجہان تینوں کے دربار سے زیادہ اورنگ زیب کے دربار میں ہندو جمع تھے۔ ساہوجی نبیرہ سیواجی (ہفت ہزاری) کالتوجی قلعدار ستارہ (شش ہزاری) سمبھاجی پسر سیواجی۔ تیتاجی۔ راجہ بھیم سنگھ۔ اچلاجی۔ سوبھان قلعدار ستارہ۔ بھاکو (پنجہزاری) اودے سنگھ قلعدار کھلنا (سہ ہزاری و پانصدی) اندر سنگھ۔ راجہ مان سنگھ۔ مجسٹریٹ مانڈل پور۔ باسدیو۔ جکیادیسکھ نصرت آباد۔ درگداس (سہ ہزاری) راجہ اودیت سنگھ مجسٹریٹ ایرج۔ رامچندر تھانیدار کھنالون (دو نیم ہزاری)۔ میدنی سنگھ۔ ارجوجی بسا در سیواجی۔ مانکوجی۔ راجہ کرن۔ (دو ہزاری) بہادر سنگھ۔ شیو سنگھ قلعدار راہیری (یک و نیم ہزاری)۔ بشن سنگھ۔ روپ سنگھ

(یک ہزاری) راجہ کلیان سنگھ (نہ صدی)۔ یہ فہرست مختصر ہنود منصبداروں کی خاص خاص والیان ملک و افسران و مشیران سلطنت کے علاوہ ہے۔

راجہ جسونت سنگھ جنرل و صوبہدار کابل۔ ماندھاتا کمانڈنگ افسر۔ راجہ جے سنگھ روپ سنگھ۔ کنور لال سنگھ۔ راجہ بھگونت سنگھ ہاڈا۔ راجہ دیبی سنگھ بندیلہ۔ منوہر داس۔ (لفٹنٹ جنرل) سبحان سنگھ۔ ماروجی۔ راگھوجی۔ پتنگ راؤ (کرنل) نیتاجی۔ رستم راؤ۔ بسونت راؤ۔ راجہ بشن سنگھ (ہجر) انوپ سنگھ قلعدار سکر۔ رائے رایان کوک سنگھ مصاحب شہزادۂ اعظم۔ کشور داس قلعدار شولاپور۔ دیوان رگھوناتھ وزیر مال (ماخوذ از مآثر الامرا وواقعات ہند و تاریخ ہند)

جب عالمگیر تخت نشین ہوا سیواجی نے معافی چاہی اوس کو معاف کر دیا۔ اور اُس کا ملک بحال رکھا۔ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر نے معافی چاہی اوس کو معاف کیا۔ راجہ کرن کو معاف کر کے خطاب و دو ہزاری منصب عطا کیا۔ سیواجی کے داماد مہداجی کو جاگیر دی دسہرے کے دن راجہ جے سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت عطا کیا۔ میدنی سنگھ پسر پرتھی سنگھ کو دو ہزاری منصب اور پانچہزار نقد ایک ہاتھی۔ دس گائیں عطا کیں۔ مہاراجہ جسونت سنگھ نے بار بار مخالفت کی اور معافی چاہی معاف کر دیا۔ اور ایک لاکھ دام کی جاگیر عطا کی۔ رائے سنگھ راٹھور کو راجہ کا خطاب مع ایک لاکھ نقد و خلعت عطا کیا۔ راجہ رگھناتھ کو خطاب و خلعت و منصب و جواہرات عطا کئے۔ (ماخوذ از تاریخ ہند ابنسوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں بعض بعض مندروں کو جاگیریں بھی دیں۔ جاتریوں سے ٹکس موقوف کیا۔ (پیسہ اخبار ۷ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء) ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا۔ (تاریخ ہند) اورنگ زیب نے بڑی پاسداری راجہ جسونت رائے کی۔ اور منصب دوازدہ ہزاری عطا فرمایا۔ اور ایک جاگیر دی۔ (تواریخ ہند ملکہ ہند پنڈت کشن نراین مطبوعہ سنہ ۱۸۲۳ء صفحہ ۲۲) اورنگ زیب نے رانا راج سنگھ کو سرپیچ مرصع بھیجا۔ اور کنور لال سنگھ کو خلعت مع ایک عقد مروارید سرپیچ مرصع طرہ دیا۔ شش ہزاری منصب اور دو کروڑ دام کا ملک (دو کروڑ دام برابر پانچ لاکھ روپیہ رائج الوقت)۔ (تاریخ راج پرسینی دیبی پرشاد۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۷ء صفحہ ۳۶) رعیا نام ایک ہندو لڑکی کو جہانگیر نے پرورش کیا اور اوس کی شادی کر کے اوسکو جاگیر دی۔ اُسکے متعلق مہاراجہ سرکشن پرشاد لکھتے ہیں۔ ۔ ٹالی کو تا کی بھی ریاست ہے

نمبر (۴)

مُسلمانون پرزکوٰۃ قایم کی۔ ہندؤن پر جزیہ مقرر کیا۔ لیکن یہ جزیہ کی تعداد
ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے کوئی تبدیل مذہب پر مجبور ہو۔ اور غریبون سے جزیہ نہیں لیا جاتا
تھا۔ صرف اُن اہل دول پر تھا جو نہ ملازم سرکار تھے نہ فوجی خدمات ادا کرتے تھے۔ جادو ناتھ
سرکار لکھتے ہیں"۔ جزیہ کی تعداد اورنگ زیب نے ۳ ۱/۳ سالانہ سے ۱۳ ۱/۳ تک مقرر کی تھی۔ اس
سے سرکاری ملازمین۔ مذہبی لوگ محتاج۔ پیشہ ور مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب) اگرچہ یہ
محصول کچھ بارگران نہ تھا بدین وجہ کہ آمد فی فیصدی یہ بحساب ۲ /۱ مقرر تھا۔ اور اندھوں
اور لنگڑون اور غریبون کو معاف (ٹاڈ راجستان مصنفہ مسٹر ٹاڈ)۔ یہ جزیہ اتنی قسم کے محصول
معاف کرکے لگایا گیا تھا۔ تلسی رام لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے سرشماری۔ برشماری۔ جنگی۔ باندری۔
برگندی۔ طوغانہ۔ شکرانہ وغیرہ وغیرہ بہت سے محصول جو پہلے سے رائج تھے معاف کیے (واقعات
ہند و تاریخ ہند) پس رقومات سوائی راکہ محاصل آن از لکوک متجاوز بود حکم معافی فرمود (آگے
لکھتے ہیں) محصول اہل حرفہ۔ حاصل عمدہ راہداری (عبور ریل) محاصل عرس بزرگان و
جاترہ ہنود و معابد و تیرتھ و بازار و محصول مسکرات و میخانہ و قمار خانہ و جرمانہ و شکرانہ و ابواب
فوجداری و چہار بھنیٹ (صـ ۱۹۳ گلستان ہند کنور درگا پرشاد تتمہ دفتر دوم) پہلے یہ دستور تھا
کہ جو سردار مرتا اس کا مال ضبط ہوکر داخل خزانۂ سرکار ہوتا۔ یہ دستور بھی موقوف کیا۔ نیز
سرداران سے گرانقدر نذرانے و تحائف لیے جاتے تھے وہ بھی معاف کیے۔ ہندؤن کو محصول
جاترا معاف کیا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ ادا
سرکار معلیٰ نہ باشند۔ از اعقاب آنہا کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق ضبط می
نمودند این معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا و جیران می شد عفو فرمودند (مآثر عالمگیری)
زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے کوئی مسلمان مولوی ہو یا صوفی عورت ہو یا مرد مستثنیٰ
نہیں۔ اس کے لئے صاحب دول ہونا بھی شرط نہیں۔ بس باون تولہ چاندی اس کا نصاب
ہے۔ کل مال کا چالیسوان حصہ سالانہ زکوٰۃ ہوتا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کرکے مسلمان جنگی خدمات سے
مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ نہ زرِ زکوٰۃ اوس کو کسی صورت میں واپس مل سکتا ہے۔ جزیہ کی رقم

اگر بوجہ نقص حفاظت ذمی کا نقصان ہو جائے تو واپس دینی پڑتی ہے اور جزیہ دینے والا جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ غربا و مذہبی لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے جزیہ غیر مسلمو کے لئے رحمت ہے نہ زحمت۔

یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی رعایا کو کامل آزادی دے رکھی تھی۔ اور وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اُس نے بعض میلے اور مدارس بند کئے۔ لیکن وہ میلے اور مدارس کیا تھے۔ پولیٹیکل اکھاڑے یا سازش گاہیں یا مرکز مفاسد۔ برہان پور میں محرم کے تابوت کے جلوس پر جھگڑا ہوا۔ عالمگیر نے آئندہ کیلئے تابوت کا جلوس بند کرنیکا حکم دے دیا۔ بعض سرکش ہندوؤن نے ایسے مدارس قایم کئے تھے جن میں تعلیم کی آڑ میں سلطنت کے خلاف طلباء کو تیار کیا جاتا تھا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کے لئے اُس نے بعض میلے بند کئے جس میں ہندو مسلمان دونون کے جلوس شامل تھے۔" (آگے لکھتے ہیں) دارا شکوہ اور سلاطین دکن کے خیر خواہون نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کیں جنکے مہتمم ہندو تھے۔ اور ان میں ہندو مسلمان دونون قومیں تعلیم پاتی تھیں اس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خاص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ (پیسہ اخبار ۲ ڈسمبر سنہ ۱۹۲۶ء) ایک ایسا سازشی گروہ پیدا ہوا جسنے سلطنت میں بدامنی پھیلانے کے مختلف طریق اختیار کئے۔ اوّل اُسنے چند مذہبی جلوس پیدا کئے تاکہ امر جدید پر نزاع ہو (جسطرح آجکل آریون نے نگر کیرتن کے جلوس شروع کئے ہیں اور جابجا فساد ہو رہا ہے) پہلے پہل برہان پور میں محرم کے جلوس پر بلوہ ہوا۔ دوسرے چند مدارس ایسے قایم کئے جس میں مذہبی تعلیم کی تہہ میں بغاوت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان میں ہندو مسلمان دونون شامل تھے۔ کنور لال سنگھ کی تحقیقات و مشورہ کے بعد بادشاہ نے ان جدید میلون اور جلوسون اور مدرسون کو بند کرنیکا حکم دیا (واقعات ہند تلسی رام۔)

اوپر کے حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے میلے مدارس وغیرہ سیہ کاری کے مرکز تھے۔ پس اورنگ زیب جیسا متدین سلطان اس قسم کے امورات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور کوئی بھی سلیم الطبع شریف اس قسم کے مقامات کو قایم رکھنے کی رائے نہیں دے سکتا۔ اس زمانہ میں بھی بعض ہندو مدارس کے متعلق ایسا ہی تجربہ ہوا ہے چنانچہ الامان بحوالہ ہندو اخبار پرکاش لکھتا ہے کہ "ایک ہندو گرلز سکول کے متعلق طبی معائنہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک ثلث لڑکیاں بحالت ناکتخدائی حاملہ ہیں" (اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء)

مہاشو! انصاف کرو ایسے مدارس قایم رہنے دینے چاہئیں۔ آجکل ہندو اخبارات اور ہندو اہل قلمی شہروں کے کیسے کیسے شرمناک واقعات کو غلط الزام کر رہے ہیں۔ اور چند مشہور آشرموں کے مہتمم کیسے کیسے سنگین و ناپاک جرائم میں سزایاب ہوئے۔ اسلامی تہذیب ایسے آشرموں کو ایک منٹ بھی قایم نہ رہنے دیتی۔

نمبر (۶)

مہاراجہ جسونت سنگھ

ہندو فاضل مسٹر بی ایل کپور رقمطراز ہیں جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں حضرت اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سد راہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نہ مانا۔ عالمگیر پر چتر شاہی سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔
شجاع سے جب معرکہ ہوا تو عالمگیر نے فوج کا افسر جسونت سنگھ کو مقرر کیا۔ پچھلے پہر دفعتاً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا۔ اور اس کی فوج نے شاہی اسباب و خزانہ پر دست درازی کی۔ چند روز کے بعد جب جسونت سنگھ کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا۔ اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب و خطاب و جاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ جب اس کو دکن میں سیوا جی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ جسونت سنگھ نے اس ہی پر

اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب
رکھتا تھا۔ اور اس مہم میں اس کا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اوس نے نمک حرامی
سے انکار کیا (اخبار نور قادیان ۱۹۲۶ء) یہی مضمون تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات
ہند تلسی رام میں ہے جب جسونت سنگھ نے شجاع کے معرکہ کے وقت غداری کی تھی تو رام
سنگھ راٹھور اور مہیش داس نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا۔ پھر ان دونوں نے معافی چاہی
عالمگیر نے معاف کر دیا۔ (واقعات ہند تلسی رام) دکن میں سیواجی کے معرکہ میں جب
جسونت سنگھ سے بے وفائی کا اظہار ہوا تو پھر معافی خواہ ہوا بادشاہ نے معاف کر دیا اور
اوسکو کابل کا صوبیدار مقرر کر دیا تاکہ وہان اس کو کوئی ذریعہ غداری کا میسر نہ آئے۔
(واقعات ہند تلسی رام)۔ اورنگ زیب نے تخت نشین ہوتے ہی رئیس آمیر کی معرفت
جسونت سنگھ کو پیغام معافی بھیجا۔ اور شجاع کے مقابلہ کے واسطے فوج طیار ہوئی تھی اوس
میں شامل ہونیکے واسطے طلب کیا۔ جسونت سنگھ نے بارادۂ انتقام (شکست دارا شکوہ)
فوراً منظور کر کے شجاع کو اپنی تجویز سے مطلع کیا۔ بمقام کھجوہ کہ الہ آباد سے بیس میل شمال
میں ہے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ راٹھور سواروں نے فوج ماتحت شہزادہ محمد پر
پیچھے سے حملہ کیا۔ اور بہت قتل و خونریزی کر کے لشکر شاہی کو لوٹ لیا۔ (آگے لکھتے ہیں)
دکن میں پہنچتے ہی جسونت سنگھ نے (عالمگیر کی طرف سے گیا تھا) سیواجی سے خط و کتابت
شروع کی۔ کہ بادشاہ کے نائب سایستہ خان کے مارنے کی تدبیر کرے۔ اورنگ زیب کو اس
سازش کی تحقیق خبر پہنچ گئی۔ مگر اس نے بہت ضبط کیا (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)
جب جسونت سنگھ مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اوس کے کارندوں نے اطلاع دی کہ دو
رانیاں حاملہ ہیں۔ پھر اطلاع دی کہ دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے حسب دستور
قدیم حکم دیا کہ ان بچوں کو حاضر دربار کیا جائے۔ مگر راجہ کے کارندے بغیر وصول حکم شاہی
و اجازت صوبیدار و حصول پروانہ راہداری ان بچوں کو لیکر چلدیے۔ دریائے اٹک پر
جب پروانہ راہداری مانگا گیا تو امیر البحر سے جنگ و جدل کی۔ فریقین کے آدمی زخمی ہوئے
راجپوتوں نے بہ جبر عبور دریا کیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع ان کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہو گئی
اس لئے جسوقت یہ گروہ دار الخلافہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقیم
ہوں۔ اور کوتوال اون کی نگرانی کرے۔ وہان سے راجہ کے کارندے بچوں کو لے کر

جودھ پور بھاگ آئے۔ اور راجہ اودے پور سے سلطنت کے خلاف اعانت طلب کی۔ چنانچہ
خافی خان لکھتا ہے۔ (بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہان او
ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر ہمان دو فرزند بہ اسم اجیت سنگھ و دلتھمن
داشت مع رانی با ہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند یا دستک و رضائے صوبیدار
حاصل نمایند روانہ حضور شدند۔ بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحری بعلت عدم دستک مانع
آمد۔ با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمع رسانیدہ بسر بجگی
عبور نمودند۔ بعد از انکہ نزدیک بہ دار الخلافہ رسیدند انچہ از اداہائے خارج سابق جسونت
غبار ملال در خاطر مبارک جا گرفتہ بود این شوخی راجپوتیہ علاوہ آن گردید فرمودند کہ
نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آیند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران
متعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بہ طریق نظر بند نگاہ دارند"
ان تمام واقعات اور اس شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ کے چھوٹے بچون یا بیوائون
وغیرہ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ تھا۔ نہ کوئی جدید حکم دیا گیا تھا۔ بلکہ حسب دستور قدیم ان کو
طلب کیا گیا تھا لیکن راجہ کے آدمیون نے جو جسارت کی اس کے متعلق غالباً تحقیقات وغیرہ
ہوتی۔ اور خلاف ورزی کرنے والے سزایاب ہوتے۔ اس ہی لئے اس گروہ کو نظر بند کیا گیا اور
یہی وجہ ان کے فرار ہونیکی ہوئی کہ ان کو اپنا انجام اچھا نظر نہ آیا۔ اس زمانہ میں قاعدہ تھا
کہ متوفی رئیسون کے خورد سال بچے سلطنت کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے تھے۔
اس ہی دستور کی موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچّون کو طلب کیا تھا۔ (حکم اقدس و
اعلیٰ صادر شد کہ دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہر گاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید
بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (مآثر عالمگیری) مغلون کے عہد میں جب
کوئی سردار مرتا تو اس کے خورد سال بچون کی پرورش و تربیت بادشاہ اپنی نگرانی میں
کراتے تھے (واقعات ہند تلسی رام) مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں " تیموریون کے دربار کا یہ
ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتا تو بادشاہ ان کو طلب
کرکے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا۔ اور شہزادون کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا
اس ہی اصول کے مطابق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچون کو طلب کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ انکو
دربار میں بھیجدو سن شعور کے بعد ان کو سب کچھ ملیگا۔ (اخبار نور ستمبر ۱۹۳۶ء) آج متعصب

یہ مشہور کر رہے ہیں کہ جسونت سنگھ کے لڑکے اس لئے طلب کئے گئے تھے کہ ان کو مسلمان بنا لیا جائیگا۔ جسونت سنگھ سے زیادہ سلطنت مغلیہ کا دشمن سیواجی تھا۔ جب سیوا کا بیٹا سنبھا گرفتار ہو کر آیا تو اس کا لڑکا ساہو ساتھ تھا۔ سنبھا کے بعد عالمگیر نے ساہو کو اولاد کی طرح پرورش کیا۔ نہ اس کو قتل کرایا نہ مسلمان بنایا۔ چنانچہ مسٹر جی۔ ایل کیور لکھتے ہیں "ساہو جی کو جب گرفتار کیا تو اس وقت میں اسکی عمر سات سال کی تھی۔ عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا اسکا خیمہ شاہی خیمہ کی برابر کھڑا کرادیا۔ اسکو ہفت ہزاری منصب اور خطاب نوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قائم رکھا (اخبار نور ستمبر ۱۹۲۶ء) صاحب مآثر الامراء بھی اسی طرح اس واقعہ کو لکھ کر لکھتے ہیں کہ عالمگیر کے بعد ساہو نے علم بغاوت بلند کیا لیکن اسکے احسان کا اس قدر پاس ضرور کیا کہ سب سے پہلے اس کی قبر کی زیارت کو گیا۔ جسونت سنگھ کے متعلق الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ جسونت سنگھ لالچی تھا۔ (تاریخ ہند)

سیواجی

سیواجی کے اجداد میں ایک شخص مالوجی تھا۔ جس کو حضرت شاہ شریف رحمتہ اللہ علیہ (احمد نگر میں مزار ہے) سے عقیدت تھی۔ اسی وجہ سے مالوجی نے اپنے بیٹوں کے نام شاہ جی (جو ساہوجی مشہور ہوا) اور شرف جی رکھے۔ مالوجی تحصیلدار دولت آباد کا ملازم تھا۔ ساہوجی سے تحصیلدار مذکور نے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اس وجہ سے ساہوجی کی رسائی دربار نظام شاہی میں ہوئی۔ جب نظام شاہ کی فوج نے مالوہ کو تاخت وتاراج کیا اور جہانگیر نے اس کے مقابلہ میں فوج بھیجی تو نظام شاہ کے فوجی افسروں میں ساہوجی اور اسکا خسر جادو رائے بھی تھے۔ جب جہانگیر نے اسکا بدلہ لینے کے لئے شاہزادہ شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے اپنے اصلی آقائے نعمت نظام شاہ سے برگشتہ ہو کر شاہجہان سے ملگیا اس صلہ میں اوسکو دربار مغلیہ میں پنجہزاری منصب ملا۔ اور بھی اس کے خاندان والونکو عہدے ملے پھر یہ سلطنت مغلیہ سے منحرف ہو کر نظام شاہ کے پاس پہونچا۔ نظام شاہ نے اس کو قتل کرادیا۔ ساہوجی بھاگ کر شاہجہان کے دربار میں آیا۔ پنجہزاری منصب خلعت

علم۔ نقارہ۔ اسپ۔ فیل۔ دو لاکھ نقد انعام پایا۔ اس کے علاوہ نظام شاہ کا وہ علاقہ جو
عنبر کی جاگیر میں تھا اور اُس کو افواج سلطنت مغلیہ نے فتح کر لیا تھا شاہجہان نے ساہوجی
کو جاگیر دیدیا۔ کچھ عرصہ کے بعد عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہوکر آیا تو شاہجہان نے اسکی
جاگیر ساہوجی سے واپس دلا دی۔ اسپر ساہوجی ناراض ہوکر والئی بیجاپور سے جاکر ملگیا۔
والئی بیجاپور نے اوسکو نوکر رکھ لیا۔ اور جاگیر دی۔ ساہوجی ایک لشکر لیکر حدود سلطنت
مغلیہ کی طرف بڑھا۔ شاہجہان نے شاہزادہ عالمگیر کو اوسکی سرکوبی پر مامور کیا۔ ساہو نے
شکست کھائی جب ساہو کا بیٹا سیواجی جوان ہوا وہ جاگیر کا انتظام کرنے لگا اور بہت سی
فوج جمع کرلی۔ اور سلطنت بیجاپور ہی کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا اور دبانا شروع کیا۔
اسپر والئی بیجاپور نے اس کے باپ کو قید کر دیا۔ سیواجی نے شاہجہان کے دربار میں رسائی
حاصل کی۔ شاہجہان نے اُس کو پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ اور والئی بیجاپور سے سفارش
کرکے اس کے باپ کو رہائی دلا دی۔ جب اورنگ زیب ایام شہزادگی میں دکھن کی مہم پر تھا
تو سیوا نے عالمگیر سے رسوخ پیدا کیا۔ عالمگیر نے اُس کے مقبوضہ ملک کی سند اوس کو بادشاہ
سے دلا دی۔ اس کے بعد سیوا نے سلطنت مغلیہ کے علاقہ پر تاخت و تاراج شروع کی عالمگیر
نے شائستہ خان کو اوس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ شائستہ خان نے اوسکو بھاری شکست
دی۔ سیوا پریشان ہوکر جیول و پایل (سورت کے نزدیک) کی طرف گیا اور ان بندرگاہوں پر
قبضہ کرکے حاجیوں کے جہاز لوٹنے لگا۔ عالمگیر نے راجہ جے سنگھ کو اوسکی سرکوبی پر مامور
کیا (یہاں تک واقعات تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام سے ماخوذ ہیں)
راجہ جے سنگھ نے اوس کو شکست دی۔ سیوا نے حاضر دربار ہوکر دست بستہ راجہ سے کہا بطریق
بندہائے ذلیل و مجرم رد بدین درگاہ آوردہ ام خواہی بہ بخش و خواہی بکش (خافی خان)
اس کے بعد سیواجی نے اپنے مقبوضہ پینتیس قلعوں میں سے تئیس نذر کیئے۔ اور درخواست
کی کہ اوسکا بیٹا سنبھا ملازمان شاہی میں رہے۔ اور وہ خود کسی قلعہ میں آزادانہ رہیگا اور
حسب الطلب امداد کے لئے حاضر رہے گا۔ اسپر دلیر خان جنرل افواج شاہی نے اپنی طرف سے
تلوار جمدہر دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیواجی کو عنایت کئے۔ راجہ جے سنگھ نے گھوڑا۔
خلعت ہاتھی عطا کیا۔ راجہ نے سیواجی کے بیٹے سنبھاجی کی دربار شاہی میں سفارش کی جو
منظور ہوگئی۔ جب سیواجی دارالخلافہ کی طرف چلا۔ اور قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ

پسر راجہ جے سنگھ و مخلص خان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ (سلیمان شکوہ کے استقبال کے لیے بھی رام سنگھ بھیجا گیا تھا۔ رام سنگھ کا منصب سہ نیم ہزاری تھا۔ اور راجہ جے سنگھ والئی جے پور و وزیر جنگ کا منصب پنج ہزاری تھا۔ سیواجی کے باپ ساہوجی کا منصب بھی شاہجہان کے دربار میں پنجہزاری تھا) جب سیواجی پہنچا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ پنجہزاری امراء کے قطار میں کھڑا ہو لیکن سیواجی نے پیٹ کے درد کا بہانہ کیا اور لیٹ گیا۔ لہٰذا فرودگاہ کو واپس کیا گیا۔ (واقعات ہند) چون بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل شدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارہ والا بر بساط قرب و منزلت باریافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود باہرائے نامدار دوش بدوش استاد (ماثر عالمگیری) دربار سے واپس جاکر سیواجی پھر سلام کو نہیں آیا۔ اس لئے مشتبہ ہوا اور اس پر پہرہ مقرر کرکے راجہ جے سنگھ کو اطلاع دی گئی (منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح داند معروض دارد تا بہ او معاملہ رود (ماثر عالمگیری) راجہ جے سنگھ نے صرف اس قدر لکھا کہ اسکا قصور معاف کیا جائے۔ (درین اثناء عرضداشت راجہ جے سنگھ رسید کہ باو عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است (ماثر عالمگیری) اس عرضی پر سیواجی کی نگرانی موقوف ہوئی۔ اور اوس کے بیٹے اور داماد کو پنجہزاری منصب عطا کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ بھی مراعات کی گئیں لیکن یہ ہمیشہ سلطنت کے خلاف سازش و بغاوت کرتا رہا۔ اور بھاگ کر دکن پہنچا اور صوبیدار دکن شہزادہ معظم کے ذریعہ سے بسفارش راجہ جسونت سنگھ پھر معافی چاہی (بعد رسیدن شاہزادہ بہ مہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خورد را می فرستم بہ منصب سرفراز شود پس از پذیرا شدن این معنی پسر مزبور را با پرتاب راؤ نامی کارپرداز جمعیت یکہزار سوار فرستادہ بود۔ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطائے فیل با یراق مرصع و نیول در صوبہ برار وغیرہ سربلندی یافت (ماثر الامراء)"

ان تمام واقعات پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیواجی کے بزرگون ہی لے کر اولاد تک سب سلاطین اسلام کے نمک پروردہ تھے۔ اور انہوں نے جس جس کا نمک کھایا اوس ہی کو آزار پہنچایا۔ بار بار بغاوت کرتے اور بار بار کر معافی چاہتے۔ شیردل سلاطین معاف فرماتے۔ لیکن یہ اپنی فطرت سے باز نہ آتے انجام یہ کہ غضب شاہی جوش میں آیا اورنگزیب

نے مرہٹہ سرداروں کا قلع قمع کردیا۔ سیوا۔ سنبھا۔ سنتا۔ دہنتا۔ رام۔ راجا کوئی بھی میدان میں نہ رہا۔ سب موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ ان فتوحات کی تکمیل پر قدرت نے شہنشاہ کا پیمانۂ عمر لبریز کردیا اگر اورنگ زیب دس پانچ برس اور زندہ رہتا یا اوس کو جہانگیر یا شاہجہان جیسے جانشین ملتے تو ہندوستان پر قیامت تک کے لئے پرچم اسلام نصب ہوجاتا۔ سنبھا کے بعد اوس کے بیٹے ساہو کے ساتھ جو شہنشاہ نے برتاؤ کیا اُس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ سنبھا کے قتل کے متعلق کنور درگا پرشاد بہادر لکھتے ہیں "چون سنبھا بحضور (عالمگیر) آمد و ہنگام بازپرس جوابہائے سخت و دشنام غلیظ دادن گرفت۔ بنابران بقتل رسید۔ اما ساہو پسرش کہ جوانے زیبا بود امان بخشیدہ مورد عاطفت بادشاہی نمودند و بخطاب راجگی مخاطب ساختہ قریب خیمہ خود جا دادند تا ہمیں جا پرورش یافتہ بسن بلوغ رسید (تتمہ دفتر دوم گلستان ہند صفحہ ۱۸۵)

سیواجی کے متعلق ہندوؤں کی عجیب کارستانی

پنڈت رام ناتھ بینکر پشاوری مقیم برلن لکھتے ہیں کہ ۱۶۷۳ء کے آخر تک سیواجی نے مہاراشٹر اور اوس کے مفصلات کو فتح کرکے اپنی قلمرو میں شامل کرلیا تھا لیکن چونکہ وہ مسلمان بادشاہوں کی نظروں میں ایک مرہٹہ جاگیردار کا باغی بیٹا تھا اس لئے وہ اپنی رعیت اور سپاہ سے حلف وفاداری نہیں لے سکتا تھا۔ اور نہ کسی عہدنامہ پر اپنی دستخط ثبت کرسکتا تھا اس لئے ان تمام کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنی تاجپوشی کی تجویز کی۔ ہندو بھی مدت سے اس مبارک گھڑی کے منتظر تھے جبکہ ایک ہندو چھتری ہی راجہ حکمران ہو لیکن ان تمام امیدوں کو پورا کرنے کے لئے ایک عجیب بات سدراہ تھی اور وہ یہ کہ سیواجی بھونسلا خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے آباؤ اجداد کاشتکار سمجھے جاتے تھے اس پیشہ کو شودروں کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ حل طلب سوال یہ تھا کہ ایک شودر کسطرح حکمرانی کرسکتا ہے۔ اس کے متعلق اطمینان حاصل کرنے کے لئے ضرورت پیش آئی کہ برہمنوں سے بیہ چھتری قرار دلوایا جائے۔ چنانچہ سیواجی کے منتری بالاجی آبوجی بنارس گیا اور وہاں کے مشہور پنڈت

گنگا بھٹ سے ملاقی ہوا۔ گفت وشنید کے بعد پنڈت مذکور نے اعلان کر دیا کہ سیوا جی چھتری کھشتری راجپوت ہے جو ہندو شہنشاہیت کو از سر نو زندہ کر رہا ہے (اخبار پارس لاہور سے الامان دہلی اکتوبر ۱۹۲۶ء میں نقل کیا گیا) " اس روایت کے ماخذ کا پتہ نہیں۔ اس زمانہ کے ہندو سیوا جی اور اس کے افعال کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس خانہ ساز روایت کی تکذیب لب اللباب (منتخب اللباب) کی روایت سے واضح طور پر ہوتی ہے۔ جو آگے نقل کی جائیگی۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سیوا جی کو یہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنیکی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ زمانہ قدیم میں بھی ہندو راجہ شودر گزرے ہیں جیسے راجہ نند۔ راجہ چندر گپت۔ راجہ بھیم ترمی وغیرہ۔ اگر یہ روایت سچ ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے ہندو سیوا جی سے خوش نہ تھے۔

سیوا جی کا اپنے آقایانِ نعمت کے متعلق اعلان

واقعات و تاریخی حوالوں سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ سیوا اور اس کے خاندان والے مسلمانوں کے نمک پرورده تھے اور انہوں نے اپنے ہر ولی نعمت کے ساتھ دغا کی اس کو زیادہ واضح کر دینے کیلئے ہندو فاضل مسٹر کے سوریا بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل بمبئی کے ایک مضمون کا ایک جزو جسکو پیسہ اخبار نے اگست ۱۹۲۷ء میں نقل کیا ہے نقل کیا جاتا ہے یہ اس خط کا اقتباس ہے جو سیوا جی نے راجہ جے سنگھ والئی جے پور جنرل افواج مغلیہ کو لکھا تھا۔

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کے لئے نیام سے نکالنی پڑی۔ اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر کوندنا چاہئے تھا۔ جنکا نہ کوئی مذہب ہے۔ اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینہ برسائینگی کہ دکن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان خون کے سیلاب میں بہہ جائینگے۔"

سیواجی کے متعلق ہندوؤں کی رائیں

مسٹر ... لکھتے ہیں کہ سیواجی کو جو آج ہندو اس قدر عزت دیتے
ہیں تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ سخت متعصب اور مذہب اسلام کا
شدید دشمن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ماہر سیاسیات تھا۔ مگر اس کی ملکی سیاست اس
کے مذہبی تعصب سے دبی ہوئی تھی (ریاست اخبار اکتوبر ۱۹۲۷ء) منشی سدا سکھ لال لکھتے
ہیں سیواجی ہمیشہ لوٹ کرتا تھا (تاریخ ہند) سیواجی نے اس ارادہ سے کہ ساحلوں کی
لوٹ سے بہت سی دولت حاصل ہو جہازوں کا ایک بیڑا بنوایا تھا۔ (تاریخ ہند)۔
یہ شخص ایسا دغاباز مکار تھا کہ شاہ عالمگیر کو اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ (ہسٹری آف انڈیا
مطبوعہ گورنمنٹ پریس کلکتہ ۱۸۹۸ء مرتبہ جارج این کنگ) لالہ گردھاری لال نے تاریخ
نادرہ میں جو زوال سلطنت مغلیہ پر لکھی گئی سیواجی کے متعلق نہایت سخت الفاظ لکھے ہیں
میں ان الفاظ کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا اسی طرح منشی لچھمی نرائن نے اپنی تاریخ
بساط الغنائم میں سیواجی کا ذکر برے الفاظ میں کیا ہے۔ ان ہندو محققین کی تحریروں سے

سیواجی کے راجہ بنانے کے متعلق جو مضمون مسٹر سوریہ کا پہلے نقل کیا جا چکا ہے
اس کے متعلق منشی لچھمی نرائن لکھتے ہیں چون از ہمہ سو فراغش دست داده خیال برہمن شدن
در سرش گرفت گنگا بھٹ را کہ از پنڈتان مشہور بنارس بود طلب داشته طریق عبادت
برہمنان آموخت برہمنان دیگر برین اراده واقف شدہ بھٹ مذکور را محقق مانع آمدند
سیواجی خبر یافته ناخوش گردید و یک قلم ہمہ را از کار و خدمت موقوف داشته گفت
کہ این گروه بدطینت کج اندیشہ نظر بہ بزرگ نہادی واجب الخدمت البتہ اند اما ازینہا
توقع خیر سگالی و آقاپرستی ہیچ نیست بجائے آنہا قوم پربھوان یعنی کائستان را مامور
نمود ہر چند مقربان بسفارش برہمنان و بحالی تعلقات کوشیدند پذیرا نرفت سنبھا
جی پسرش نیز با طلاع این معنی نیلا پنتہ دیوان خود را کہ از قوم پربھو بود تغیر ساخته

ثابت ہوتا ہے کہ سطرح آجکل متعصب ہندوؤں نے سیواجی کو دیوتا بنا رکھا ہے پرانے زمانے کے لوگ اسکے خلاف

(بساط الغنایم)

عالمگیر کے متعلق محققین کی رائیں

لالہ گردھاری لال لکھتے ہیں آن شاہ والاگُہر در شیوۂ جہانداری بادشاہ
عادل بود (تاریخ ظفرہ) منشی منوہر لال لکھتے ہیں ہندوستان میں جسقدر فرمان روا گزرے
ہیں ان سب میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج
بادشاہ اورنگ زیب تھا (پیسہ اخبار ۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء) آوڈنگٹن کی رائے ہے کہ مغل اعظم
(عالمگیر) عدل کا دریائے اعظم ہے۔ جچے تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے۔ کیونکہ
شہنشاہ کے حضور میں سفارش امارت منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ
آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔
(لین پول) ڈاکٹر کاریری جس نے اورنگ زیب کو ۱۶۹۵ء میں دکن میں دیکھا تھا اس کے متعلق
اس ہی قسم کے الفاظ لکھتا ہے۔ سیاح جسوقت اوس کے زمانہ شہنشاہیت کا حال لکھتے ہیں تو سوائے
کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کے عہد حکومت میں ایک ظالمانہ فعل
کبھی اس کے خلاف ثابت نہیں (پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اُس کے دربار میں کوئی آدمی
نہ چغلی کھا سکتا تھا اور نہ جھوٹ بول سکتا تھا وہ سب کی فریاد سنتا تھا۔ روپیہ سے مفلسون کی
امداد کرتا تھا۔ تخت نشینی کے کچھ ہی دنون بعد قحط پڑا تو اس نے رعایا کی بڑی امداد کی غریبون
کو اُس نے کھانا دیا اور تقریباً اسی مختلف قسم کے محصول معاف کر دئے انتظام سلطنت بھی
اُس کے زمانہ میں عمدہ تھا (تاریخ ہند) بادشاہ اپنے بیٹوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک
کرتا تھا جیسا کہ وہ دوسرے امیرون کے ساتھ کرتا تھا وہ ذرا بھی رعایت نہ کرتا تھا (تاریخ
ہند) وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اوس کا طرز معاشرت قابل تعریف تھا وہ عیش و عشرت
سے نفرت کرتا تھا۔ سلطنت کی دولت اپنے آرام کے لئے بالکل صرف نہ کرتا تھا۔ بلکہ اپنے
ہاتھ سے ٹوپیان بنا کر بسر اوقات کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آرام کی بھی زیادہ فکر
نہ کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتا تھا (تاریخ ہند) عالمگیر عدل و انصاف کا پتلا تھا

ایک دفعہ شاہزادہ کام بخش اوس کے چھوٹے بیٹے کے کوکہ پر قتل کا الزام قایم ہوا عدالت
نے تحقیقات کرنی چاہی۔ شاہزادہ نے اپنے کوکہ کی حمایت کی عالمگیر نے حکم دیا کہ شہزادہ کو
مع کوکہ کے گرفتار کر لیا جائے (واقعات ہند تلسی رام) وہ (عالمگیر) بہادروں کا بھی
قدرداں تھا۔ راجہ روپ سنگھ دارا شکوہ کی فوج کا افسر اورنگ زیب کے ہاتھی کے
پاس گھوڑے سے اتر کر جلادت و بہادری کا کام کرنے لگا۔ اورنگ زیب نے اوس کی
یہ بہادری دیکھ کر اپنے نوکروں کو اس کے قتل کرنیسے منع کیا۔ اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا
(واقعات ہند) ابہانپورہ (مالوہ) کا راجہ بھوپال سنگھ مسلمان ہوا۔ عالمگیر نے اس کو
بہت سا انعام دیا۔ لیکن اسکا بیٹا مسلمان نہ ہوا۔ اور اس کے بیٹے نے دیگر اہل خاندان
کی مدد سے بھوپال سنگھ کو ریاست سے نکالدیا۔ بھوپال سنگھ عالمگیر کے پاس پہنچا۔ عالمگیر
نے اسکی بڑی مدارات کی لیکن اس کے بیٹے کو کچھ تنبیہ نہ کی نہ اوسکو راج سے برطرف کیا
(واقعات ہند) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں وہ پاکدامن اور پرہیزگار تھا اس نے
بہت سادہ زندگی بسر کی۔ ٹوپیاں بناکر فروخت کرتا۔ کبھی قرآن شریف لکھ کر فروخت
کرتا تھا۔ گانے ناچنے وغیرہ سے اوس کو نفرت تھی وہ بڑا بہادر اور ہمت والا تھا (دلیران
تاریخ ہند) عالمگیر خود ممنوعات سے پرہیز کرتا تھا۔ اور دوسروں کو جو اس کے گرد تھے
باز رکھتا تھا۔ (لین پول۔)

ہندو اور عالمگیر

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر عدل و انصاف و مراعات کے ہندو عالمگیر
سے کیوں ناراض ہوئے اور ابتک کیوں ناراض ہیں۔ لیکن کتب سیر پر غور کرنے والا
بسہولت اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ یہ خیال غلط ہے کہ عالمگیر سے عموماً ہندو ناراض تھے عالمگیر
کے حالات کو انگریز مؤرخوں نے خاص رنگ دیا ہے اور جو روایات تعصب و مظالم کی اوس
کی طرف منسوب کی ہیں اون کا ماخذ دور از کار قیاسات و افواہات کے سوا کچھ نہیں بدقسمتی

سے اورنگ زیب کے جانشین ناقابل تھے اس لئے ہمہ قسم کے الزامات اوس کے اوپر سب گئے ورنہ جس طرح ہندوؤن کی بغاوتین عالمگیر کے عہد میں ہوئیں۔ ایسی ہی اکبر جہانگیر شاہجہان کے عہد میں ہوئیں مگر ان سلاطین کو جانشین قابل ملے وہ سرکشوں کی سرکوبی کرتے رہے عالمگیر نے تمام بغاوتوں کا اسطرح قلع قمع کر دیا تھا کہ اگر کوئی اولوالعزم جانشین ہوتا تو بغاوت کا وہم و گمان بھی کبھی نہ پیدا ہوتا اور سلطنت ہند پر مسلمانوں کا سکہ تا قیام قیامت رہتا۔ عالمگیر کے بیٹوں کی ناقابلیت نے ماہی بے آب میں جان ڈالدی۔ اکبر سے پہلے جسقدر سلاطین اسلام گذرے ہیں انہوں نے ہندوؤن کو رعایا بنا کر رکھا اور ان پر شاہانہ حیثیت سے مراحم و مکارم کئے۔ اکبر کو سلطنت دوام کا خیال پیدا ہوا اور اوسکی تدبیر اسکے ذہن میں یہ آئی کہ اوسنے جنادید ہنود سے رشتہ داری کا سلسلہ قائیم کیا۔ اس تعلق سے دو طرح کے نقصان پیدا ہوئے اوّل یہ کہ شاہی خاندان کے تعلق سے ہندو رئیسوں کے دماغ میں خودمختاری کا خیال عود کر آیا۔ اور اون کو خاندان شاہی میں ریشہ دوانیوں کا کافی موقع ملا۔ ہندو رئیسوں نے سلاطین مغل کے تمام احسانات کو فراموش کر کے اپنے خیالات کی تکمیل کیلئے سلطنت مغلیہ کی بربادی کی بنیاد قائیم کر دی اوّل جہانگیر کو ابھار کر اکبر کے مقابلہ پر بغاوت کرائی۔ پھر راجہ مان سنگھ نے شہزادہ خرم سے بغاوت کرائی۔ اکبر کے بعد خسرو سے بغاوت کرائی۔ پھر جہانگیر و شاہجہان میں جنگ کرادی۔ راؤ ستر سال و رام سنگھ نے داراشکوہ کو بھڑکا کر بھائیوں سے لڑوادیا۔ راجہ جسونت سنگھ نے شہزادہ معظم کو اور راجہ درگا داس نے شہزادہ اکبر کو عالمگیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ عالمگیر نے بیٹوں میں ملک تقسیم کر دیا تھا۔ راجپوتوں نے ان کو ابھار کر لڑوادیا۔ آخران ریشہ دوانیوں نے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل کر دیا۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ شہزادوں کے خون [illegible] ہندوستان کی آب و ہوا کا اثر ہوگیا شجاعت و تدبیر زائل ہوگیا۔ دیکھئے غیر آریہ قومیں یہاں رہتی تھیں آپس میں سر پھٹول کی اور بیٹھ رہے۔ کبھی کسی دوسرے پر چڑھ جانیکا حوصلہ نہ ہوا۔ وسط ایشیا سے آریہ آئے اور سب کو ایک ڈنڈے ہانک لیا۔ اور مدت مدید تک ان سے غلامی کرائی۔ جب ہندوستان کا صاف ستھرا اثر [illegible] پانی ان کے رگ و پے میں خوب پیوست ہوگیا وہ شجاعت وہ حوصلہ باقی نہ رہا۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں ہندو آریہ

لوگون نے اپنی بہترین پولیٹکل طاقت کے زمانہ میں بھی ہندوستان کے باہر کسی قوم پر حملہ آور ہونیکی کوشش نہین کی۔ (تاریخ ہند ۱۱ و۔) اگر کبھی کچھ بھولے سے ہمت کی تو وہ مار کھائے کہ سیکڑون برس تک۔ ان کی پشتین بھی نہ بھول سکین (جیپال) یہ آریہ سورما ہندوستان مین آکر آپس ہی مین لڑتے مرتے رہے اور وہ بھی ملک گیری ملک داری کے لئے کم۔ ہندو اخبار تیج دہلی ستمبر ۱۹۲۷ء لکھتا ہے۔ راجپوتون کی بہادری صرف اس قدر ہے کہ وہ لڑے اور ہمیشہ شکست کھائی۔ ایسی بہادری کوڑی کام کی نہیں ہے ان کی لڑائیون کی وجہ سے اکثر استریان ہوتی تھیں (از اخبار الخلیل میرٹھ نومبر ۱۹۲۸ء) پھر مٹھی بھر مسلمانون نے آکر ان کروڑون سورماؤن کو طوق غلامی پہنایا۔ غزنیون غوریون تغلقون وغیرہ نے بڑے دھڑلے سے حکومت کی۔ جب اکبر کے زمانہ سے راجگان ہند اپنی لڑکیان سلاطین کی نذر کرنے لگے۔ اور شہزادون کی رگون میں بھی وہی پانی بس گیا تو ان کی بہادری بھی رفوچکر ہوئی۔

ہندون نے اکبر کے زمانہ سے جو ہندو راج کا خواب دیکھنا شروع کیا تھا وہ ان کو شاہجہان کے بعد قریب نظر آتا تھا۔ کیونکہ دارا شکوہ ان کے مذہب کا آدمی تھا۔ چنانچہ ایشوری پرشاد لکھتے ہیں ”دارا شکوہ ہندوؤن کا دوست تھا۔ اور راجپوت ہندو اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ (دلیران تاریخ ہند) یہی وجہ تھی کہ ہندو راجون نے دارا شکوہ کا خوب ساتھ دیا۔ اور جب دارا شکوہ کا معاملہ درہم برہم ہوا تو پھر ان کی نظر انتخاب اس کے دوسرے بیٹے شجاع پر تھی کہ اس عیش پرست کو اپنے ڈھب پر با آسانی لا سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت راجہ جسونت سنگھ نے عالمگیر سے دغا کی۔ اور شجاع کا ساتھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہجہان کے بیٹون میں اگر عالمگیر بادشاہ ہو گیا تو ہندو راج کا خواب بے تعبیر رہ جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علاوہ ازین شہزادون سے بیگمات خاندان میں چند ہندو مشہور سردارون کی لڑکیان بیاہی گئیں۔ مثلاً مسرتی بائی زوجہ شہزادہ محمد شش دختر راجہ کنور سین کشتواری زوجہ شجاع۔ زوجہ شہزادہ سلیمان بن دارا شکوہ دختر راجہ گنج سنگھ راٹھور۔ پھر سلطنت کے زعم مین ہندو اعیان سلطنت اور ان کے متوسلین مسلمانون پر قسم قسم کی دست درازیان کرتے تھے۔ اور مظلومون کی فریاد کو ان کے تعلقات دبا دیتے تھے۔ چنانچہ بعض ہندوؤن نے مسلمان عورتون کو جبراً گھر مین

ڈال لیا تھا۔ اور بعض مساجد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اگرچہ ان واقعات کے متعلق آخر زمانہ میں احکامات شاہجہان نے جاری کیئے تھے۔ مگر ان کی تعمیل اورنگ زیب نے کی چنانچہ صاحب شاہجہان نامہ لکھتا ہے۔ (چون رایات اجلال بحوالی پنجاب و گجرات رسید جمعے از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و آمائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از مغان مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از بہرہ دانش بہرہ داشت و دارو غگی مردم جدید الاسلام برو مقرر بود رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار بر آرد و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد و مطابق بہ عمل آورد مفتاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرۂ فجرہ بر آورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود در آمدہ بود بعد از تحقیق آنرا افراز نمود۔) یہ امر بھی ہندوؤن کو گران ہوا۔ پھر عالمگیر کا طرز حکومت عادلانہ تھا وہ اپنے بیٹون کی بھی بے جا رعایت نہ کرتا تھا۔ اور ہندو سردار بے جا حکومت اور خلاف ورزیئی قوانین کے عادی تھے وہ اس مساوات کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ غرض ان وجوہ سے ایک گروہ ہندوؤن مین ضرور ایسا پیدا ہو گیا تھا جو عالمگیر سے کبیدہ تھا۔ باقی اکثر راجپوت اس کے آخر دم تک ساتھ رہے چنانچہ دکن کی آخری مہم میں راجپوتون نے بڑی جانبازی سے کام کیا۔ اس کے متعلق روایت پیشتر نقل کی جا چکی ہے۔ علاوہ ازین کچھ اسباب ہون یا نہ ہون واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤن نے ہمیشہ سرکشی کی ہے۔ جب یہ وسط ایشیا سے آئے تو ہندوستان کے قدیمی باشندون نے ان سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ لیکن انہون نے قابو پا کر اُن کو برباد کیا۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ آریون نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قومون کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر کے آئے۔ وقت بہت ملک غیر آباد تھا۔ اس لئے اناریہ اقوام اُن کی آبادی میں حارج نہ ہوئین اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے۔ چنانچہ اس خیال سے انہون نے انا ریہ اقوام کو زیر کرنا شروع کیا۔ (واقعات ہند صفحہ ۲۲) بودھون نے انکا اکرام کیا انہون نے ان کو برباد کیا۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں " برہمن بودھون کے عروج کے زمانہ میں بھی معزز تھے (تاریخ ہند) منشی سداسکھ لال لکھتے ہیں " جب برہمنون کی کثرت ہوئی تو انہون نے قدیم بودھون کو

ہندوستان سے نکالدیا۔ (تاریخ ہند صہ۱۸) مغلون نے جواُن کے ساتھ کیا اور انہون نے جومغلون کے ساتھ کیا۔ اوس کی داستان پچھلے اوراق میں گذرچکی سیواجی جسونت سنگھ پر کیا کیا احسانات ہوئے اور انہون نے کس طرح حق نمک اداکیا۔ تاناشاہ نے دو برہمنون کو وزیر کیا۔ اونہون نے اسکی سلطنت کی بربادی کی بنیاد اس طرح ڈالی کہ مسلمانون پر مظالم شروع کئے۔ چنانچہ خافی خان لکھتاہے (از آنکہ ابوالحسن قطب الملک (تاناشاہ) فرمانروائے حیدرآباد بہ افعال قبیح از سپردن ملک بہ مادنا و اکنا کہ ہردو کافر شدید العداوت بودند وسختی وظلم زیادہ بر مسلمانان می گذشت وفسق وفجور علانیہ از رواج منکرات ولہو ولعب زیادہ بعرض (عالمگیر) رسید)۔ فرشتہ لکھتاہے (در مساجد فرود آمدہ (ہنود) بُت پرستی میکردند وساز نواختہ سرود میگفتند) ایسا ہی ماثر الامراء میں ہے۔ پھر اس کو سیواجی اور سنبھا کی امداد پر آمادہ کیا۔ چنانچہ صاحب ماثر الامرا لکھتاہے (پسر باوالئی حیدرآباد متفق شدہ (سیوا) قرار داد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمائیم) خافی خان لکھتاہے۔ (وعلاوہ آن در امداد سنبھائے جہنمی دار الحربی ورتاخت وتسخیر قلعجات و رساندن لک ہون (لاکھ اشرفی) نقد خود را (تاناشاہ) بدنام وزبان زد عالمے ساختہ) ان تمام امورات کا یہ نتیجہ ہوا کہ عالمگیر کو اس سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا۔"

بعض مسلمان عالمگیر پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے دکھن کی اسلامی سلطنتون کو برباد کیا۔ چونکہ یہ اعتراض مسلمانون کا ہے اس لئے اس کا جواب اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے۔ نیز اس مسئلہ کی مفصل تحقیق علامہ شبلی نعمانی نے رسالہ (اورنگ زیب پر ایک نظر) میں خوب لکھی ہے۔ یہان بر سبیل تذکرہ اس قدر عرض کرنا کافی معلوم ہوتاہے کہ دکن کی اسلامی ریاستون سے مغلون کا سلسلۂ جنگ اکبر کے زمانہ سے قایم تھا۔ عالمگیر نے کوئی نئی جنگ نہیں چھیڑی تھی۔ دکن میں پانچ اسلامی ریاستین تھیں۔ حیدرآباد۔ خاندیس برار۔ بے جاپور۔ احمدنگر۔ تین ریاستیں عالمگیر کی تخت نشینی سے قبل شامل سلطنت مغلیہ ہوچکی تھیں۔ صرف دو حیدرآباد اور بے جاپور باقی تھیں حیدرآباد میں مادنا اکنا نے مسلمانون پر مظالم اور مساجد کی بے حرمتی کی سیوا سنبھا کو امداد دی۔ مجبور ہوکر عالمگیر نے شہزادہ معظم کے ماتحت مہم روانہ کی

شاہزادہ نے میدان جنگ میں پہنچ کر تین شرطیں پیش کیں
مادنا اکنا کو برخاست کیا جائے۔ (۲) شاہی علاقہ یعنی پرگنات سیرم
وغیرہ پر جو قبضہ کر لیا گیا وہ واپس کئے جائیں۔ (۳) بقایا خراج
سابقہ ادا کیا جائے۔ لیکن تاناشاہ نے ان شرائط کو منظور نہ کیا مجبوراً
شاہزادہ کو اوس کی سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا۔

سکندر شاہ والیٔ بیجاپور نے سنبھا کو مدد دینی شروع کی عالمگیر نے
کئی مرتبہ تنبیہ کیا۔ جب وہ باز نہ آیا تو بیجاپور کو فتح کر کے شامل سلطنت
کیا۔ جیسا کہ خافی خان لکھتا ہے (چون از فساد و نفاق سیوا بیجاپوری حتی سکندر
والیٔ آنجا کہ وارث ملک بہ نہ بود، مسلمانا بقیم رفاقت می نمود۔ متواتر بعرض
رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید صادر گردیدہ
بخشید)" مسلمانو غور کرو اگر عالمگیر دکن کا الحاق نہ کرتا تو آج دکن یا
تو مرہٹون کا ہوتا یا انگریزون کا۔"

سلطان حیدر علی و ٹیپو نے ہندؤن کو وزیر و مشیر بنایا۔ ان مشیرون نے آخر وقت پر اونکا
ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ تاریخ ہند میں ہے۔ حیدر علی کی ناکامیابی کی وجہ اوس کے دوستون
کی دغابازی تھی۔ صفحہ ۹۴۔ ٹیپو کے دوستون نے بھی اسکا ساتھ نہ دیا صفحہ ۱۰۲ منشی ڈیبی لال الگم
لکھتے ہیں صرف ایک ہندو برہمن جسکا نام پورنیا تھا اس کے اندرونی راز سے واقف تھا۔
(سوانح عمری ٹیپو) یہی پورنیا ٹیپو کی بربادی کا باعث ہوا۔ چنانچہ جب ٹیپو کا ملک انگریزون
نے فتح کر کے راجہ کے حوالے کیا تو بصلہ خیر خواہی اسی پورنیا کو وزیر بنایا گیا۔ انگریزون
نے بھی کثرت شمار سے متاثر ہو کر بہت کچھ ہندو نوازی کی۔ لیکن انگریزون کے نکالنے
کا خیال بھی سب سے پہلے ہندؤن ہی کو پیدا ہوا۔ آج انگریزون کے خلاف جو ملک میں
ایک ہیجان عظیم برپا ہے اوس کے بانی اور علمبردار ہندو ہی ہیں۔ پس ہندؤن کی بغاوت
سرکشی کا الزام کسی پر رکھنا تاریخی مشاہدات کے خلاف ہے۔

اورنگ زیب کی ہندو مذہب میں مداخلت

ہندؤں کو یہ بھی شکایت ہے کہ اورنگ زیب نے اُن کے مذہب میں دست اندازی کی۔ یہ امر بے اصل نہیں مگر تنکے کا شہتیر بنایا گیا ہے۔ عالمگیر نے ظالمانہ اور غیر مہذب افعال کو روکا۔ ستی کو جبراً روکا۔ اور یہ مذہب ہنود کا خاص مسئلہ اور ان کے بزرگوں کا مقبول شعار تھا آج ہند عقلی علوم کی روشنی سے چکا چوندہ ہو کر بہ تقلید موجد جدید مذہب (آریہ دھرم) پنڈت دیانند اس کو عوام کا شعار کہتے ہیں۔

پنڈت دیانند نے علوم عقلی اور دیگر مذاہب مروجہ بالخصوص اسلام کے بہترین اصول کو دیکھ کر ہندو مذہب اور وید کو اپنے عقلی سانچہ میں ڈھالا۔ اور اپنے اکابر کے عقائد و شعار کی تغلیط کی۔ دیانند کے متعلق یہی فتوے علمائے ہنود کا ہے۔ دیانند نے جب اپنی تفسیر وید پنجاب گورنمنٹ کو محکمہ تعلیم کے کورس میں داخل کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اور پنجاب گورنمنٹ نے اسپرینٹ سے رائے طلب کی تو پنڈت گرپرشاد ہیڈ پنڈت اورنٹیل کالج لاہور پنڈت رکھی کشن سکنڈ ٹیچر اورنٹیل کالج لاہور۔ مسٹر ٹانی۔ ایم۔ اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ و مسٹر گرنفتہ ایم۔ اے مترجم ہر چہار وید اینڈ پرنسپل ہندو کالج بنارس نے بالاتفاق یہ رائے ظاہر کی تھی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ ویدونکا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے نئے وید بنائے۔ اسیطرح پنڈت مہا اپادھیا مہیش چندر رتنا می آئی ای۔ پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ و پنڈت نوین چندر رائے فاضل سنسکرت فیلو پنجاب یونیورسٹی پرنسپل کالج لاہور و پنڈت شن شنکر ایم۔ اے فاضل سنسکرت بمبئی پریسیڈنسی وسابق اورنٹیل ٹرانسلر گورنمنٹ مترجم رگوید نے اس ہی قسم کی رائے ظاہر کی (آریہ مذہب کا آئینہ) بھاگ کا خود پسند

ترجمہ بناکر اس سے ریل۔ تار۔ جہاز۔ توپ۔ بندوق وغیرہ ثابت کر دے
(آئینہ افعال دیانند)"

لیکن درحقیقت یہ اون کے مقدسین کا شعار اور اون کے مذہب کا خاص مسئلہ ہے پنڈت لیکھرام لکھتے ہیں۔ بیوہ ہوجانے کی حالت میں ہندو عورت کے واسطے پورانون میں دو ہی علاج لکھے ہیں۔ ستی ہوجانا یا تمام عمر ماتمی لباس پہن کر بیوہ بیٹھے رہنا (کلیات آریہ مسافر) مہابھارت کے شروع کے زمانہ میں بھی ستی کا رواج تھا مادری اپنے پتی پانڈو کے ساتھ چتا پر چڑھی (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند) سر مہاراجہ کشن پرشاد رقمطراز ہیں: خصوص قوم ہنود کی مستورات نے اپنے شوہرون کے بعد اپنی جانون کو ایثار کرکے پتی ورت دھرم کیا شئی ہے اس کو ثابت کردیا۔ (ہندو اخبار دکن پنج جنوری سنہ ۱۹۲۹ء) لالہ سنارام ایم۔اے لکھتے ہیں جب تنجور کا راجہ سنہ ۱۸۰۱ء میں مرا تو اوس کی رانیاں ستی ہوئیں اور اون کی راکھ چاولون میں ملاکر برہمنون نے کھائی تاکہ رانیون کے گناہ معاف ہوجائیں۔ (اخبار الامان دہلی مئی سنہ ۱۹۲۸ء بحوالہ اخبار کانگریس دہلی) راجہ اجیت سنگھ مارواڑی کی وفات پر اوس کی چوراسی رانیان ستی ہوئیں (واقعات ہند) مارکو پولو سنہ ۱۲۹۰ء میں ہندوستان آیا وہ اپنے سفرنامہ میں ملابار کے متعلق لکھتا ہے کہ وہان رسم ستی کا کثرت سے رواج ہے۔ عرب سیاح البیرونی سنہ ۱۰۳۰ء میں ہندوستان کا سفر کیا وہ لکھتا ہے کہ رسم ستی کثرت سے رائج ہے۔ پرتگیز جنرل البوقرق نے سنہ ۱۵۱۰ء میں جزیرہ گوا فتح کرکے ستی کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں لارڈ ولیم بنٹنگ کے عہد میں ستی کی ممانعت کا قانون پیش ہوا تو ہندوؤن نے پارلیمنٹ میں درخواست کی کہ یہ قانون واپس لیا جائے لیکن یہ درخواست مسترد ہوئی" ہندو اخبار ملاپ نے ایک عورت کی نومبر سنہ ۱۹۲۹ء میں ستی ہونیکا واقعہ نقل کیا ہے۔ (شریمتی میلا دیوی ستونتی دختر سردار امریک سنگھ صاحب ڈاکٹر لاہور قلعہ گوجر سنگھ نے اپنے دل میں ستی ہونیکا خیال کرکے کاغذ قلم دوات لیکر شاستری ان زمانہ سلف کے نصیحت آمیز بھجن اور ستی عورتون اور بڑے بڑے تپسیون کے بلیدان وغیرہ کا زمانہ لکھکر (آگے لکھتے ہیں) دروازہ کھولا دیکھا تو ستونتی جلی ہوئی پڑی ہے مگر ابھی زندہ ہے۔ منہ سے پیاری پتی تیری شرن ایشور مہاراج تیری شرن سمرن کررہی ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) آگ لگانے سے پہلے شہر کی عورتون نے ستونتی کے درشن کرنیکی ابھلاشا ظاہر کی۔ اون کی خواہش پوری کی گئی درشن کرایا گیا۔ (۲۶ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء)

عالمگیر نے قمار بازی کو ممنوع قرار دیا۔ یہ بھی ہندوؤن کا مذہبی شعار تھا چنانچہ رگوید میں ہے بڑے بڑے قمار بازون کے کھیل جب ہوا دارا اور کشادہ مقام پر ڈالے جاتے ہیں تو مین مست ہو جاتا ہون جسطرح سوم رس پینے سے مجھے مزا آتا ہے اسی طرح پانسے مجھے شایق بناتے ہیں۔ (منڈل ۱۰۔ سوکت ۳۴۔ منتر ۱) یہ متبرک اور مذہبی شعار ہونے ہی کا باعث تھا کہ بزرگان سلف قمار کھیلتے تھے اور اس کے داؤن پر جورو کو بھی لگا دیتے تھے (کوروؤن کے چچا سکنی نے یہ مشورہ دیا کہ جدہشٹر کو چوسر کھیلنے کے لئے بلانا چاہئے وہ چھتری ہے جنگ یا قمار بازی کی درخواست نامنظور نہیں کر سکتا۔ (رہنمایان ہند) سکنی نے کہا جدہشٹر اب کی بار اپنی جورو درو پدی کو داؤن پر لگا دو (رہنمایان ہند) جو عورتین جوئے اور کشتیون میں ہار دیجاتی تھیں اونہیں سارے گھر کا کام کاج ماما اصیلون کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا۔ (دہلگیر صاحب) آریہ غالباً نردون سے جوا کھیلتے تھے۔ پراچین بھارت ورش میں جوا کھیلنے کا مرض عام تھا (تاریخ ہند لاجپت رائے)۔ اس زمانہ میں بھی دیوالی وغیرہ تہوارون اور بعض میلون میں قمار بازی کثرت سے ہوتی ہے اور اس سے سال بھر کے لئے نیک شگون لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اخبار الخلیل راوی ہے مانکپور میں کاتکی پورنماشی کو دیوی درشن اور گنگا اشنان کا میلہ لگا کرتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح امسال بھی میلے میں خاص چہل پہل رہی۔ ہزارون لاکھون کی تعداد میں یاتری دور دور سے آئے تھے۔ انتظامات نہایت اعلیٰ تھے۔ قمار بازی کا بھی زور تھا پتہ باز بھی موجود تھے۔ ایک ٹھاکر صاحب اپنی عورت کو بھی ہار گئے اور قمار باز اس کو لیکر چمپت ہو گئے (دسمبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے دختر کشی کو ممنوع قرار دیا لڑکی کا زندہ رکھنا ہندوؤن میں موجب عار تھا۔ اور لڑکی دیوی دیوتاؤن کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں دختر کشی عام طور پر رائج تھی اور اوس کو باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ (واقعات ہند) منشی منوہر لال لکھتے ہیں۔ اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا۔ اس میں ایک مورتی تھی جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے انسانی بھینٹ اور قربانی کو جو ہندو مذہب کا خاص مسئلہ ہے روکا اس مسئلہ پر ان کی مقدس ہستیون نے نہایت استحکام سے عملدرآمد کیا ہے۔ (راجہ ہریشچندر نے نیت کی کہ اگر میرے بیٹا ہو تو اوس کو قربان کرونگا۔ جب لڑکا ہوا راجہ کا جی نہ چاہا کہ اوسکو

قربان کرے۔ وہ وقت ٹالتا رہا لڑکا بڑا ہو گیا۔ جب اوسکو یہ معلوم ہوا وہ یہ خیال کر کے
کہیں مجھہ کو قربان نہ کریں بھاگ گیا اور اپنے بدلے ایک برہمن کا لڑکا خرید کر بھیجدیا راجہ نے
اوسکی قربانی کی اور قربانی میں بڑے بڑے برہمن رشی شریک تھے جیسے وشسشٹ جی مہاراج۔
وشوامتر جادگنی ریسہ رسن (بھاگوت پران) ہندوستان میں زمانہ قدیم میں انسانی قربانی کا
بھی رواج تھا (واقعات ہند) مسٹر ڈیٹی لال نگم لکھتے ہیں۔" ابکلادی میسور کے شمال مغرب میں
ایک چھوٹا سا گاؤن ہے اوس میں دو بھائی رہتے تھے جنکے سنہ ۱۸۶۰ء میں ایک خزانہ ہاتھ آیا۔
انہون نے اوسوقت کی وحشیانہ رسمیات کے موافق ایک آدمی کی قربانی چڑھائی (سوانح عمری
حیدر علی) باوجودیکہ صدہا سال سے اس قسم کے رسومات کا انسداد ہو رہا۔ لیکن ہندؤن میں
ابتک یہ رسمین جاری ہیں اب بھی سال بھر میں دو چار خبرین ایسی ملجاتی ہیں اور کوئی نہ کوئی
دہرم کا دلدادہ ان پر عملدر آمد کر گزرتا ہے۔ اخبار الامان راوی ہے۔ سلچار ملک آسام میں ایک
ہندو نے خواب میں دیکھا کہ کالی دیوی اُس سے اس کے باپ کی بھینٹ چاہتی ہے اس لئے
اُس نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ عدالت جج نے اوس کو عبور دریائے شور کی سزا دی۔ (مئی سنہ ۲۶ء)
وہ (ایک ہندو) قلعہ کے متصل جمنا کے راستہ میں (دہلی) ایک سادہو کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں
آپکو بھینٹ چڑھانا چاہتا ہوں۔ اوس نے انکار کیا۔ یہ واپس چلا گیا۔ عرصہ کے بعد پھر آیا
اور سادہو کو پتھر والے کنوین میں پھینک دیا۔ اور کالی دیوی کی جے پکار کر کہا یہ تیری بھینٹ
ہے۔ (الامان جون سنہ ۱۹۲۶ء) کالی دیوی پر کشور گنج سے تین میل فاصلہ پر اماوس کے دن
ایک گاؤن میں ایک بارہ سالہ لڑکے کی بھینٹ چڑھائی گئی (الامان مئی سنہ ۱۹۲۵ء) مدورا
میں ایک عورت نے دیوی پر اپنے کو جلا کر بھینٹ چڑھایا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اُس کے
لاش کے پاس مٹی کے تیل کا ٹین رکھا تھا اور ایک خط جو اُسنے اپنے بیٹے کے نام (جس کی آنکھ
چیچک میں جاتی رہی تھی) اس میں لکھا تھا کہ مین اپنی جان کی قربانی رینو دیوی کو دیتی ہوں
تاکہ وہ تمھاری کھوئی ہوئی بینائی روشن کر دے (اخبار خلافت بمبئی جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)"
ایرہوڈ (علاقہ مدراس کے گاؤن) میں ایک بت پرست نے ایک نائی کے پنج سالہ لڑکے کو بت
کے سامنے بطور نذر ذبح کیا۔ (الجمعیتہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)
عالمگیر نے مسکرات وغیرہ کی جو ہندو درویشون کا خاص شغل ہے ممانعت کی اوس
کے فرمان کی عبارت ہے (اصلاً وقطعاً بنگ نکارند) دوسرے فرمان کی عبارت ہے (خلایق را

از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و بنگ بوزہ و سایر مسکرات و مباشرت فواحش و زنانیات حتی المقدور از قبایح اعمال و شنایع افعال باز دارد)

منشی تلسی رام لکھتے ہیں: "اکبر نے ستی کے انسداد میں احکام جاری کئے مگر وہ لفظوں سے آگے نہ بڑھے عالمگیر نے اوس کو روکا۔ اور قمار بازی و دختر کشی کا بھی انسداد کیا وہ ایسے سفاکانہ اوباشانہ افعال سے سخت نفرت کرتا تھا (واقعات ہند) مہتہ جیموتی جی بی۔ اے وکیل لکھتے ہیں اورنگ زیب نے اپنے عہد میں ستی۔ قمار بازی۔ نشہ بازی کو بند کیا۔ قحط کے موقعون پر رعایا کی دستگیری کی۔ محکمہ مال کا انتظام دیوان رگھوناتھ کھتری کے سپرد تھا (الامان مارچ سنہ ۱۹۲۶ء)

الغرض اورنگ زیب نے ان رسومات قبیحہ و افعال شنیعہ کو سختی سے روکا جو ہر انسان اور ہر حاکم کا فرض تھا۔ چونکہ ہندو مذہب میں یہہ رسومات داخل تھیں اس لئے یہ اوس کی ہندو مذہب میں صریح مداخلت تھی جس کو ہندوؤن خاص کر برہمنوں نے چونکہ ان رسومات کے انسداد سے ان کی کساد بازاری ہوئی اچھی نظرون سے نہ دیکھا۔

آخر میں اس قدر عرض کرنا اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہندو اور یوروپین معترض عالمگیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "وہ پکا مسلمان تھا۔ اور جو کچھہ کرتا تھا وہ مذہبی جوش سے کرتا تھا" اس قول کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس کے وہ افعال و احکام شریعت کے تحت میں ہونگے۔ پس وہ واقعات جو اسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اون کو مسائل شریعت کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اگر وہ موافق شریعت ہیں تو ضرور اورنگ زیب کا فعل ہے اور اگر خلاف شریعت ہیں تو متعصبون کی افترا پردازی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے ہندوؤن کو جبراً مسلمان بنایا۔ لیکن جبراً مسلمان بنانیکا شریعت اسلام میں کہیں حکم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے مندر ڈھائے اور ہندوؤن کو ستایا۔ رسول مقبول صلعم نے ذمی غیر مسلمون کے معبد ڈھانے والے۔ اور ان کے ظلم کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ پس یہ افعال ہرگز اورنگ زیب سے سرزد نہیں ہوئے۔ اور ان امورات کے متعلق پیشیر اوس کا ایک فرمان بھی نقل کیا جا چکا ہے"

نمبران (۷ و ۸) کے جوابات باب سوم میں۔ اور نمبر (۹) کا جواب باب دوم میں لکھا جائے گا۔

اورنگ زیب کی رواداری

یہان تک جسقدر مضامین لکھے گئے ہیں اون سے عالمگیر کی عدالت و رواداری اچھی طرح ثابت ہو گئی۔ لیکن اس عنوانِ خاص کے تحت میں بھی چند محققین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ کپتان ہملٹن جو اورنگ زیب کے زمانہ میں بطور سیاحت آیا تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ہندؤن کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جب کہ بادشاہت خود ہندؤن کی تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) پارسی بھی اپنے مذہبی رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیون کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرین۔ (آگے شہر سورت کے حال میں لکھتے ہیں)۔ اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات اور طریقہ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے معبود کی پرستش کرے (سفرنامہ) ڈاکٹر جمیلی کریری اٹالین سیاح (اورنگ زیب کے زمانہ میں بادشاہ سے ملاقات کی) رقمطراز ہے اورنگ زیب کی فوج کے عیسائی افسرون نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔ اور انھون نے کہا کہ اس بادشاہ کی ملازمت ایک طرح کی مسرت ہے۔ اون کے مذہب میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی جاتی۔ فوج میں رومن کیتھلک والوں کا ایک گرجا تھا جس میں دو پادری مذہبی خدمت انجام دیتے تھے۔ (سفرنامہ) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں عالمگیر نے اپنی رعایا کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ علی الاعلان اپنے مذہب کے موافق اپنے معبودون کی پرستش اور اپنے معبدون کو آباد کرین (واقعات ہند)

سلطان حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان حیدر علی مرحوم پر تین اعتراض ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ مجہول النسب تھا۔ (۲) اوس نے سلطنت غصب کی۔ (۳) متعصب تھا۔

سلطنت کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب تخت نجیب الطرفین ہی ہو اس کے متعلق سلطان سبکتگین کے بیان میں بحث کی جا چکی ہے۔

سلطان حیدر علی مرحوم کا نسب نامہ

حیدر علی بن شیخ فتح محمد بن علامہ محمد علی بن ولی محمد بن حسن بن ابراہیم ملک التجار بن الغنی بن محمد بن شیخ احمد شہید وزیر یمن بن محمد بن حسن بن یحییٰ شریف مکہ معظمہ المتوفی ۵۰۰ھ ہجری۔ حسن بن یحییٰ کے بعد عہدۂ شرافت مکہ معظمہ داؤد بادشاہ گورنر ترکی نے سید عبد الملک کو عطا کیا اس لئے احمد شکستہ خاطر ہو کر یمن کو نقل سکونت کر گئے اور سلطان یمن کے وزیر ہو گئے۔ سلطان نے ان سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ ہندوستان میں اوّل حسن بن ابراہیم آئے۔ اور مشہور خاندان سادات متولی درگاہ خواجۂ اجمیری کی دختر سے نکاح کیا۔ علامہ محمد علی سے سید معصوم شاہ سجادہ نشین گلبرگہ نے اپنی دختر کا نکاح کیا۔ حیدر علی کی بیوی ٹیپو سلطان کی والدہ فاطمہ عرف فخر النساء میر معین الدین گورنر اکدیا کی دختر تھی۔ لارڈ ویلنشیا نے بھی اپنی تحقیقات میں لکھا ہے کہ سلطان ٹیپو صحیح النسل عرب تھا۔

نمبر (۴)

ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ میں اکثر سلطنتیں جبر و غصب ہی سے ملتی آئی ہیں سلطنت کے معاملہ میں یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ رچرڈ دویم کو اس کے چچازاد بھائی ہنری چہارم نے تخت سے بیدخل کر کے اپنا قبضہ جمایا۔ ایڈورڈ پنجم کو اس کے چچا ڈیوک آف گلوکسٹر نے بیدخل کر کے قبضہ کر لیا۔ (تاریخ یورپ) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ آخری بادشاہ نند دوسری پشت ہی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے۔ جسنے وقت کی رانی سے یاری کر کے تخت و تاج غصب کر لیا تھا (تاریخ ہند) سندھ کے راجہ ساہسی کے میر منشی رام کے پاس ایک نوجوان پنڈت چچ بن سیلایچ تھا جس کو چاروں ویدوں پر عبور تھا جب رام مرگیا تو چچ اسکا قایم مقام ہوا راجہ کی بیوی سیہ دیوی کی چچ سے دوستی ہو گئی۔ اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ راجہ ساہسی دفعتہً مر گیا۔ سیہ دیوی نے راجہ کے تمام اہل خاندان کو ایک مکان میں بندکر کے قتل کرا دیا۔ اور چچ کو تخت نشین کر کے اوس سے شادی کر لی۔ اس چچ کے ایک بیٹا داہر اور ایک بیٹی مائی نام تھے۔ اور دوسرا بیٹا دہرسیہ تھا۔ داہر نے اپنی بہن مائی سے شادی کر لی۔ اس سے راجہ کے ایک بیٹا ہوا جسکا نام جے سیہ تھا (ماخوذ از چچ نامہ و تاریخ سندھ معصومی و واقعات ہند تلسی رام) راجہ کیدراج کے سپہ سالار جے چند نے تخت پر قبضہ کر لیا (تاریخ ہند)

سلطان حیدر علی مرحوم کے واقعات

ریاست میسور میں حیدر علی چھوٹی خدمت سے ترقی کرتے ہوئے فوج کا ذی اقتدار افسر بن گیا تھا۔ نندراج وزیر میسور نے راجہ میسور کو لے اختیار کر دیا اور تکلیفیں دین تو راجہ اور رانیوں نے حیدر علی سے مدد کی درخواست کی۔ حیدر علی نے اپنے زور قوت سے نندراج کو برطرف کر کے راجہ کو اس کے پنجۂ ستم سے رہائی دلائی۔ راجہ نے حیدر علی کو سپہ سالار اعظم کر دیا۔ حیدر علی کی سفارش سے نندراج کی جگہ کھانڈے راؤ وزیر بنایا گیا۔ حیدر علی نے راج کی خدمات وفاداری

اور جان نثاری سے اندا کیں۔ ریاست کو مرہٹون کی دست برد سے محفوظ رکھا خود سر زمیداران کو مطیع کیا۔ ان تمام واقعات سے حیدر علی کا اثر و اقتدار بڑھ گیا اور راجہ و رانیان سب اسکی ممنون احسان ہوگئے۔ اور ہر بات میں اسکا کہنا چلنے لگا۔ کھانڈے راؤ کو یہ گوارا نہ ہوا اس نے راجہ اور رانیون کو حیدر علی کی طرف سے بھڑکانا شروع کیا۔ آخر یہان تک نوبت پہنچی یہ قرار پایا کہ مرہٹون سے مدد لیکر حیدر علی کا استیصال کیا جائے۔ حیدر علی کو جب یہ بات معلوم ہوئی اور اس نے دیکھا کہ اُس کی جان اور عزت خطرے میں ہے تو اُس نے نہایت عجلت کے ساتھ کھانڈے راؤ کا قلع قمع کر کے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور راجہ کو آرام و عیش کے لئے مناسب اعزاز و دولت کے ساتھ چھوڑ دیا۔ (واقعات ہند)

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے خیر خواہی و جان نثاری کی۔ راجہ اوس کی عزت و جان کا گاہک ہوگیا۔ مجبوراً اُس نے ریاست پر قبضہ کیا۔ مگر راجہ کی نہ توہین کی نہ اسکو تکلیف دی۔ مسٹر ڈیبی لال نگم لکھتے ہیں۔ میسور کے نابالغ راجہ کرشن راج کو ننجراج کی سرپرستی میں سخت تکلیف پہنچی۔ اور بیوہ رانی نے اس بات کی کوشش کی کہ ننجراج کی غلامی سے نکلنے کیلئے حیدر علی سے سانٹھ گانٹھ کر لیجائے۔ (سوانح عمری حیدر علی)

نمبر (۴)

حیدر علی نے نہ کوئی مندر ڈھایا نہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا۔ نہ ہندؤن پر ظلم و ستم کیا بلکہ وہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا (واقعات ہند) حیدر علی صرف بہادر سپاہی ہی نہ تھا بلکہ سلطنت کے کام میں بخوبی ماہر تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام برہمن کرتے تھے اور وہ ان پر اعتماد کرتا تھا۔ اس میں تعصب کی بو بھی نہ تھی وہ آدمیون کی قابلیت دیکھ کر اونہیں نوکری دیتا تھا۔ ہندو مسلمانون میں تمیز نہ کرتا تھا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) حیدر علی نے ایک برہمن کو کورگ کی مالگذاری وصول کرنے پر مامور کیا۔ (ص۳۲) شاما برہمن کو تہانیدار کیا (ص۴۷) اگرچہ کھانڈے راؤ کے ساتھ پالا پڑنے سے اوس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ برہمن دغاباز ہوتے ہیں۔ پھر بھی اوسکو مالگذاری کا انتظام اس ناقابل اور غیر معتبر قوم کے سپرد کرنا پڑا (ص۵۳)

یہاں سے مراجی سنجاجی کے بیتا گو اور اقوال پر جو انہوں نے برہمنوں سے کہا اور برہمنوں کے متعلق کہا نظر کرکے اس ہندو فاضل کے قول کو دیکھنا چاہیئے۔ اور سلطان حیدر علی کی عالی ظرفی کا خیال کرنا چاہیئے۔

حیدر علی میں تعصب نام کو بھی نہ تھا (صفحہ ۵۴ سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈپٹی لال نگم) پورنیا اور کرشن راؤ حیدر علی کے وزیر تھے (سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈپٹی لال نگم) مخالفت حیدر علی میں چاہے جتنے نقص بتائیں اور اس کے سبب جو چاہیں سو من گھڑت باتیں بنائیں لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ بہت سے اوصاف کا مجموعہ معلوم ہوگا۔ (سوانح عمری حیدر علی مصنفہ ڈپٹی لال نگم صفحہ ۵۶) حیدر علی نہ کٹر بے رحم نہ ظالم تھا اپنی سلطنت میں شراب کی خرید و فروخت بند کردی تھی۔ اوسکا وزیر پورنیا نام ایک برہمن تھا (دیباچہ تاریخ ہند)

ابوالفتح سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ

درمیان کارزار کفر و دین ✦ ترکش مارا خدنگ آخرین

سلطان شہید پر تین اعتراض ہیں (۱) یہ کہ وہ متعصب تھا۔ (۲) اوسنے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ (۳) مندر منہدم کئے۔

نمبر (۱)

ٹیپو بھی اپنے باپ کی طرح بہادر اور غیر متعصب تھا وہ ہندوؤں کی دلداری کیلئے کوشش کرتا تھا۔ مگر اصلاحی معاملات میں نہایت سخت تھا وہ بدوقت رواج اصلاح سخت دھمکیاں دیتا تھا (واقعات ہند) پورنیا برہمن حیدر علی و ٹیپو کے زمانہ میں وزیر تھا (تاریخ ہند المشہور بہ پرشاد جن) افسر ونکا مجمع اوس کے گرد رہتا تھا ان میں سے ایسے افسر

بہت کم تھے جن پر اوس کو کلی اعتماد تھا۔ صرف ایک ہندو جس کا نام پورنیا برہمن تھا اوس کے اندرونی حالات سے واقف تھا (سوانح عمری ٹیپو مصنفہ ڈپٹی لال) ٹیپو نے ضلع کی شر طیں پیش کیں (انگریزون سے) اور ایک برہمن کو بھیجا (سوانح عمری ٹیپو)۔ ایک برہمن پورنیا اوس کی گفتگو میں شریک ہوا کرتا تھا۔ سلطان کو اپنے اورافسرون پر بہت کم اعتبار تھا (لیون بی بیورنگ) سرنگاپٹن اور بنگلور کے قلعدار کھانڈے راؤ اور کرشن راؤ تھے (واقعات ہند

نمبر (۲)

ٹیپو نے کبھی کسی کو اس لیئے نہیں ستایا کہ وہ اپنا مذہب بدل ڈالے (واقعات ہند
جن خاندانون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے بجبر مسلمان کیا تھا تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اُن کے زمانہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے"
(پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ) یہ معاملہ کہ ٹیپو نے کچھ لوگون کو بجبر مسلمان کیا صرف اسقدر صحیح ہے کہ پرتگیزون نے بجبر کثیر التعداد مسلمانون کو عیسائی بنالیا تھا۔ جب ٹیپو اس ملک کا مالک ہوا تو اون کو بلایا وہ بطیب خاطر مسلمان ہوگئے اور اونکا نام محمدی قرار پایا۔ چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں چونکہ اسلام کا شیدائی اور مذہب کا پکا تھا وہ ساحل کے تیس ہزار عیسائی باشندون کو مسلمان بنانیکی غرض سے اپنے ساتھ میسور لے آیا۔ اصل بات یہ ہوئی کہ پرتگیزون نے تجارت کے بہانے سے مغربی ساحل پر بستیاں آباد کر لی تھیں اور انہون نے مسلمانون کو مذہبی تلقین کرنے اور رواج دینے سے روک دیا تھا۔ اور ہندون کو اپنے علاقہ سے جلاوطن کر دیا اسلیے بعد میں جو لوگ رہگئے اون کو عیسائی بنالیا۔ (سوانح عمری ٹیپو) اس نے حکم دیا کہ تمام عیسائیون کے مکانات شمار کرو۔ اور پھر اپنے معتبر افسرون کے ہمراہ سپاہی بھیجے جنہون نے صبح کی نماز ادا کرنیکے بعد ساٹھ ہزار مرد عورتون کو ساتھ لیا اور درگاہ عالی میں لا کھڑا لیا ان کو دار السلطنت میں بھیجدیا اور پانچ پانچ سو مردون کو علیحدہ علیحدہ سے بنا کر مسلمان کیا گیا اس کے بعد افسران نے ان کو قلعون کی حفاظت کے لیے بھیجدیا۔ جب یہ لوگ مذہب اسلام سے مشرف ہوئے تو انکا لقب احمدی قرار پایا اور اوسی وقت یہ فقرہ زبان زد خلائق تھا کہ خدا مذہب احمدیہ کا نگہبان اور محافظ ہے (سوانح عمری ٹیپو) پرتگیزون نے جن مسلمان خاندانون

کو بجبر عیسائی بنایا تھا ٹیپو کے حکم سے وہ بخوشی مذہب اسلام میں لوٹ آئے (واقعات ہند) مہاتما گاندھی کے چیلے والجی گوبندجی ڈیسائی لکھتے ہیں کہ میسور کا بادشاہ فتح علی ٹیپو سلطان اجنبی مؤرخون کی نگاہ میں تو وہ متعصب مسلمان تھا جسنے اپنی ہندو رعایا کو بجبر مسلمان بنایا لیکن یہ سب جھوٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندؤن سے اوس کے تعلقات بہت دوستانہ رہے (آگے لکھتے ہیں) اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا جسنے نہایت شرم سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس فدائے آزادی کو دغا دیکر دشمنون کے ہاتھ میں دیدیا (آگے لکھتے ہیں) ٹیپو نے ہندو مندرون کے لئے نہایت فیاضی سے جائدادیں وقف کیں اور خود ٹیپو سلطان کے محلات کے گرد و پیش شری ونکٹارمنا شرینواس وشری رنگھنا تھ کے مندرون کی موجودگی سلطان کی وسیع النظری اور رواداری کا ثبوت ہیں (ینگ انڈیا۔) الکشافہ فروری ۱۹۳۴ء

نمبر (۳)

ٹیپو نے کسی مندر کی توہین نہیں کی بلکہ وشنو کے مندر کو جاگیر دی (واقعات ہند) ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں سرنگاپٹم میں جو ٹیپو سلطان کا پایہ تخت تھا محلات شاہی کے کھنڈرون کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری مٹھ ہندو پجاریون اور دیار تھیون کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس مٹھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹھہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن ٹیپو سلطان کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دئے گئے۔ (اخبار کرم ویر) ۔ اگر ٹیپو سلطان مندرون کو ڈھاتا تو سب سے پہلے اس وشنو کے مندر کو منہدم کرتا کیونکہ یہ اوس کے محل کے قریب ہے۔ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں وشنو جی کا پرانا مندر مسلمان سلطان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈرون کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے (سوانح عمری ٹیپو) سرنگاپٹم میں وشنو کا مندر اب بھی مسلمان غاصب بادشاہ کے ایوان کو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ (لیون بی بورنگ)

سلطان ٹیپو کے متعلق محققین کی رائے

مورخ اسپر بہتان لگاتے ہیں اور اوس کو سنگدل ثابت کرنے کیلئے طرح طرح کی بے رحمیاں اوس کے سر تھوپتے ہیں (صـ۲۴) وہ حلیم وخوش مزاج تھا (صـ۵۸) ٹیپو ایسا باحجاب تھا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اوس نے اوس کے پاؤن کے ٹخنون اور کلائیون کے سوا جسم کا کوئی اور حصّہ دیکھا ہو وہ جب غسل کرتا تھا تو اپنا جسم سر سے پاؤن تک چھپا لیتا تھا (صـ۵۸) ٹیپو کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ وہ نرم بچھونے کی بجائے ٹاٹ پر سویا کرتا تھا اور کھانا کھاتے ہوئے مذہبی کتابیں سُنا کرتا تھا۔ اوس کی زبان سے فحش کلمات نکلتے ہوئے کبھی نہیں سنے (صـ۵۹ سوانح عمری ٹیپو ڈیٹی لال) وہ مہذب رحمدل فیاض رعایا پرور کفایت شعار بہادر تھا۔ لیکن اسکی جنگ جویانہ خصلت سے ضرور خیال ہوتا ہے کہ یہ اوس کے ظاہری اخلاق تھے اگر وہ ہندوستان پر مسلط ہو جاتا تو ضرور غیر مسلمون پر ظلم کرتا۔ (واقعات ہند) اس مورخ کو یہ آخری فقرات کس دیوتا کی طرف سے الہام ہوئے ہونگے۔ ایسی رائے کو کوئی باعلم دانشمند تسلیم نہیں کر سکتا۔ پروفیسر جائسر لکھتا ہے میری نظروں میں ٹیپو کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ باوجود طاقت ہونیکے اس میں عفو و درگذر کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ عورتون سے اس کا سلوک نہایت شریفانہ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس کی پالیسی میں تعصب کو دخل نہیں تھا۔ ہندو اور مسلمان برابر تھے۔ سری نگری کا مٹھ خاص پایۂ تخت میں وشنو اور سری رنگا کے مندر اسکے انصاف کے ثبوت ہیں۔ مسٹر سکلیر نے لکھا ہے جو وقت انگریزی فوجین ٹیپو کے ملک میں داخل ہوئیں تو دیکھا گیا کہ رعیت ہندو اور مسلمان نہایت خوشحال ہیں تمام ملک سر سبز ہے زراعت اچھی ہو رہی ہے کل رعیت سلطان کے نام پر فدا ہے۔ انگریزی فوج کے آگے اپنی دولت لاکر رکھ دی (رعایا نے) کہ وہ سلطنت کو ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہی ہردلعزیز تھا (تاریخ ہند) ولکس اور بورنگ نے بھی اپنی کتابون میں سلطان کی حیاداری، علم دوستی، تہذیب ومتانت بہادری، جنگی قابلیت

اصابت رائے، سادگی، دینداری کی تعریف کی ہے۔

ہندو مذہب میں ٹیپو کی مداخلت

ٹیپو سلطان ایک باحیا مہذب نیک دل بادشاہ تھا۔ وہ مخرب اخلاق امورات کو
گوارا نہ کرتا تھا۔ شراب خواری قمار بازی بے پردگی وغیرہ ہندوستان میں رائج اور
ہندوؤں کے مذہبی شعار تھے۔ ان امورات کو اس مجدد تہذیب نے سختی سے روکا۔ یہ
امر ہندوؤں کو گراں ہوا۔ چنانچہ مسٹر ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں۔ اس نے عورتوں کو سر اور سینہ
کھول کر ادھر ادھر پھرنے کی ممانعت کر دی ص۵۹۔ اس نے مسکرات کی بیع شراب کی کھچی
کے ساتھ ممانعت کی ص۱۲۵ اس صوبہ (کالی کٹ) کی رسوم ذمیمہ کا انسداد کیا۔ اور
یہ قانون نافذ کیا کہ کوئی عورت ایک سے زیادہ خاوند نہ کرے ورنہ سب لوگوں کو مشرف بہ اسلام
ہونا پڑیگا" ص۱۱۱ (یہ ایک دھمکی تھی جسکا ہندو مورخ کو بھی اقرار ہے دیکھو ۱۰ میں واقعات
ہند کا حوالہ) اوس نے اپنے آپ کو ایک دانا مصلح ثابت کیا ص۱۲۵) اوس نے لوگوں کو راہ مستقیم
پر ڈالکر صلاح و بہبودی اور آخرت میں راحت حاصل کرنیکے قابل بنا دیا۔ ص۱۱۱ (ٹیپو نے
فرمان جاری کیا) تم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ پانچ بھائیوں میں سب سے بڑا شادی کرتا ہے
اور اوس کی بیوی سب بھائیوں کی بیوی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس میں شبہ نہیں کہ تم سب
ولدالزنا ہو۔ یہ ساتویں دفعہ ہے کہ تم نے سرکار کے ساتھ فریب کیا اور ہماری فوجوں کو لوٹ لیا
ہے ہمیں نے اب خدائے تعالیٰ کے روبرو قسم کھائی ہے کہ اگر تم پھر کبھی دغابازی یا فریب کروگے
تو میں تم میں سے صرف ایک ہی شخص کو سزا نہ دونگا بلکہ تم سب کو مسلمان بناکر اس ملک سے نکالکر
اور کسی ملک میں لیجاؤنگا۔ اس طریقہ سے تمہاری اولاد ولدالحلال ہوگی۔ اور پھر تمہاری
قوم کا کوئی شخص گنہگار ماں کا بیٹا نہ کہلائیگا۔ ص۵۵ (اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو ایک
عورت کے کئی شوہر کرنے سے روکتا تھا۔ اور ہندوؤں کا چونکہ مذہبی شعار تھا وہ باز نہ آتے
تھے۔ جب فوجی انتظام کی نوبت پہنچی تو ان مذہبی رسوم کے شیدائیوں نے شاہی فوج پر بار
بار دست درازی کی۔ اس پر یہ دھمکی آمیز حکم جاری ہوا) (سوانح عمری ٹیپو) ایک عورت

کے کئی شوہر ہونا رگ وید سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ دلیپ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک عورت کے متعدد شوہر کی رسم کا وجود رگ وید کے ایک بھجن میں پایا جاتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ (اے اشونون تمہارے رعنا گھوڑے دوگاڑی سنبھالے ہوئے ہیں جن کو بنظر رفتار تم نے منزل پر پہنچنے کے لئے آراستہ کیا ہے۔ اور وہ دوشیزہ لڑکی جو تمہارا انعام تھی تمہاری محبت سے آگئی۔ اور یہ کہہ کر تم سب میرے خاوند ہو اوس نے تمہارے خاندان کا اعتراف کیا) (تاریخ ہندوستان) درحقیقت اگر وید سے ایسی اجازت نہوتی تو اکابران ہنود میں دروپدی پانچون پانڈؤن کی بیوی نہ بنتی۔ اور ایسے بڑے آدمی ایسی جرأت نہ کرتے۔ (دروپدی کو پانچون پانڈون نے بیوی بنایا (تاریخ ہند) جے۔ جی۔ بھمنا گرو کیل لکھتے ہیں تبت میں ایک خاندان میں صرف بڑا بھائی نکاح کرتا ہے گو دوسرے بھائی بھی شریک ہوجاتے ہیں (الخلیل مارچ ۲۷؁ء) راجہ نے اپنی بیٹی دریادیوی کو اکیس خاوند کرائے (پدم پران ادھیائے ۸۵؁) اس قسم کے واقعات ہنود میں اس زمانہ میں بھی ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں نائرون میں یہ رسم ہے کہ ایک عورت کو اپنے خاوند کے کئی بھائیون کے ساتھ شادی کرنیکا اختیار ہے (سوانح عمری ٹیپو) رام کمار نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی ایک ساتھ دو شخصون سے کی (مہر نیمروز ۱۱ کتوبر ۹۶؁ء) غرض اس قسم کے بیہودہ مراسم کو ٹیپو نے روکا جس پر اکثر ہندو اس سے ناخوش ہوئے۔

خاص وجہ عداوت

سینکڑون مسلمان بادشاہ گزرے اون میں رحمدل بھی تھے سخت گیر بھی تھے لیکن ہندؤن کو صرف ان ہفت تن پاک سے عداوت و شکایت کیون ہے؟ یہ ایک سؤال ہے جو ضرور پیدا ہوسکتا ہے لیکن ماہرین سیر جانتے ہیں کہ اس شکایت کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں کہ پہلے اصحاب اربعہ نے تو ہندو راج کا تختہ الٹا۔ اور سلطنت اسلامیہ قایم کی۔ اور آخری اصحاب ثلثہ نے ہندو راج قایم نہ ہونے دیا۔ اور بہت سے مذہبی مہم

کو بند کیا جسکا کسی قدر تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کے عہد حکومت کے متعلق محققین کی رائین

ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ایل وسوانی لکھتے ہیں "مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے (الامان جون ۲۵ء) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اسلامی فتوحات نے مختلف ریاستون اور سلطنتون کے بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریبان رہا کرتی تھین اک شہنشاہی اتحاد قایم کردیا۔ اور لوگون کو یہ سکھایا کہ وہ ملک کے اندر ایک واحد حکمران کا اتباع کرین اس نے ہماری قومیت کے ذخیرہ میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ کیا۔ اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستایش ہے۔ مسلمانون کے رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤن کی عادات و رسوم کو بہت کچھہ ابھارا اور جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر ان ہی کا طفیل ہے مسلمانون نے ملک کے اندر ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے ساتھ ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے اونہون نے شاندار اور خوبصورت عمارتین تعمیر کرا کے ہندوستان کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا کر دیا (تاریخ ہند) مسٹر مکندی لال ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں "ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ اثر اسلامی حکومت کا ہندوستان کی مصوری اور فن تعمیر پر پڑا اور اس سے فائدہ ہی ہوا۔ اگر مسلمان یہان نہ آتے تو ہنر ہندی قطعاً موقوف ہو چکی تھی۔ لٹریچر کی ترقی بھی مسلمانون کے عہد میں بہت ہوئی ہندی زبان کی تنظیم اسلامی عہد میں ہوئی۔ آجکل کے مغربی علماء ہندوستان کے اس زمانہ کا مقابلہ موجودہ ترقی یافتہ مہذب ممالک سے کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اوس وقت کے ہندوستان کا مقابلہ اُس زمانہ کے یورپ سے کرین تو پروفیسر ایشوری پرشاد کے الفاظ مین ہمیں ناظرین کو یاد دلانا ہوگا کہ اوس وقت یورپ میں رومن کیتھلک لوگون نے بڑے بڑے ظلم اور سفاکیان کیں۔ خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا گیا تھا۔ مگر مسلمان اس

باب میں مغربی اقوام سے کہیں اچھے تھے۔ جس وقت اسپین کے بادشاہ فلپ دوم نے اعلان
کیا تھا کہ آزاد خیال لوگوں پر حکومت کرنے سے نہ کرنی ہی اچھی ہے۔ جس وقت ولایت میں
مہارانی الزبتھ آئرلینڈ کے رومن کیتھولک عیسائیوں کو تنگ کررہی تھی ان پر ظلم وستم ہو رہے
تھے۔ ہندوؤں کے آخری زمانہ کے مصلح رامانند چیتین کبیر اور نانک جنہوں نے قوم اور مذہب
کی کایا پلیٹ دی اس زمانہ میں ہوئے جس حکومت میں ایسے آزاد خیالات کی اشاعت اور
اسکا درس دینے والے پیدا ہوں۔ اور نئے مذہب کا ظہور ہو۔ اس حکومت کو رعایا کی
دکھ دینے والی۔ مذہب کی دشمن غیر مہذب اور جابر کہنا گویا واقعات تواریخ پر پردہ ڈالنا
ہے۔ (از رسالۂ سرسوتی) پنڈت وتستہ پرشاد بی۔ اے لکھتے ہیں۔ فاتحین اس شہر (دہلی)
کی ہندو آبادی کے آرام و آسایش میں بالکل مزاحم نہیں ہوئے۔ (رسالۂ عبرت مارچ ۲۲ء)
لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان عملداری میں ہندوؤں پر بے اندازہ
مذہبی ظلم ہوئے۔ گو یہ درست ہو کہ بعض مسلمان حملہ آوروں نے یا بعض مسلمان حکمرانوں نے ایسا
کیا ہو۔ لیکن اس کی تہہ میں مذہبی تعصب بہت کم تھا وہ ظلم وستم زیادہ تر پولیٹیکل و اقتصادی
وجوہ پر مبنی تھا۔ نادر شاہ نے جس وقت دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تو ہندو مسلمانوں میں
کوئی تمیز نہ تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور ان کے ہمراہی مسلمانوں کو اسی طرح
تہ تیغ کیا جس طرح ہندوؤں کو (تاریخ ہند) مسلمانوں نے ہندوستان پر صدیوں حکمرانی
کی اکثر اون کا طرز حکومت عادلانہ تھا۔ مذہبی آزادی اون کے عہد حکومت میں نہایت استحکام
کے ساتھ قایم رہی۔ ان میں رحم دل بھی ہوئے جابر بھی ہوئے۔ لیکن رحمدل کی رحمدلی
اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا جس سے مسلم اور غیر مسلم سب یکسان
متاثر ہوتے تھے۔ جبراً مذہب تبدیل کرانے کو اون کے سر تھوپنا سراسر اتہام ہے
ہماری موجودہ تہذیب و ترقی بہت کچھ اُن کی مرہون منت ہے۔ (واقعات ہند، ڈاکٹر
پی۔ سی۔ رائے نے دوران تقریر میں کہا۔ ہمنے مسلمانوں کے آنے سے بہت کچھ فوائد حاصل
کئے ہیں (ہندو اخبار پرتاب ۴ ۲ دسمبر ۲۸ء سے الامان جنوری ۳۰ء نے نقل کیا)
میرے نزدیک مغلوںکی حکومت ہندوستان کے حق میں نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی (آگے لکھتے ہیں بلا لحاظ ملت
و مذہب قابلیت کی قدر کی۔ اور بڑے بڑے عہدے ہندو مسلمانوںکو یکسان عطا کئے۔ اور پھر محبت و پیار خلوص و
اخلاص سے اپنے دلوںکو ہمیشہ معمور رکھا (آگے لکھتے ہیں) جسطرح اپنے علوم و فنون کو رواج دیا اسیطرح سنسکرت اور اصطلاحات
ہندی سے متعدد مسلمانوں کو بہرہ اندوز ہونیکی تلقین کی (سالنامۂ اخبار دکن پنچ حیدرآباد دکن بابت ۱۳۳۹ف مضمون

مسٹر گرنیدر ناتھہ بنرجی بی۔ اے ایک مضمون کے دوران میں لکھتے ہیں کہ سرکاری عہدون پر قابل اشخاص کو مقرر کیا جاتا تھا ذات پات مذہب اور رنگ کا کوئی امتیاز نہ تھا بعض صوبہ جات کے گورنر فوج کے سپہ سالار امراء اور درباری ہندو تھے۔ اورنگ زیب کو متعصب مسلمان کہا جاتا ہے لیکن اسکے دربار میں

مسلمان سلاطین زمانۂ حال کی رواداری

امیر عبدالرحمان خان مرحوم امیر حبیب اللہ خان مرحوم امیر امان اللہ خان شاہان کابل کی رواداری و مراعات کے متعلق کابل کے ہندو اور سکھہ باشندون کے بہت سے مضامین انگریزی مسلم و غیر مسلم اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ شاہ ایران رضا خان پہلوی نے جو عنایت پارسیون پر کی ہے اوس کی شہرت تمام اخبارات میں پہلی ہوئی ہے مصطفے کمال پاشا کی عیسائیون اور یہودیون پر جو عنایت ہے دنیا کے جرائد اوس کے مداح ہیں

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر **عثمان علی خان** شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کا عدل و رعایا پروری۔ رحم و کرم زبان زد خاص و عام ہے۔ قریب دو کروڑ کے جاگیرات متعلق سلطنت ہیں جن میں اکثر ہندو ہیں اور اکثر جاگیردار صاحب فوج و عدالت ہیں۔ اور راجہ چیوتانہ کی بعض ریاستون سے آمدنی میں زیادہ ہیں۔ بعض مسلم اوقاف کے متولی ہندو ہیں۔ بعض بعض قصبات کا عہدۂ قضا ہندؤن سے متعلق ہے وہ اپنے منصبی فرائض مسلمان نائب کے ذریعہ انجام دیتے ہیں پٹیل پٹواری دیسمکھہ جو خاص عہدے ہیں ان پر نوے فیصدی ہندو مامور ہیں۔ ہائیکورٹ کے احاطہ میں تین مندر ہیں جن کی حفاظت و کفالت سلطنت کرتی ہے۔ دیگر مندرون کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ سالانہ۔ ہندو بیواؤن۔ یتامیٰ مدارس کے لئے ایک لاکھ سالانہ خزانہ سلطنت سے دیا جاتا ہے۔ ممالک محروسۂ سرکار نظام میں ۲۳½ لاکھہ غیر مسلم بالغ مرد آباد ہیں ان میں سے ایک ثلث کو وظیفہ ملتا ہے۔ اسیطرح پارسیون کے آتش خانون عیسائیون کے گرجون کا ساالانہ مقررہے نانڈیڑ کے گرودوارہ کو جاگیر ہے سلطنت میں اس کثرت سے مدارس قائم ہیں کہ دوسری ریاستین بہ تعداد آبادی کے تناسب سے مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ بوجہ کثرت شمار ان درسگاہون سے ہندو زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

لیکن اس نیک دل فیاض سلطان کو بھی بعض ہندؤن نے " اورنگ زیب ثانی " خطاب دے رکھا ہے اس خطاب کی اصل وجہ کو تو اس روشنی کے زمانہ میں زبان پر لاتے ہوئے شرماتے ہیں اسلئے دور از کار باتین بناتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہٗ نے ہندو مذہب میں مداخلت

میں خاص طور پر ہندو افسران کو مقرر کیا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ علی وردی خان اپنی تمام رعایا کو ایک ہی خدا کی اولاد سمجھتا تھا۔ ...نامی ایک بنگالی برہمن کو وزیر خزانہ اور کشوررائے کو نواب نے پرائیوٹ سکرٹری مقرر کیا تھا۔ محکمہ فوج میں بھی ہندؤن کی کمی نہ تھی۔ مرشد قلی خان کی اس پالیسی کی

کی ہے۔ وہ کیا؟ اس کو اخبار ڈیلی کرانیکل کی زبان سے سنئے (ریاست کے قدیم رواج کے مطابق ہندو اپنی لڑکیون کو مندرون کے لئے وقف کردیتے تھے۔ اس قسم کے رواج سے جو نتایج پیدا ہوسکتے ہیں ان کا بیان کرنے سے اسکا اندازہ لگانا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہر شہر میں ان مُرلیون (دیوداسیوں) کی ایک چھوٹی سی بستی آباد ہوگئی تھی۔ ہندو سوسائٹی کے دامن پر یہ ایک بے انتہا شرمناک دہبہ تھا۔ حضور نظام نے بہت جلد اس رواج کو قانوناً روک دیا (ترجمہ ڈیلی کرانیکل از الجمعیتہ اپریل ۲۹ء) منشی مہیش پرشاد فارسی پروفیسر ہندو یونیورسٹی گزشتہ ایام گرما میں ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے سرزمین رستم واسفندیار میں پہونچے واپس آکر آپ نے ایرانی امیرون پر ایک مضمون لکھا جس میں ایرانیون کی خوش خلقی۔ اور مذہبی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے بندر عباس کے حالات میں لکھتے ہیں۔ (اسلام یہان کا خاص مذہب ہے۔ اور مذہبی رواداری ایرانیون میں بہت ہے۔ عیسائی۔ سکھ۔ آتش پرست۔ ہندو۔ یہودی۔ ارمنی۔ سب اپنے مذہبی رسوم اطمینان وآزادی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہان ہندوؤن کے مندر اور سکھون کے گردوارے بھی کافی تعداد میں ہیں (ہندو اخبار دکن پنچ بابتہ خورداد ۱۳۳۹ف مطابق ۱۹۳۰ء)

موجودہ ہندو ریاستوں کی مسلمانوں پر مظالم

سب سے بڑی ہندو ریاست کشمیر ہے جس میں نوے فی صدی مسلمان آباد ہیں کوئی صاحب غیرت بہاشی بتلائیں کہ ریاست سے کتنے مسلمانون کے وظائف مقرر ہیں کسقدر مساجد واسلامی مدارس و بیوگان و یتامیٰ کی امداد مقرر ہے۔ کشمیر کی حالت کشمیر کے وزیر سیاسیات کی زبانی سنئے۔ (اس ریاست کی آبادی ان بے شمار بدنصیب مسلمانون پر مشتمل ہے جو بالکل جاہل ہیں۔ اور غربت وافلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور عملی حیثیت سے ان پر اس طرح حکومت کی جارہی ہے جس طرح لاٹھی سے ہانکے ہوئے جانورون پر کی جاتی ہے۔ مضمون مسٹر البین نبرجی وزیر سیاسیات کشمیر۔ از نظام گزٹ حیدرآباد ۲۹ء) ہندو اخبار رعیت حیدرآباد نے

پنڈت پرمیشور ناتھ کول بیرسٹر کا مضمون متعلق رعایائے کشمیر نقل کیا ہے اس میں یہ فقرات ہیں (ہر سال موسم سرما میں مفلس و قحط زدہ کشمیری رعایا برطانوی ہند کو چلے جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور ہو جاتی ہے کہ وہاں قلیل ذرائع آمدنی پیدا کرے اور اس آمدنی سے حکومت کشمیر کے مطالبات کی تکمیل کرے (مئی ۲۹ء)۔

مہاراجگان الور و پٹیالہ نے اسلامی تعلیم پر ایسے قیود عائد کئے ہیں گویا مذہبی تعلیم معدوم ہو جائے۔ آجکل اخبارات میں عام طور پر ان احکامات کے متعلق احتجاج کیا جا رہا ہے۔ کئی ہندو راجاؤں نے مساجد منہدم کیں۔ اُن میں زیادہ مشہور راجگان بانسواڑہ و کشمیر و بھرت پور ہیں"۔

دوسرا باب

سکھوں کا بیان

چونکہ یہ بھی بڑے تشدد مد سے بیان کیا جاتا ہے کہ سکھوں پر مسلمانوں نے مظالم کئے اور اس معاملہ میں سلطان عالمگیر غازی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے سکھوں کے حالات میں نے مختلف کتب میں تلاش کر کے یہ باب مرتب کیا۔ زیادہ تر میرا ماخذ رائے بہادر کنہیا لال کی کتاب تاریخ پنجاب ہے۔ رائے بہادر موصوف اس کتاب کا سبب تالیف اس طرح لکھتے ہیں (یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگیاش والئی پنجاب کا حال منظوم ہو تین برس

برابر یہ کار نصیر پیشِ نہاد خاطر رہا۔) الفاظ زیر خط سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کو سکھ قوم سے عقیدت ہے۔ اس لئے اس مصنف نے تالیف میں ضرور رعایت سے معاملات کا اظہار کیا ہوگا۔ اور امورات واقعی کو جن پر پردہ ڈالا جا سکتا ہوگا۔ بمجبور ظاہر کیا ہوگا۔ نیز اس کتاب میں جو واقعات مذکور ہیں اُس کی تصدیق دیگر کتب سے بھی ہوتی ہے۔ بدینوجہ میں اس کتاب کو سکھون پر حجت سمجھتا ہون۔ میں نے اصل کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا خلاصہ دیا ہے۔ لیکن خلاصہ لکھنے میں اصل کتاب کے الفاظ کا لحاظ رکھا ہے بلکہ حتی الامکان مصنف کے اصل الفاظ نقل کئے ہیں۔ میں اوّل ان واقعات کو مختصراً لکھتا ہون جو مجھ کو مختلف کتب کے مطالعہ سے ثابت ہوئے ہیں۔

واقعات

گرو نانک ایک فقیر تھے یہ تحقیق نہیں کہ اُن کا مذہب کیا تھا۔ بعض مسلمان ان کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہندو ان کو ہندو کہتے ہیں۔ گرو نانک کے کلام میں توحید و رسالت کا اقرار قرآن مجید کی تعریف موجود ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک مسلمان درویش کے مرید تھے انہون نے فقیرانہ طرز و طریق کے سوا کسی نئے مذہب کی بنیاد قائم نہیں کی۔ وہ اور ان کے خاص اعزا مسلمانون کے نمکخوار رہتے۔ اُن کے جانشینون میں گرو ارجن کو ہندو دیوان چندو (نانک نام قوم کھتری ساکن لاہور۔ جہانگیر کے عہد میں صوبۂ لاہور کا دیوان تھا۔ اور بادشاہ کیطرف سے دیوان چندو خطاب تھا) نے ذاتی عداوت سے جہانگیر بادشاہ کو قسم قسم کی چغلیان کر کے گرو سے برہم کر کے گرفتار کرایا۔ اور اُس ہی کی قید میں گرو نے دریائے راوی میں کود کر جان دی۔ اس ہی جہانگیر بادشاہ کی قید میں برسوں مسلمانون کے پیشوا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ رہے ہیں۔ ہر سلطنت کا یہ قاعدہ ہے اور ہونا چاہئے کہ جس شخص پر سلطنت کی مخالفت کا گمان ہو اسکا تدارک کرے۔ دنیا میں کونسی قوم ایسی ہے جس کے سلاطین نے اس امر کو گوارا کیا ہو کہ کوئی شخص اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے کا ارادہ رکھتا ہو اور بجائے گوشمالی کے اُس کی پرورش کی ہو۔ پس گرو ارجن کو جو تکلیف پہنچی اُسکا باعث دیوان چندو تھا۔ بادشاہ اس امر میں معذور تھا۔ بلکہ بادشاہ نے تو گرو کو اس تکلیف سے نجات دینے کی سبیل نکالی تھی۔ مگر دیوان چندو نے اس کو عمل میں نہ آنے دیا۔ مسلمان

سلاطین مسلسل گرؤن سے رعایت کرتے رہے مگر گرداون کے خلاف رہے اور ہمیشہ زک اٹھاتے رہے۔ حوالجات آئندہ سے اس مجمل بیان کی تفصیل معلوم ہوگی۔ جہانتک واقعات پر غور کیا جائیگا صاف ثابت ہوگا کہ سکھون کو تکلیف ہندؤن نے پہنچائی نہ کہ مسلمانون نے۔ سلاطین اسلام نے ان کی بہت رعایت کی۔ مگر انہون نے ہمیشہ بے وفائی کی۔ گرؤن اور سکھون نے مسلمانون پر بیجا مظالم کئے۔ اور سکھون کی سلطنت ایسی سلطنت نہ تھی جس کو مہذب سلطنت کہا جاسکے ایک سکھ اہل قلم نے سر دار۔ ٹی۔ یس۔ الگیائی کا ایک مضمون نقل کرکے تحریر کیا ہے سکھون کو مسلمانون کی بجائے ہندؤن نے زیادہ تکلیفین دیں ہیں۔ گرو ارجن کے دیگ میں ابالے جانے چھوٹے صاحبزادون کو دیوار میں چنے جانے کا سبب کیا ہندو برہمن نہ بنے تھے (الامان جولائی ۲۶ء)

مسلمانون کی سکھ نوازی

خدمت مودی خانہ سرکار دولت خان جاگیردار سلطان پور کی نواب کے حکم سے نانک (گرونانک) کے سپرد کرادی۔ اور نانک اس کام میں مصروف ہوا (تاریخ پنجاب ص۶۷) گرورام داس نے امرتسر تالاب بنایا وہان ایک گاؤن بسایا۔ اکبر بادشاہ نے پانسو بیگہ زمین واسطے اخراجات فقرا، واجرائے لنگر اس مکان کے نذر کی (ص۷۱) جہانگیر بادشاہ نے دیوان چندو کو حکم دیا کہ گرو ارجن اگر بحلف اقرارنامہ نہ لکھدے کہ آئندہ بادشاہ کی خلاف کوئی کام نہ کریگا تو اس کو قتل کردیا جائے۔ (ص۱۱) گرو ہرگوبند نے شاہجہان سے اپنے باپ کا ماجرا کہا اور اپنے باپ کے قاتل کو طلب کیا۔ بادشاہ نے دیوان چندو کو گرو کے حوالہ کردیا گرو نے دیوان چندو کو قتل کردیا۔ (ص۱۲) دارا شکوہ گرو سے محبت کرتا تھا اور مہینون اسکو بلاکر اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کشمیر بھی ساتھ لیگیا۔ (ص۲۱) مخلص خان کے قتل پر (آگے واقعہ مذکور ہوگا) بادشاہ برہم ہوا تو دارا شکوہ نے بادشاہ کا غصہ گرو کی طرف سے فرو کیا۔ (ص۲۳) گرو ہررائے کو دارا شکوہ نے جاگیر دی (ص۲۵) گرو تیغ بہادر نے جب سلطنت کا ٹھاٹھ ڈالا۔ اور راجہ امرائے اوس کے چچا نے بادشاہ کو اطلاع کی اور جاسوسون نے اوس کی تصدیق کی تو

عالمگیر نے اس کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ آئندہ فوج وغیرہ نوکر نہ رکھے قلعے نہ بنائے اور اپنا
طرز فقیرانہ رکھے۔ (صـ۴۷) گرو گوبند سنگھ نے پہاڑی راجون کے ممالک کو لوٹنا اور برباد کرنا شروع
کیا۔ راجون نے تنگ آکر بادشاہ کو عرضی بھیجی بادشاہ نے اون کی امداد کے لئے لشکر متعین کیا۔
گرو کو شکست ہوئی۔ گرو کی والدہ اور بچے ایک برہمن کے گھر چھپے۔ اُس برہمن نے شاہی دیوان
گلجس رائے کو اطلاع کی۔ اوس نے دیوان سچانند کو اون کی گرفتاری پر مامور کرکے گرفتار کرایا
جب وہ بچے وزیر خان صوبیدار کے سامنے پیش ہوئے گلجس رائے نے کہا یہ بچے گوبند سنگھ قزاق
کے ہیں انکو قتل کرنا چاہیئے۔ وزیر خان نے کہا کہ قصور وار گوبند سنگھ ہے نہ کہ عورت اور بچے ان کو
حراست میں رکھو۔ (خلاصہ صـ۴۷ تک) گرو جب بھاگا تو راستے میں اوس کو دو پٹھان ملے اونھوں نے
بوجہ سابقہ مراسم کے گرو کو گرفتار نہ کرایا (صـ۴۸) قصبۂ بہلول پور کے قاضی پیر محمد نے گرو کو پناہ دی
(صـ۴۸) گرو نے عالمگیر کو خط لکھکر معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا (صـ۵۷) دہرہ دون گرو رام داس
گرو رام رائے کو جاگیر دی (واقعات ہند) احمد شاہ درانی کے عہد میں سکھون نے قتل و غارت
کا بازار گرم کیا۔ اس میں آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی شریک تھا جب شکست ہوئی تو آلا سنگھ نے معافی
چاہی بادشاہ نے معاف کر دیا (صـ۶۲) آنچہ تعلقۂ پرگنۂ بھٹی ہیبت پور کہ یعنی فتح آباد وغیرہ و تعلقات
پرگنۂ پٹیالہ مثل سنہیالہ و کوٹ مہتات در تصرف شماست باید کہ بطور قدیم در تصرف آن عقیدت دستگاہ
بودہ معاف باشد۔ و از جاگیرداران قصبۂ کمراہ و کہیری کوٹلہ نذرات بدستور جاگیرداران دیگر
بے کم و کاست می گرفتہ باشند و آنکہ عقیدت پناہ ہیری سنگھ در ملک خود جنگ و فساد با رعایا برپا میدارد
خوب نیست باید کہ دست از فساد برداشتہ مزاحمت بخلائق نہ رساند۔ ہفتم شہر رمضان المبارک
سـ۱۱۷۱ ہجری (عبارت از نقل فرمان بادشاہ عالمگیر ثانی بنام جسا سنگھ والئی کپور تھلہ منقول از
رسالۂ رئیس ہند دہلی کپور تھلہ گولڈن جوبلی نمبر بابتہ سـ۱۹۲۷ء) مرتبۂ پنڈت پیارے لال شرما صـ۲۶)
کہ پنجاہ مدد دیہہ از تعلقۂ فتح آباد وغیرہ بدون جاگیر قدیمی و متفرقات سنوات و قبیل معاوضات
میران پور وغیرہ کہ از پرگنۂ تھارہ پتہ دریائے پار بآن عقیدت کیش از مصارف سرہند مفوض
گردیدہ است عنایت فرمودیم ۲۳ رمضان المبارک سـ۱۱۷۶ ہجری (عبارت از نقل فرمان
احمد شاہ ابدالی بنام جسا سنگھ والئی کپور تھلہ منقول از رسالۂ رئیس ہند مذکورہ بالا صـ۲۶)
گرودوارہ گوبند سنگھ واقع ناندیڑ کو سلطنت نظام کی طرف سے جاگیر ہے

مسلمانوں کا حق نمک

گرو ہر گوبند نے شاہجہان کا شکاری باز جس کو ایک سکھ پکڑ لیگیا تھا چھپا لیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کے پاس باز ہو وہ حاضر کردے۔ گرو نے حاضر نہ کیا۔ جب مخبری ہوئی اور شاہی فوج آئی تو اس سے کشت و خون کیا۔ پھر گرو مسلمان کا قتل کرنا ثواب سمجھتا تھا

جسا سنگھ کا عہدیداران شاہی سے برتاؤ

سنہ ۱۷۴۳ء میں جبکہ ذکریا خان پسر عبدالصمد خان لاہور کا صوبیدار تھا اوسوقت جسا سنگھ نے ایک کثیر جمعیت سواران کی ہمراہ لیکر دیوان لکھپت رائے پر جو امین آباد سے لاہور کو خزانہ پہنچانیکے واسطے جاتا تھا حملہ کیا۔ اور اوس کو قتل کرکے کل مال و مطاع لوٹ لیا (رسالہ رئیس ہند مذکور صہ۱۵) ابھی احمد شاہ ابدالی واپس ہی لوٹا تھا کہ صوبیدار لاہور پر حملہ بولدیا (جسا سنگھ نے) کہیں آدینہ بیگ کو جا دبایا اور کہیں فوجدار امرتسر کو خاک و خون میں ملایا (رسالہ مذکور صہ۱۵) سنہ ۱۷۵۳ء میں سردار صاحب (جسا سنگھ) نے عزیز خان سپہ سالار افواج کو شکست دے کر جگرانوں اور رائیکوٹ کو تاخت و تاراج کیا۔ کوہستانی راجگان کا زرخراج خود حاصل کیا اور آدینہ بیگ سے پے درپے جنگ کرکے اوسکو شکست فاش دی۔ بہت سا علاقہ فتح کرلیا۔ امید خان خواجہ سرا کو جو ایک بڑا بارسوخ تھا قتل کرڈالا۔ اور عزیز بیگ خان کو بھی جو آدینہ بیگ نے بھیجا تھا شکست دی۔ احمد شاہ ابدالی اپنے ایک معزز سردار سربلند خان افغان کو جالندھر کا صوبیدار بنا گیا تھا آپ نے پہلے ہی حملہ میں اوسے شکست دیکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ (رسالہ مذکور صہ۱۶) عزیمت بطرف شاہجہان آباد معطوف فرمودہ سبزی منڈی کہ محلہ خاص بیرون حصار دہلی است تاخت و تاراج ساختہ نواب عبدالاحد خان وزیر بادشاہی باجم غفیر مقابل گشتہ آتش مجادلہ برافروخت مجاہدان باعزم و دلاوران معرکہ رزم چون شعلہ جوالہ نے غلطم مانند برق خاطف بروریختند و خرمن ہستی ادھرق ساختند و جوق جوق از ان احزاب پیوند زمین شدند و امتعہ و اسلحہ احمال و

اشغال و اموال شہریان بتصرف دست خویش نہیب نمالصہ (عبارت روزنامچہ راجہ رنجیت سنگھ احوال جیاسنگھ از عمدۃ التواریخ قلمی موجودہ کتب خانہ کپورتھلہ۔ تاریخ عہد رنجیت سنگھ جو بحکم رنجیت سنگھ مرتب ہوئی۔ منقول از رسالہ مذکور صفحہ ۴۴)

تعجب ہے کہ سکھوں کے نقصان کا باعث ہوئے چندو لال راے عرائض مجلس راے سبحا نند وغیرہ ہندو۔ لیکن ہندوؤں سے تو دشمنی کی نہیں بغض نکالا مسلمانوں سے جنہوں نے بار بار عنایات کیں مسلمانوں کا صرف اسقدر قصور ہے کہ اونہوں نے اپنی سلطنت کا تختہ الٹنے نہ دیا۔ اور وہ تخت چھوڑ کر ان کے لئے علیحدہ نہ ہو گئے۔ کیا کوئی سلطنت اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ اوس کی رعایا اوسکی بربادی سلطنت کا سامان کرے اور وہ خاموش رہے۔ راجہ رنجیت سنگھ نے اپنے عہد حکومت میں تو باجگذار رئیسوں اور رشتہ داروں کو بھی نہ چھوڑا اور دانہ پانی بند کر کے اونکی ریاستیں چھین لیں۔

پھر گرو اور سکھوں نے عام طور پر مسلمانوں کو قتل کیا۔ یہ نہیں کہ جن سے عداوت ہو یا جو لڑیں۔ یہ عجیب انصاف ہے عالمگیر نے گرو گوبند سنگھ کو معافی دی امن دیا لیکن گرو نے قتل و غارت کے لئے پھر بندا بیراگی کو تیار کیا۔ آلا سنگھ رئیس پٹیالہ کو احمد شاہ درانی نے معافی دیکر خطاب و خلعت بخشا۔ شاہی سند لکھدی۔ جب بادشاہ کابل کو چلا گیا آلا سنگھ نے اوس کے صوبہ سرہند پر حملہ کر کے زین خان ناظم کو قتل کر ڈالا۔ (صفحہ ۱۲۶)

توہین معابد

گرو گوبند سنگھ بحالت مفروری قصبہ ماچھی واڑہ میں ایک کھتری گلا یا نام کے یہاں ٹھیرا اوس نے بکرا نذر کیا۔ اوس کو جھٹکا کر کے گرو نے پکا کر کھایا اور ہڈیاں قریب کی مسجد میں پھینکدیں (صفحہ ۵۵) سکھوں نے فتحیاب ہو کر (بندا بیراگی کی سرکردگی میں) اول قصبہ سادہورہ کو لوٹا۔ ہزاروں مسلمان تہ تیغ کئے۔ مسجدیں اور خانقاہیں سب گرا دیں (صفحہ) ۔ مہاراجہ (رنجیت سنگھ) نے حکمدیا کہ قلعہ لاہور و جامع مسجد بادشاہی کے درمیان جو میدان ہے اوس میں ایک باغ لگایا جاے اوسکا نام حضوری باغ رکھا جاے۔ خوشحال سنگھ نے کہا کہ درمیان میں ایک بارہ دری

بھی سنگ مرمر کی بنی چاہیے - مہاراجہ نے کہا کہ پتھر منگوانا بہت مشکل ہے - اوس نے کہا کہ لاہور کی متصل سنگ مرمر کے مقبرے بنے ہوئے ہیں وہان سے پتھر اکھڑوا لیا جائے چنانچہ مقبرۂ زیب النسا و نورجہان و آصف جاہ و جہانگیر کے پتھر اکھڑوا کر بارہ دری تیار ہوئی (تاریخ پنجاب) تین نوجوان سکھ بگھوانا کی پولیس نے اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ اونہوں نے ہندوؤن کے ایک مندر میں ایک بت کو توڑ ڈالا - یہ بت نیدا بیراگی کا تھا (الامان اگست ۲۹ء) ۱۱۷۵ھ میں سکھون نے عبداللہ خان حاکم لاہور کو قتل کیا اور جسا سنگھ کو بادشاہ تسلیم کیا اسپر احمد شاہ ابدالی نے جسا سنگھ پر چڑھائی کی اس جنگ میں بادشاہ کے ساتھ امیر نصیر خان والئی قلات بھی تھے اور امیر قلات کے ساتھ قاضی نور محمد تھے اونھون نے اس جنگ کا جنگ نامہ نظم کیا ہے جسکا قلمی اور معتبر ہونا اور اپنے پاس موجود ہونا ایڈیٹر رسالۂ رئیس ہند نے تسلیم کیا - اور اوس کے کچھ اشعار رسالۂ رئیس ہند کے پر متعلقہ گولڈن جوبلی نمبر میں نقل کیے ہیں اون میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

کہ سگ ہائے بیدینِ کافر لعین	تغلب بہ لاہور و ملتان زمین
زلاہور تا ڈیرہ در تاختند ؛	بنائے مساجد بر انداختند ؛
تغلب نمودند بر اہلِ دین ؛	بتاراج بردند ملتان زمین
مساجد شکستند آن حربیان	اسیرے بہ بردند اسلامیان

(رسالۂ رئیس ہند مذکور ۵۹ء۵۸)

گرؤن کی موت

گرو نانک گرو رام داس اپنی موت سے مرے - گرو ارجن نے دیوان چندو کی قید میں دریائے راوی میں کود کر جان دی - گرو ہرگوبند جب بھاگ کر پہاڑون میں گیا وہین طبعی موت سے مرے - گرو ہررائے گرو ہرکشن طبعی موت سے مرے - گرو تیغ بہادر نے عالمگیر سے کہا کہ میرے پاس ایسا تعویذ ہے کہ مجھ پر تلوار اور بندوق اثر نہیں کر سکتی - اس امتحان میں عالمگیر نے جلاد کو حکم دیا کہ گرو پر تلوار چلائے - جلاد نے تلوار کا وار کیا - گرو کا سر کٹ گیا یہ ایک من گھڑت کہانی ہے گرو تیغ بہادر پہاڑی راجون کے ممالک میں لوٹ کھسوٹ اور قتال و جدال کی سزا میں قتل کیا گیا گرو

گوبند سنگھ کو اس کے کہنے سے (جیساکہ آگے مذکور ہوگا) ایک پٹھان کے لڑکے نے اپنے باپ کے قصاص میں زخمی کیا۔ گرو اچھا ہوگیا۔ مگر ایک دن اپنی اظہار قوت کے لئے کمان پر چلہ چڑھایا۔ اُس زور سے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ گئے۔ اس صدمہ سے گرو مر گیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے کسی گرو کو بھی قتل نہیں کیا"۔

گروؤں کے اخلاق

گرو ہرگوبند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اُس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک نہایت حسین کنیز کولان نام قاضی سے ناراض ہوکر گرو کے پاس چلی آئی۔ قاضی نے تقاضا کیا مگر گرو نے نہ گھوڑے کی قیمت دی نہ کنیز واپس دی اور قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرتسر چلا گیا (ص۲۳) ایک سکھ بادشاہ کا شکاری باز پکڑ کر لے لیا اور گرو ہرگوبند کو دیدیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کسی کے پاس باز ہو وہ حاضر کرے۔ گرو نے باز چھپائے رکھا۔ (ص۲۳) گرو گوبند سنگھ نے اپنی ماں سے کہا کہ اپنے چاروں پوتوں میں سے ایک پوتا مجھ کو دیدے تاکہ اوس کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈالدوں اوس نے انکار کیا۔ گرو فوج لیکر چڑھ گیا اوس کی ماں قلعہ بند ہوگئی۔ وہ دن تک ماں سے لڑائی رہی۔ آخر سکھوں نے کہا ہم مائی سے لڑنا نہیں چاہتے ناچار گرو نے محاصرہ اٹھا لیا۔ (ص۳۹) گرو بند سنگھ نے ایک پٹھان سوداگر سے گھوڑے خریدے اوس کو قیمت نہ دی ایک سال تک وہ تقاضا کرتا رہا۔ ایک دن مجبور ہوکر اوس نے سخت سست کہا۔ گرو نے اوس کو گالیاں دیں اور قتل کردیا (ص۵۸) گرو گوبند سنگھ چوپڑ کھیلا کرتا تھا (ص۵۹)

گرو گوبند سنگھ کا بیان

برہمن نے کہا کہ یہ بات مبارک ہو کہ تمہاری تلوار کے تیغہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا۔ آپ اب جہاں جائیں گے فتح نمودار ہوگی۔ یہ فقیری آپ کی مبدل بہ سرداری

و ریاست و بادشاہی ہو جائیگی۔ اور مذہب آپ کا ہندوؤن کے مذہب میں رواج پائیگا۔ تمام جہان میں کوئی مقابلہ کرنے والا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اوس وقت ختم ہوگا اور مراد دل انجام پہنچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھ دو تاکہ وہ جل جائے۔ گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہان دیدون تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھہ کو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسی وقت مر جاؤنگا۔ پھر سرداری اور ریاست کون کریگا۔ برہمنون نے کہا کہ بعد آپ کے آپکے بیٹوں اور پوتون کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹون میں سے ایک بیٹے کا سر ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہو جائے۔ (ص۳۷) گرو کے چار بیٹے تھے جو گرو کی مان کے پاس رہتے تھے۔ گرو نے مان سے کہا کہ ایک پوتے کو مجھہ کو دیدے اوس نے انکار کیا۔ گرو فوج لیکر چڑھ گیا دو روز مان سے لڑائی رہی۔ آخر برہمنون نے کہا کہ ہم مائی سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ناچار گرو نے ایک سکھ مرید کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈال دیا۔ اور کام ہوم کا تمام ہوا۔ بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنون کے تمام بادشاہون پر فتحیاب ہونگا۔ کوئی بھی میرا مقابلہ نہ کرسکیگا اس واسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر تیار کیا جائے (ص۴۱) گرو ایک گاؤن میں فروکش ہوا جہان گوبندا نام فقیر بیراگی رہتا تھا۔ سیکڑون آدمی اوس کے چیلے تھے اور مال و دولت کی اوس کو کچھہ پروا نہ تھی کھلے ہاتھون روپیہ خرچ کرتا تھا اوس سے گرو کی ملاقات ہوگئی اور رابطہ اتحاد بدرجہ کمال پہونچا۔ گرو نے اوس کا اجتماع مال و دولت دیکھہ کر دل میں تصور کیا کہ اگر یہ شخص ہمارا سکھ ہو جائے تو اس کو اپنی جگہ گدی نشین کرکے ہر ایک امر کا منتظم اوس کو بنائین۔ کیونکہ یہ مالدار بھی ہے۔ معتقد بھی اس کے بکثرت ہیں اور یقین ہے کہ بعد ہمارے مسلمانون سے یہہ اوس جور و ستم کا عوض لیگا جو ہم پر اور ہمارے باپ دادا پر ہوتا رہا ہے۔ یہہ سوچ کر گرو نے اوس کے مکان پر سکونت اختیار کی اور اس داؤن میں رہا کہ کسی طرح یہ شہباز اوج مراد ہمارے دام میں پھنس جائے۔ ایک رات کو گرو اور گوبندا بیراگی دونون آپس میں بیٹھے ہوئے بے تکلف باتین کر رہے تھے۔ گرو نے موقع دیکھا اور اوس کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ جب سری دیوی جی کا ہم نے ہوم کیا اور بچشم ظاہر ہم نے اون کے درشن کیے تو دیوی جی نے ہم کو فرمایا کہ اگر تو خاص بیٹے کا سر ہوم میں ڈالتا تو تیرا راج تمام سرزمین پر ہو جاتا مگر تو نے بیٹے کا سر ہوم میں نہیں ڈالا اور ایک چیلہ کا سر ہوم میں ڈالا ہے اس واسطے اب تم کو یہ مراد نہ ملیگی۔ تمھارے کسی چیلہ کو جو تمھارا ہمنام ہوگا یہ دولت نصیب ہوگی اور وہ تمھارے

دشمنون سے تمھارے باپ کے قتل کا بدلہ لیگا۔ اب ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم تم کو چیلہ یعنی سکھ بنا کر اپنی گدی پر بٹھلائیں (ص۵۴)

دیوی کے درشن کا جہان ذکر ہے وہان صاف لکھا ہے کہ گرو مارے دہشت کے بات بھی نہ کرسکا۔ اور دیوی نے زبان سے کچھہ نہیں کہا۔ صرف تلوار کے قبضہ کو خون لگا دیا۔ علاوہ ازیں دیوی کا درشن ہوم میں سر ڈالنے سے پہلے ہوا۔ اور سر ڈالنے کے بعد گرو کو خود اپنے بادشاہ ہونے کا یقین ہوگیا دیوی نے نہیں کہا۔ اور نہ اوس وقت گرو کو یہ خیال ہوا کہ میرا کوئی مرید بادشاہ ہوگا۔ ان تمام واقعات و تاریخی بیانات پر نظر کرکے گرو کے قول پر نظر کرنی چاہیے۔

گرو گوبند سنگھ نے جب سکھ جمع ہوئے تو تقریر کی کہ مسلمانون نے ہم پر ظلم کیا ہے اور میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ حسب وصیت اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتا ہون (اس مفصل تاریخ سے کہیں اوس کے باپ کا انتقام کے لئے وصیت کرنا ثابت نہیں) دیوی جی نے ارشاد کیا کہ اب سنسار میں کوئی تمھارا مقابلہ نہ کرسکیگا۔ (دیوی نے کچھہ نہیں کہا)

وحشیانہ مظالم

(گوبند سنگھ کے پاس) بہت سی فوج جمع ہوگئی۔ خالصہ جی جس طرف جاتے تھے ہزاروں روپیہ کا نقد و جنس غارت کر لاتے (ص۴۴) خالصہ جی کا لشکر جدہر جاتا گاؤن کے گاؤن علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ (ص۴۵)

سلطنت مغلیہ سے مخالفت

دیوان چندو نے اپنا برہمن گرو ارجن کے پاس بھیجا کہ گرو اپنے فرزند ہرگوبند کی نسبت اوس کی لڑکی سے کرے۔ مگر گرو نے یہ بات منظور نہ کی۔ چندو گرو کا جانی دشمن ہو گیا۔ اس ہی عرصہ میں شہنشاہ جہانگیر اکبرآباد سے کشمیر کو روانہ ہوا جب لاہور پہونچا تو چندو نے بادشاہ

سے کہا کہ ارجن نام ایک شخص رام داس فقیر کا لڑکا اب بادشاہی کا دعوے کرتا ہے۔ ہزاروں
جاٹ دہقان اس کے حکم پر جاں نثار ہیں۔ دولت بھی بے انتہا جمع کر لی ہے۔ اس صورت میں
سخت اندیشہ ہے کہ وہ اپنے سکھوں کو جمع کر کے بادشاہ پر عزم و جنگ کرے اور ایسی حالت میں
کہ بادشاہ کشمیر میں ہوگا اوس کی فتنہ پردازی سے کمال مشکل ہوگی۔ اس بات سے بادشاہ کا مزاج
گرو ارجن کی طرف سے برگشتہ ہوگیا۔ اور اوس کی طلبی کا حکم جاری کیا۔ دیوان چندو نے چند سوار
طلبی کے لئے روانہ کئے۔ گرو چونکہ صاف باطن تھا چند سکھوں کو ساتھ لیکر امرت سر سے روانہ ہوا
مگر اوس کے لاہور میں داخل ہونے تک بادشاہ کشمیر کو چلا گیا۔ چندو نے موقع غنیمت جان کر گرو
ارجن کو قید کر لیا۔ ایسی قید شدید میں رکھا کہ گرو تنہا ایک تاریک مکان میں دن رات بسر کرتا۔ ہر روز
چندو کا آدمی گرو کے پاس آکر کہتا کہ اب بھی رشتہ قبول کر لو رہا ہو جاؤ گے گرو انکار کرتا اس پر
چندو اور غضبناک ہوا اور قید میں سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ چند ماہ بعد جب بادشاہ کشمیر سے واپس
آیا تو چندو نے عرض کیا کہ وہ فتنہ جو گرو ارجن کی سبب سے پنجاب میں اُٹھنے والا تھا اوس کے مقید
رہنے کی وجہ سے موقوف رہا۔ اب اگر اوس کو رہا کیا گیا تو وہ ضرور دل کا غبار نکالیگا اور ایسا فتنہ
ہو کہ جسکا انسداد لشکر جرار کے سوا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اوس کا کام تمام کیا جائے۔ یا
اوس سے عہد نامہ جو وہ گرنتھ پر رکھ کر لکھ دے لکھا لیا جائے کہ آئندہ سلطنت کے خلاف کوئی کام
نہ کریگا بادشاہ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور حکم دیا کہ اگر گرو ارجن اقرار نامہ نہ لکھے تو قتل کیا جائے۔
سلطنتوں میں معتمدین کے اس قسم کے بیانات پر اکثر گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ اس میں مذہبی تعصب کا
کوئی دخل نہیں۔ اس ہی قسم کی خلاف بیانی پر جہانگیر نے مدتوں مسلمانوں کے پیشوا حضرت مجدد
الفثانی کو نظر بند رکھا۔

یہ حکم پاکر چندو بہت خوش ہوا اور خود گرو کے پاس گیا اور کہا اب بھی وقت ہے
رشتہ قبول کر لو ورنہ مارے جاؤ گے۔ گرو نے باصرار انکار کیا۔ چندو نے غضبناک ہو کر اوس کے قتل
کا حکم دیا۔ گرو اشنان کے بہانہ سے دریائے راوی میں کود گیا۔ (ملخص صہ ۲۱ تک)

شاہجہان جب بادشاہ ہو کر لاہور آیا تو گرو ہرگوبند (گرو ارجن کا بیٹا اور جانشین)
حاضر ہوا اور اپنے باپ کا واقعہ بیان کیا۔ اور قاتل کو طلب کیا۔ شاہجہان نے چندو کو گرو کے حوالہ
کر دیا۔ گرو نے اوس کو قتل کر دیا۔ (ملخص صہ ۲۲)

دیوان چندو کے قتل کے بعد ہرگوبند نے امرت سر آکر تیر اندازی و تفنگ اندازی

شروع کی۔ فوج نوکر رکھی۔ (ملخص ص۲۳)

گرو ہرگوبند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اوس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک خوبصورت لونڈی ناراض ہوکر گرو کے پاس آ گئی۔ قاضی نے گھوڑے کی قیمت اور کنیز طلب کی گرو قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرت سر چلا آیا قاضی نے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ نے دارا شکوہ کو حکم دیا کہ بروئے انصاف قاضی کی حق رسی کرے۔ ابھی یہ مقدمہ طے نہ ہوا تھا کہ ایک سکھ شاہی شکاری باز پکڑ کر لے گیا اور گرو کو دے دیا گرو نے اوس کو چھپا لیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کے جس کسی کے پاس ہمارا باز ہو حاضر کرے ورنہ سخت سزا دیجائیگی۔ مگر گرو نے اوس کی کچھ پروا نہ کی۔ قاضی کو خبر لگ گئی کہ باز گرو کے پاس ہے اوس نے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ نے مخلص خان کو سات ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ گرو کو باز و کنیز کے و گھوڑا گرفتار کر کے حاضر کرو۔ گرو نے بیس ہزار آدمیوں سے مخلص خان کا مقابلہ کیا۔ مخلص خان مارا گیا اور شاہی فوج فرار ہوئی۔ اب گرو کو خیال ہوا کہ بادشاہ سخت غضبناک ہوگا۔ اس لئے امرتسر چھوڑ کر بھٹنڈا گیا۔ دارا شکوہ سے گرو کی دوستی تھی۔ دارا شکوہ نے بادشاہ کو مزید فوج کی روانگی سے باز رکھا اور رفتہ رفتہ بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔ بعد چند سال کے گرو کرتارپور میں آکر سکونت پذیر ہوا اور وہاں بھی سکھوں کا ہجوم ہونے لگا۔ صوبہ دار جالندھر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہرگوبند پھر فوج جمع کر رہا ہے اور اوسکا ارادہ پھر فساد کرنیکا ہے۔ بادشاہ نے دارا شکوہ کو لکھا۔ دارا شکوہ نے فوج مامور کرنے سے پہلے گرو کو کہلا بھیجا کہ کرتارپور سے بھاگ جائے چنانچہ گرو مع سکھوں کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ (ملخص تا ص۲۴)

جب عالمگیر دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تو گرو ہر رائے کو طلب کیا گرو نے اپنے بڑے بیٹے رام رائے کو بھیجدیا وہ خدمات سلطانی میں مشغول ہوگیا (ملخص ص۲۵)

ہر رائے کے بعد رام رائے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زرخرید کنیزک کے بطن سے تھا۔ سکھوں نے اوس کو مسند نشین نہ کیا۔ اور ہری کشن ہر رائے کے چھوٹے بیٹے کو گرو بنا لیا۔ رام رائے نے بادشاہ سے اپنی حق تلفی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ہرکشن کو مع اوس کے طرفداروں کے طلب کیا ہرکشن دہلی پہنچ کر بعارضہ چیچک مر گیا (ملخص ص۲۶) ہرکشن کے بعد سکھوں نے تیغ بہادر کو گرو قرار دیا تیغ بہادر ریاست دوست تھا۔ اس نے فقیری سامان ترک کر کے امیری ٹھاٹھ ڈالے ایک ہزار مسلح سوار کی فوج نوکر رکھی۔ مکرت پور میں ایک مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا۔ رام رائے نے بادشاہ سے عرض کیا کہ باوجود حضور کی پشت پناہی کے میرا حق مجھ کو نہیں ملا۔ اور تیغ بہادر گرو ہوگیا

اوس نے فوج بھرتی کی ہے اور قلعہ بنایا ہے وہ فساد کریگا۔ بادشاہ نے جاسوس مامور کئے اونھون نے بعد تحقیق رامرائے کے بیان کی تصدیق کی۔ بادشاہ نے تیغ بہادر کو طلب کیا (ہر دو کس گرو تیغ بہادر و حافظ آدم) شیوۂ اخذ و جبر بجبر و تعدی اختیار شدہ تیغ بہادر از ہندوان و حافظ آدم از مسلمانان زر تا بیگہ فتند۔ وقائع نگاران بادشاہی بعالمگیر نگاشتند کہ دو فقیر یکے ہندو و دیگر مسلمان این شیوہ را برگزیدہ اند۔ چہ عجب کہ اگر اقتدار شان بیفزاید غرجے بہم نا بیند عالمگیر بعد استماع این خبر حاکم لاہور را نوشت کہ ہر دو را گرفتہ (منتخبات التواریخ) دونون کی اطلاع ہوئی۔ عالمگیر نے بلاتفریق دونون کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حافظ آدم فرار ہوگئے۔

گرو دہلی آیا اور بہ سفارش راجہ جے سنگھ قرار پایا کہ گرو فوج موقوف کر دے قلعہ کی تعمیر بند کر دے۔ تیرتھون کو چلا جائے اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ گرو پٹنہ چلا گیا۔ عرصہ کے بعد دہلی آیا۔ ہزارون سکھ اوس کے گرد جمع ہوگئے بادشاہ اس وقت دکن کو فوجین روانہ کر چکا تھا۔ دہلی میں فوج کم تھی رامرائے نے بادشاہ سے عرض کی کہ تیغ بہادر پھر آیا ہے اور سکھ جمع کر رہا ہے اندیشہ ہے کہ فساد برپا کرے۔ بادشاہ نے گرو کو طلب کیا اور کہا اگر تو ولی ہے تو کوئی کرامت دکھلا۔ گرو نے ایک تعویذ لکھ کر اپنے بازو پر باندھا اور کہا کہ میرا یہ تعویذ جس کے بندھا ہوگا اوس پر تلوار بندوق اثر نہ کریگی بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے تلوار ماری گرو کا سر کٹ گیا (ملخص صفحہ ۲۳ تک)

تیغ بہادر کے معاملہ میں بادشاہ کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی سلطنت بھی اپنی رعایا کو فوج جمع کرنے اور قلعہ بنانیکی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور بعد معاہدہ گرو کا سکھون کو جمع کرنا کسطرح روا رکھا جا سکتا تھا۔ اگر تعویذ کی کہانی سچ مانی جائے تو جلاد کو بادشاہ کا حکم دینے سے مقصود گرو کا قتل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تعویذ کی آزمائش جس کا گرو نے بڑے شد و مد سے اظہار کیا تھا قتل کا خیال اس لئے بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اوس وقت تک کوئی اس قسم کی گفتگو یا معاملہ پیش نہ آیا تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ بادشاہ گرو کو قتل کرائے گا"۔ اس گرو کا قتل اصل میں قتل و غارت کے قصاص میں ہوا۔ چنانچہ ولیم والس بیل صاحب لکھتے ہیں بعد قید اور دیگر حکم دوبارہ تیغ بہادر رسید کہ اورا کشتہ (منتخاب التواریخ)۔

تیغ بہادر کے بعد گوبند سنگھ گدی نشین ہوا اور اس فکر میں رہنے لگا کہ اپنے باپ کا بدلہ اورنگ زیب سے لے اوس نے ماکھوال میں سکونت اختیار کی اور ایک قلعہ بنایا۔ دن رات فراہمی لشکر اور خزانہ کی فکر میں رہتا۔ گرو نے چند برہمن بلائے کہ منتر پڑھ کر دیوتاؤن کو مسخر کرے۔

اور اون کی مدد سے بادشاہ پر فتح پائے برہمنون نے ہوم کیا جو ایک سال تک ہوتا رہا اور بے
تعداد روپیہ صرف ہوا۔ یہان سے ہم مورخ کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں جو صفحہ [illegible] سے شروع
ہوکر صفحہ ۳ تک ختم ہوئی ہے کیونکہ اس واقعہ پر گرو کی خلاف بیانی کی بنیاد قایم ہے۔

ومنہ ہذا

برہمنون نے جگ کی تیاری کی اور کوہ نینا دیوی انند پور سے کسی قدر فاصلہ پر
مقام جگ کا قرار پایا۔ اور چارون طرف دیوار عظیم بنا کر ہوم شروع ہوا ایک سال کامل تک یہ
ہوم ہوتا رہا دن رات گرو گوبند سنگھ اور برہمن اسی کام مین مصروف رہے۔ سوائے ہوم کرنے
اور منتر پڑھنے کے اور کچھ کام نہ تھا۔ لاکھون روپے اس کام پر صرف ہوگئے۔ گھی اور تیل اور
ناریل ہزارون من جل گیا۔ بعد اتمام مدت ہوم کے جب وہ وقت آپہنچا کہ اشٹ بھجی دیوی کے
درشن ہون اور ہوم مقبول ہوکر دیوی کا بر (اجازت) حاصل ہوئے۔ برہمنون نے گرو گوبند سنگھ
کو کہا کہ اب ہم تو باہر جاتے ہیں تم اسی جگہ حاضر رہو۔ جب یا دیوی جی کی شکل ظاہر ہو ہرگز دل مین
خوف نہ کرنا۔ اور مستقل حالت پر رہ کر اپنی تمام آرزو دیوی جی کی خدمت مین عرض کرنا۔ یہ
بات کہہ کر تمام برہمن اوس مکان سے باہر چلے گئے۔ اور گرو گوبند سنگھ تلوار کمر مین حمایل کرکے وہان
ہو بیٹھا اور اوسی طرح جس طرح برہمن سکھلا گئے تھے منتر پڑھنا شروع کیا۔ اتنے مین ایک صورت
عجیب و غریب مہیب سخت ہیبتناک بروئے تابان مانند مہر درخشان نمایان ہوئی۔ چونکہ وہ صورت
نہایت ڈراونی تھی اور گرو گوبند سنگھ نے پہلے اس سے کبھی ایسی صورت نہیں دیکھی تھی اس واسطے
اوس کو سخت خوف طاری ہوا اور دل کانپنے لگا۔ بدن مین رعشا ظاہر ہوا نزدیک تھا کہ بے ہوش
ہوکر گر پڑے لیکن اپنے دل کو خوب جمع کرکے نہایت دلاوری اور مردانگی سے اوسی طرح بیٹھا رہا
مگر زبان سے کچھ عرض نہ کر سکا اور نہ اوس وقت زبان کی حرکت نے یاری دی۔ صرف اتنا ہو سکا کہ
اپنی تلوار کے قبضہ کو اٹھا کر دیوی جی کے آگے رکھ دیا۔ دیوی نے مہربان ہوکر تھوڑا سا رنگ اون
رنگون مین سے جو پوجا کے واسطے وہان رکھے تھے لیکر قبضہ کو لگا دیا اور نظر سے غائب ہوگئی
بعضے کہتے ہین کہ دیوی کی صورت نظر نہیں آئی۔ مگر آواز سنی گئی کہ اوس سے سخت ہیبناک کوئی آواز
روئے زمین پر نہ ہوگی۔ اور ہوم کی آگ سے ایسا چمکارہ نکل کر چمکا کہ تمام جہان روشن ہوگیا
اور تین مرتبہ ایک تلوار ہوم کی آگ سے باہر نکلی اور آواز آئی کہ اسے گوبند سنگھ اس تلوار کو

اپنے ہاتھ میں پکڑ لے۔ مگر گرو کے ہوش و حواس تو اس ہیبتناک آواز سے ہی جاتے رہے تھے ہاتھ نہ اٹھا اور نہ اس تلوار کو ہاتھ میں لے سکا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ آخر جب گرو گوبند سنگھ بعد رفع ہونے اس حالت کے مکان سے باہر آیا اور صورت حال برہمنوں کے آگے بیان کی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگرچہ آپ نے زبانی اپنی عرض دیوی جی سے نہیں کی۔ اگر اظہار حال کرتے تو دیوی جی بر دیجاتی۔ اور تمام دیوتے روئے زمین کے تمھارے تابع ہو جاتے مگر اب بھی یہ بات مبارک ہوئی کہ تمھاری تلوار کے قبضہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا آپ اب جہاں جائینگے فتح نمودار ہوگی۔ یہ فقیری آپ کی مبدّل بسرداری و ریاست و بادشاہی ہو جائیگی۔ اور مذہب آپکا ہندوؤں کے مذہب میں رواج پائیگا۔ تمام جہان میں مقابلہ کرنیوالا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اوس وقت ختم ہوگا اور مراد دل بانجام پہونچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھدو تاکہ وہ جل جاوے۔ گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہاں دیدوں تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھکو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسیوقت مر جاؤنگا۔ پھر سرداری اور ریاست کون کریگا۔ برہمنوں نے کہا کہ بعد آپ کے آپ کے بیٹے اور پوتوں کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا سر اس ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہو جائے فقط

گرو گوبند سنگھ کے چار بیٹے تھے جو گرو کی ماں کے پاس رہتے تھے گرو نے اپنی ماں کے پاس پیغام بھیجا کہ چاروں پوتوں میں سے ایک مجھے دیدو تاکہ میں اس کا سر ہوم میں ڈالدوں۔ گرو کی ماں نے انکار کیا گرو فوج لیکر چڑھ گیا۔ دو روز تک لڑائی رہی۔ تیسرے دن سکھوں نے کہا کہ ہم آپ کے حکم سے ہر ایک سے لڑنے کو طیار ہیں مگر مائی سے نہیں لڑینگے۔ یہ سن کر گرو نا امید ہوا اور ماں کے پاس جا کر بہت خوشامد کی مگر وہ رضامند نہ ہوئی۔ آگے پھر مورخ کے اصل الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ (ایک سکھ کا سر اتار کر آگ میں ڈال دیا اور کام ہوم کا تمام ہوا۔ بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنوں کے تمام بادشاہوں پر فتحیاب رہونگا۔ کوئی میرا مقابلہ نہ کر سکیگا اسواسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر طیار کیا جائے اور بادشاہ وقت سے سلطنت چھین لی جائے) اب گرو نے سکھوں کے نام پروانے جاری کیے کہ جنگ کے لئے حاضر ہوں جو حاضر نہ ہوگا وہ دوزخی ہو جائیگا۔ جب سب سکھ جمع ہوئے تو گرو نے تقریر کی کہ مسلمانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ میں حسب وصیت اپنے باپ کے

بدلا لینا چاہتا ہون۔ (اس مؤرخ نے کسی وصیت کا ذکر نہیں کیا) دلوی جی نے ارشاد کیا کہ اب سرزمین پر کوئی ہتھیار مقابلہ نہ کریگا۔ (دلوی نے تو کچھ بھی نہیں کہا اور اگر اس آواز کا آنا تسلیم کیا جائے کہ جس کو مؤرخ نے ذکر کیا ہے تو اوس میں بھی یہ بات نہ تھی۔ برہمنون نے بھی کم از بیٹے کے سر کی شرط لگائی تھی۔ یہ سب گرو کا خود قائم کردہ خیال تھا جس کو اس طرح بیان کیا) مسلمانون سے لڑائی کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ خطۂ پنجاب میں کسی مسلمان کا نام ونشان نہ رہے (باپ کا قتل کرنا تو بادشاہ دہلی کے سر رکھا جاتا ہے پنجاب کے مسلمانون کا کیا قصور تھا) جسب یہ کام ہو لے تو مجمع کے ساتھ دہلی پر حملہ کرو۔ اور برہمن چھتری یہ ذاتین ترک کرکے سب ایک ہو جاؤ۔ اور شاستر ون میں جو تیرتھ کرنا ٹھاکر دوارون میں جانا ٹھاکر دوارون کی پرستش کرنا وغیرہ لکھا ہے میں سب کو موقوف کرتا ہون۔ ہماری پرستش گاہیں گرونانک کا ڈیرہ وغیرہ ہیں۔ برہما بشن مہیش اور بارہ اوتار جو ہندو مانتے ہیں اون کو بھی دل سے نکال ڈالو۔ جینو توڑ دو۔ اس پر بہت سے لوگ برہمن وغیرہ برہم ہو کر چلے گئے۔ ٹھاکر، بب۔ نجار وغیرہ رہ گئے۔ گرو نے اون کو سکھ بنایا۔ اور کہا کہو مسلمانون سے جنھون نے گرون کو قتل کیا ہے لڑونگا اور کہو دہرم ناس یعنی اس سے پہلے جو میرا مذہب تھا کہیں شاسترون کی لکھی باتون پر عمل کرتا تھا وہ بھی میں نے ترک کیا۔ گرنتھ پر عمل کرونگا۔ اور کرم ناس یعنی جو کچھ مذہب ہنود میں لکھا ہے کہ مرنیکے بعد جزا سزا اعمال ہو گی اور انسان کی روح بطور تناسخ کے حیوانون کے جسم میں جاکر اپنے اعمال کی سزا پائیگی یہ باتین تمام اپنے تصور سے دور کردو۔ (ملخص تا صـ۳۴ـ)

بہت سی فوج جمع ہو گئی خالصہ جی جسطرف جاتے ہزارون روپیہ کا نقد وجنس غارت کرلاتے۔ چونکہ چارون طرف پہاڑی راجون کا ملک تھا راجگان کو ہی سکھون کے ہاتھ سے تنگ آگئے اور سب نے ملکر پے درپے خطوط گرو کے نام لکھے کہ اپنے لشکر کو ہمارے ملک کی غارت سے باز رکھو ورنہ جنگ ہو گی۔ گرو نے اون کے خطون پر کچھہ خیال نہ کیا اور کہا گرو کا لشکر کسی سے رک نہیں سکتا۔ آخر جب پہاڑی راجے تنگ آگئے تو سب فوجین لیکر گرو پر چڑھ آئے مگر شکست کھائی راجونکی فوج بھاگی۔ سکھون نے اون کا تعاقب کیا بے شمار قتل کرڈالے مال نقد جنس بہت سا لوٹ میں لائے سب راجے دب گئے خالصہ جی کا لشکر جدھر جاتا گاؤن کے گاؤن علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ پہاڑی راجے اطاعت پر مستعد ہو گئے۔ اور چاہا کہ گرو سالانہ نذرانہ بطور گرون کے یعنی جس طرح فقرا، راجون سے لیتے ہیں لے لیا کریں۔ مگر ہمارے علاقہ میں لوٹ مار نہ کرے

بیعت کرنے منظور نکی تو سب راجاؤن نے ایک عرضی عالمگیر کو لکھی۔ بادشاہ نے جب ایسا حال سنا
غضبناک ہوا اور صوبیداران لاہور و سرہند کے نام فرامین جاری کیئے کہ فوج لیکر پہاڑی راجون
کی مدد کرو۔ اور اون کا علاقہ و مال جسقدر گوبند سنگھ نے دبا لیا ہے واپس کرا دو اور گرو کو گرفتار
کر کے پیش کرو اور اوس کا مال نقد و جنس جسقدر ہو ضبطی میں لاکر سرکاری مال سمجھو۔ صوبیداران
لاہور و سرہند لشکر کثیر لے کر پہاڑی راجون کے لشکر سے جا ملے اور گرو کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا روزانہ
لڑائی ہوتی۔ فریقین کے آدمی مارے جاتے تھے۔ سات مہینے تک یہی حال رہا۔ قلعہ میں رسد جانی بند ہوگئی
تھی سب قلعہ کا غلہ ختم ہو گیا تو سکھ مجبور ہو ہو کر گرو کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ گرو کی والدہ بھی تنگ
ہوگئی۔ اوس نے نہایت عاجزی سے پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا میرے کہنے کا نہیں۔ اگر میرے کہنے کا ہوتا تو
دوستون کو کیون دشمن بناتا۔ تم اجازت دو تو میں اپنے دونون پوتون کو لیکر نکلجاؤن محاصرہ کرنیوالون
نے اجازت دیدی۔ گرو کی والدہ پوتون کو لیکر سرہند پہونچکر ایک ہندو معتقد کے یہان ٹھیری دو روز
بعد اوس ہندو کو طمع دامنگیر ہوئی۔ اوس نے سوچا کہ گرو کی مان اور بچون کو گرفتار کرا کر انعام حاصل
کرنا چاہیئے۔ اوس نے صوبہ سرہند کے دیوان گلجس رائے کو اطلاع کر دی اوس نے دلیوان سچانند کو
اون کی گرفتاری پر مامور کیا۔ جب گرو کی مان مع پوتون کے گرفتار ہو کر وزیر خان صوبیدار کے سامنے
پیش ہوئی تو وزیر خان نے عورت اور بچون کے قتل کا حکم ندیا۔ کیونکہ شرع محمدی میں کفار کی عورتون
اور بچون کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ وزیر خان نے سچانند کو حکم دیا کہ ان کو اپنی حراست میں رکھے
گلجس رائے نے وزیر خان سے کہا کہ یہ لڑکے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں جو بروز روشن رہزنی کرتا ہے اور
بادشاہ سے باغی ہو کر ارادہ رکھتا ہے کہ خود بادشاہ ہو ان کو مار دینا بہتر ہے۔ وزیر خان نے جواب
دیا کہ میں ہرگز خلاف شرع شریف کے حکم نہ دونگا کیونکہ گنہگار گوبند سنگھ ہے اوس کی والدہ اور بچے
مجرم نہیں بہتر ہے کہ مقید رہیں یہ کہہ کر وزیر خان نے لڑکون کو بلایا اور رحم کر کے روبرو بٹھایا اور
کہا اب ہم تمہیں چھوڑ دین تو کہان جاؤگے۔ اور کیا کروگے لڑکے بولے تم ہمارے جانی دشمن ہو
یہان سے چھوٹ کر اپنے سکھون کو جمع کر کے تم سے لڑین گے۔ تم کو مارین گے۔ وزیر خان نے کہا اگر
فتحیاب نہ ہوئے اور بھاگ گئے تو پھر کیا کروگے۔ انہون نے کہا پھر فوج جمع کر کے لڑین گے یا خود
مارے جائیں گے یا تم کو مارین گے۔ یہ سُن کر وزیر خان نے کہا درحقیقت یہ لڑکے قتل کرنے کے قابل
ہیں۔ اور گلجس رائے کو حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے سے لے جاؤ اور اپنے گھر لے جا کر قتل کر دو۔
چنانچہ وہ ہندو لڑکون کو اپنے ساتھ لایا اور قتل کر دیا۔ ایک دن گرو بھی قلعہ سے چھپ کر بھاگا راستہ میں

دو پٹھان ملے۔ اونہون نے چاہا کہ گرو کو گرفتار کرا دین۔ گرو نے اون کی خوشامد کی۔ انہون نے بوجہ سابقہ دوستی کے گرو کو چھوڑ دیا۔ گرو قصبہ بہلول پور ضلع لدھیانہ مین پہنچا اور اپنے استاد قاضی پیر محمد کے یہان ٹھیرا۔ قاضی نے اوس کو چھپا لیا اور کہا کہ مسلمانون کی سی وضع بناؤ۔ چنانچہ گرو نے مسلمانون کی سی صورت بنالی۔ وہان سے چل کر گرو قصبہ ماچھی واڑہ میں پہونچا۔ اور گلا یا کھتری کے یہان ٹھیرا اوس نے ایک بکرا نذر کیا اوس کو جھٹکا کر کے کھایا اور ہڈیان مسجد میں پھینکدین اور صبح ہی وہان سے چلدیا۔ جب مُلا آیا اوس نے گلا سے کہا اوس نے کہا کہ میرے مہمان نے ایسا کیا۔ مُلا نے حاکم کو خبر کی۔ حاکم نے گرفتاری کا حکم دیا۔ گرو ایک جنگل میں چھپا رہا۔ اتفاقاً ایک دن گرو کے ساتھ کا ایک سکھ گاؤن کی آبادی کے قریب جا نکلا۔ مُلا نے اوس کو پہچان کر گرفتار کر لیا۔ سکھ نے مقابلہ کیا۔ مُلا کو مارا۔ مُلا کی مدد کیلئے چند مسلمان آگئے سکھ نے اون پر پتھر برسائے۔ حاکم کو خبر ہوئی۔ حاکم نے سکھ کو گرفتار کرا کر قتل کیا۔ گرو وہان سے بھاگ کر کوٹ کپورا پہنچا۔ وہان کے حاکم کو خبر ہوئی اوس نے فوج مامور کی۔ گرو اس فوج سے لڑا اور بھاگ گیا۔ آخر جنگل جنگل پھرتا پھرتا تنگ آگیا تو عالمگیر کو ایک عرضی لکھی اوس میں بہت عاجزی سے لکھا کہ میں ایک فقیر ہون۔ بادشاہ کے شایان شان نہیں کہ فقیر کے خون کے درپے ہو۔ میری سب اولاد ماری گئی۔ گھر بار لٹ گیا اب میرا کوئی ٹھکانہ نہیں جہان بیٹھ کر یاد الٰہی کرسکون بادشاہ اگر مجھہ کو معاف کردے تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ گوبند سنگھ اگر فقیرانہ طور پر رہنا چاہتا ہے تو کوئی اوسکا مزاحم نہ ہو۔ اب گرو نے کوٹ کپورا میں سکونت اختیار کی۔ عالمگیر بیمار ہوا اونکے پھر سکھ جمع ہوئے۔ کوٹ کپورا کے حاکم نے بلا کر گرو سے کہا۔ دیکھو بہتر یہی ہے کہ تم فقیر بنے رہو اگر ذرا ہاتھہ پاؤن نکالے تو آفت میں مبتلا ہو جاؤگے۔ گرو نے سوچا کہ میرے سکھ جمع تو ہو جاتے ہیں مگر جب تلوار کا سامنا ہوتا ہے بھاگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تنہا مجھہ پر آفت آئے۔ چونکہ کوٹ کپورا کا حاکم گرو سے بدظن ہو گیا تھا اس لئے گرو نے دمدمہ کو نقل سکونت کی اور وہان سے دکن آیا اور گوبند بیراگی کو چیلا بنایا (اس کا حال پہلے گزر چکا ہے) گرو نے بندا بیراگی سے کہا جب تم راجہ بن جاؤ تو حتی الامکان مسلمانون کو قتل کرنا۔ آخر بندا بیراگی حسب ہدایت گرو پنجاب آکر گرو بنا اور گرو خود چیلا نگر میں رہا۔ گرو بہ سبب اس کے کہ خویش و اقارب اولاد سب مارے گئے تھے زندگی سے بیزار تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح مرجاؤن یا کوئی مجھہ کو مار ڈالے۔ اتفاقاً ایک پٹھان سوداگر آیا گرو نے اوس سے گھوڑے خریدے مگر قیمت نہ دی وہ عرصہ تک تقاضہ کرتا رہا۔ جب ایک برس ہو گیا تو اوس نے سخت سست کہا۔ اس پر گرو نے اوس کو سخت کہا اور قتل کر دیا پھر بہت پچھتایا اور اوس کے جورو

بچون کو بہت سا روپیہ دے کر راضی کرلیا۔ اور اوس کے لڑکون کو اپنے پاس رکھا۔ اکثر اون لڑکون کے سامنے گرو کہتا کہ جو اپنے باپ کا بدلہ نہ لے وہ نطفہ حرام ہے۔ ایک دن گرو چبوترے پر کھیل رہا تھا۔ ایک دفعہ پھر کہا کہ جس کے باپ کا قاتل اوس کے سامنے بیٹھا ہو اور وہ قتل نہ کرے تو وہ نطفہ حرام ہے۔ اس پر پٹھان کے لڑکے نے گرو کے خنجر مارا اوس کی انتڑیاں باہر نکل آئین سکھون نے اوس کو گرفتار کر لیا مگر گرو نے چھوڑا دیا اور کہا کہ اوس نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ جراح کے علاج سے گرو کو آرام ہوگیا۔ ایک دن ایک کمان آئی گرو نے کہا دیکھیں اسکا چلہ ہم سے چڑھتا ہے یا نہیں یہ کہہ کر زور کیا۔ زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور اس صدمہ سے گرو مر گیا (ملخص تا صفحہ ۹۵) بعد گرو گوبند بندا ایجاے اونشست و اقتدار بسیار بہم رسانید۔ چون کینہ ہائے دیرینہ قتل تیغ بہادر و پسران گرو گوبند در دل داشتہ بر دیہات و آبادی اہل اسلام ہر جا دست اومی رسید تاختہ از سکنہ آنجا ہر کرا می یافت ایقائی کرد۔ ہر چند اطفال صغر السنہ باشند حتی از شکمہائے حاملہ مسلمانان را شکم دریدہ بچہ را بیرون کشیدہ میکشتند بہادر شاہ استماع شورش اونمودہ افواج بر تنبیہ او گماشت (آگے لکھتے ہیں) در غارت و تخریب مساجد و نیست قبور مسلمانان قصورے نمی نمود (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل)۔"

بندا بیراگی پنجاب آیا۔ بہت سکھ جمع کئے۔ روپیہ فراہم کیا۔ عالمگیر کا انتقال ہو چکا تھا ملک میں بدامنی تھی۔ بندا نے پہلے قطاع الطریقی رہزنی اختیار کی۔ بڑے بڑے ڈاکے مار کر دولت جمع کی رعایا نے صوبیدار سرہند سے فریاد کی۔ صوبیدار نے فوج مامور کی شاہی فوج نے شکست کھائی وزیر خان صوبیدار مارا گیا۔ اوس کی لاش کو سکھون نے درخت میں لٹکا دیا تاکہ چیل کوے کھائیں۔ سکھون نے فتحیاب ہو کر اوّل قصبہ سادہورہ کو لوٹا۔ ہزارون مسلمان تہ تیغ کئے۔ مسجدین اور خانقاہیں سب گرا دین۔ پھر سرہند کو غارت کیا۔ مسلمانون کے عورتین بچے قتل کر ڈالے بڑی بڑی حویلیان آگ لگا کر جلا دین۔ مسجدون اور مزارون میں سے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا۔ قصبہ سامانہ میں دس ہزار مرد و زن قتل کئے۔ جب اس فتح کی خبر ماجھہ میں پہنچی تو سکھون نے جمع ہو کر قصبہ وٹالا اور کلانور کو لوٹا صدہا مسلمان مار ڈالے۔ پھر لاہور کے ملحقہ قصبون کو لوٹا غارت کیا۔ جب بہادر شاہ کو خبر ہوئی وہ آیا اور بادشاہی لشکر مقابلہ پر ہوا۔ سکھ بھاگ نکلے۔ بندا قلعہ مخلص پور میں قلعہ بند ہو کر کچھہ دنون لڑا آخر بھاگ نکلا۔ جب بہادر شاہ کا انتقال ہوا اور سلطنت میں نزاع ہوا تو پھر بندا نکلا اور سکھ جمع ہوئے۔ یہ جس شہر اور قصبہ کو جاتے برباد کر دیتے گاؤن کے گاؤن کو آگ لگا دیتے۔ جو

مسلمان ان کے روبرو آجاتا جان بر نہ ہوتا۔ کیونکہ بموجب فرمان گورو گوبند سنگھ مسلمان کے قتل کرنیکو ثواب عظیم اور موجب نجات تصور کرتے تھے۔ جب فرخ سیر بادشاہ نے فوج بھیجی بندا پھر فرار ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد پھر بندا نکلا اور پچاس ہزار سکھ جمع ہوئے اور کلانور پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے فوج مامور کی۔ بندہ محصور ہوکر مجبور ہوا۔ اور نہایت خوشامد سے نواب عبدالصمد خان جنرل افواج مغلیہ کو پیغام بھیجا کہ اگر میری جان بخشی ہو تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ نواب نے جواب دیا کہ وہ حاضر ہو جائے میں اوس کی جان بخشی کی سفارش کرونگا۔ بندا حاضر ہوگیا۔ بندا کو گرفتار کرکے لوہے کے پنجرے میں بند کرکے دہلی بھیجا گیا۔ جہاں وہ قتل کیا گیا۔ (ملخص تا ص۶۵) محمد شاہ کے زمانہ میں سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ جابجا غارت گری ہونے لگی۔ روز روشن ڈاکے پڑنے لگے رعایا نے بادشاہ کو عرضی بھیجی۔ بادشاہ نے نواب ذکریا خان کو مامور کیا۔ اور دیوان لکھپت رائے کو مدار المہام کیا اور ایک گشتی فوج سکھوں کی نگرانی کے لئے مامور کی۔ بڑے بڑے ڈاکو گرفتار ہو کر قتل کیے گئے (ملخص ص۶۵)

جب احمد شاہ درانی کا زمانہ ہوا یحییٰ خان حاکم پنجاب تھے سکھوں نے سر اٹھایا اور بادشاہی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جابجا تاخت و تاراج کا بازار گرم ہوا۔ قصبہ ایمن آباد پر جسپت رائے فوجدار نے سکھوں کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ جب اوس کے بھائی دیوان لکھپت رائے کو خبر ہوئی وہ فوج لیکر چلا۔ سکھ جموں میں جا چھپے مگر اوس نے پیچھا نہ چھوڑا اور جموں میں جاکر بے شمار سکھ قتل کئے اور ایک ہزار سکھ پابزنجیر لاہور لایا۔ اور سب کو گدھوں پر سوار کرکے سر بازار تشہیر کرایا۔ پھر بیرون دہلی دروازہ لے جاکر سب کو قتل کیا۔ اوس ہی مقام پر اون کی لاشین دفنائیں گئیں جہاں اب سکھوں کا شہید گنج بنا ہوا ہے۔ اب بھی وہاں سکھوں کا مجمع رہتا ہے اور تمام دن بھنگ گھٹتی رہتی ہے۔ (ملخص تا ص۱۷)

جب معین الملک لاہور کی حکومت پر مامور ہوا تو سکھوں نے سر اٹھایا اور امرتسر میں ایک کچی قلعہ بنا کر رام رتنی نام رکھا اوس میں مجمع غارت گروں کا رہتا تھا۔ معین الملک نے جنگ کرکے رام رتنی کو گرا دیا اور حکم دیا کہ جو سکھ ملجائے اوس کے کیس اور ڈاڑھی مونڈ دیجائے یہ سن کر سکھ پہاڑی ریاستوں کو بھاگ گئے۔ میر منو نے پہاڑی راجوں کو حکم دیا کہ جو سکھ ملے گرفتار کرکے بھیجو۔ ہر روز سکھ پکڑے آتے اور گردن مارے جاتے۔ پھر تو انتظام اس قوم نا کام کا خوب ہوگیا تھا۔ احمد شاہ درانی کے چلے جانے کے بعد پھر سکھوں نے سر اٹھایا۔ معین الملک نے

فوج پہنچی۔ سکھ بھاگ گئے (ملخص تا ۱۵)

مرہٹون کے زمانہ میں سکھون کی غارتگری جاری تھی۔ کوئی سکھ زمیندار اپنے گانو کا مالیہ مرہٹون کو نہ دیتا تھا سوائے مقدار چہارم رعایا کے کوئی اون کا حکم نہ مانتا تھا (م ۱۹) سنہ ۱۷۶۲ء میں سکھ عاقل داس مہنت جنڈیالہ کو لوٹنے کے لیے چڑھ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی مہنت سے احمد شاہ ابدالی کی دوستی تھی۔ اوس نے امداد کے لئے شتر سوار کابل روانہ کیا۔ بادشاہ چالیس ہزار سوار لیکر پہنچا۔ سکھون نے بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر جنڈیالہ کا محاصرہ چھوڑکر علاقہ سرہند میں غارتگری شروع کر دی۔ زین خان صوبیدار سرہند نے جنگ شروع کی۔ بادشاہ بھی پہنچ گیا۔ سکھون نے جب ڈر انہون کو دیکھا بے اختیار بھاگے۔ درانیون نے چارون طرف سے سکھون کو گھیر لیا۔ چھبیس ہزار سکھ قتل ہوا سکھون میں یہ لڑائی گہلوگھارا کے نام سے مشہور ہے آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی اس جنگ میں شریک تھا وہ گرفتار ہوا اور معافی چاہی۔ بادشاہ نے معاف کر دیا اور آکی ریاست وخطاب بھی بحال کیا۔ جب بادشاہ کابل چلا گیا۔ سکھون نے پھر قتل وغارت شروع کر دیا سرہند کو جا گھیرا۔ زین خان صوبیدار مارا گیا۔ اور شہر کو اس طرح لوٹا کہ رعایا محتاج ہو گئی۔ کابلی مل بادشاہ کی طرف سے لاہور کا حاکم تھا۔ سکھون نے اوس کے پاس پیغام بھیجا کہ قصابان گاؤ کش کو قتل کر دو۔ ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ کابلی مل نے چند قصابون کے ناک کان کٹوا کر لاہور سے نکلوا دیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی پھر لشکر لیکر آیا مگر سکھ بھاگ گئے۔ بادشاہ نے دادر خان کو صوبہ لاہور اور کابلی مل کو معاف کر کے اوس کا نائب بنایا۔ چند روز بعد کابلی مل نے بخلاف حکم شاہی دادر خان کو گرفتار کر لیا۔ اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا۔ سکھون کو خان جہان خان والی رہتاس سے جنگ کرنے کے لئے ابھارا۔ لڑائی ہوئی۔ خان جہان خان نے شکست کھائی بادشاہ کو لکھا بادشاہ پھر آیا۔ اور کابلی مل کو قید کر دیا۔ اوس نے معافی چاہی پھر معاف کر کے بحال کر دیا سکھ بھاگ گئے بادشاہ کابل چلا گیا مگر سکھون نے لاہور پر قبضہ کر کے کابلی مل کے قبائل کو قید کر لیا جنکو پچیس ہزار روپیہ دیکر کابلی مل نے چھوڑایا۔ (ملخص تا ۱۸)

ہیرا سنگھ جاٹ بہت غریب تھا۔ اوس کے کنبہ کو ہفتہ میں چار چار فاقے ہو جاتے تھے کسی طرح گذر نہ ہوتی تھی جب اوس سے کوئی صورت نہ بن پڑی اور اس نے دیکھا کہ سیکڑون آدمی سکھ بنکر رہزنی کرتے ہیں اور آسودہ حال ہو جاتے ہیں۔ میں بھی سکھ بن جاؤن اور رہزنی پر کمر باندھ لون۔ اس ارادہ سے وہ سکھ بنا۔ اور سکھون کی چوتھی مثل نکیون سکھون کا سردار ہوا۔

(ملخص صہ ۹۶)

کپور چند تنگ دست آدمی تھا۔ اوس نے سوچا کہ دولت حاصل کرنیکا ذریعہ یہی ہے کہ سکھ بن جاؤن تو لوٹ مار سے بہت کچھ ملے گا۔ چنانچہ سکھ بن کر اوس نے غارت گری شروع کی اوسکا قول تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پانسو مسلمانون کو قتل کیا ہے یہ عمل میری نجات کا موجب ہوگا میں نے گرو گوبند سنگھ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یہ سکھون کی آٹھوین مثل فیض اللہ پوریونکا سردار ہوا۔

(ملخص صہ ۱۰۶)

نوٹ - غرض اس تاریخ کے دیکھنے سے اور سکھون کے تمام مثلون کے حالات پڑہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مورخ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ لوگ رہزنی کے خیال سے سکھ بنتے تھے اور سکھ ہوکر رہزنی کرتے تھے۔

رنجیت سنگھ کی وحشیانہ مظالم

(جنگ ہزارہ) رنجیت سنگھ نے فوج کا افسر رانی سدا کنور کو مقرر کیا۔ لیکن اوس کے پہنچنے سے پہلے امن وامان ہو گیا۔ رانی نے تجویز کی کہ قوم رتبہ مفسد ہے اس لئے اس تمام قوم کو قتل کر دیا جائے۔ سکھ فوج مفسدون کی تنبیہ اور غارت میں مصروف ہوئی۔ اُنہون نے مطیع اور مفسدون کو ایک نظر سے دیکھا۔ اور ہر ایک گاؤن کو برابر لوٹنا اور جلانا شروع کیا (صہ ۲۷۷) شہزادہ شیر سنگھ نے ہزارہ کی رعیت کو کمال تنگ کیا۔ بہت سے گاؤں لوٹ لئے اور بہت سے جلا کر خاک کر ڈالے۔ ہزارون آدمی ہزارہ کے تہ تیغ کر ڈالے۔ رنجیت سنگھ نے شہزادہ کی اس کارگزاری پر اظہار خوشنودی کیا (۲۷۸) ہری سنگھ نلوہ نے فوج کو اشارہ کیا دشمنون کے گاؤن اور بستیان لوٹ لین۔ اس حکم کے سنتے ہی سکھون کی فوج غارت پر ٹوٹ پڑی۔ گاؤن کے گاؤن لوٹ کر جلا دئے۔ ہزارون بیل گائے بھینیں سکھ لائے۔ رنجیت سنگھ نے جمعدار خوشحال سنگھ کو حکم دیا کہ فوج لیکر پہاڑی راجون سے خراج وصول کرے۔ اور جو ادا کر چکے ہیں اون سے پیشگی وصول کرے۔ اوس نے راجون اور رئیسون کو ایسا تنگ کیا کہ سارا پہاڑ الامان پکار اٹھا راجہ چنبہ نے عذر کیا کہ اوس کی طرف کچھ باقی نہیں ہے اس پر رنجیت سنگھ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ

جیند کے علاقہ کو تاراج کیا جائے

نواب منکیرہ کو لکھا گیا کہ ایک لاکھ روپیہ ادا کرے۔ اوس نے چند عرضیاں لکھیں کہ ایک ہفتہ میں روپیہ بھیجدونگا۔ مگر فوج مامور کر دی گئی۔ اور منکیرہ پہونچکر دو لاکھ کا مطالبہ کیا گیا۔ نواب نے بمشکل روپیہ کا انتظام کر کے پیچھا چھوڑایا۔

رانی سدا کنور رنجیت سنگھ کی ساس تھی رنجیت سنگھ نے اوسپر زور ڈالا کہ اپنی ریاست میں سے کچھ ملک میرے بیٹے کو دیدے اوس نے انکار کیا اس پر اوس کو گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔ اور تین دن تک اوس کا دانہ پانی بند رہا۔ مجبوراً اوس نے قلعہ خالی کرنیکا حکم لکھدیا۔

چونکہ رنجیت سنگھ کو یہ منظور تھا کہ کوئی رائیس ملک رئیس پنجاب کے علاقہ میں نہ رہے۔ اور ہر ایک کا ملک ضبط کر لے۔ چنانچہ بہت سے خاندانوں کے ممالک ضبط کر لئے نواب منکیرہ سے ہر سال تنگ کر کے بہت سا روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ آخر اوس پر حملہ کر کے اوس کے علاقہ کو بری طرح لوٹا اوس نے پیغام بھیجا کہ جنگ مجھ سے ہے رعایا کا کیا قصور ہے مگر سکھ فوج برباد کرنے سے باز نہ آئی آخر لاچار ہو کر اوس نے صلح کی درخواست کی اور یہ شرط قرار پائی کہ شہر کو نہ لوٹا جائے لیکن سکھوں نے شہر کو لوٹا۔

سکھ فوج پکھیلے کے علاقہ میں پہنچی۔ بہت سے گاؤں لوٹے جلائے۔ سیکڑوں آدمی قتل کئے۔ رنجیت سنگھ کو خبر لگی کہ راجہ انرودھ چندلی دو بہنیں نہایت حسین ہیں۔ اون کو پیغام دیا کہ ایک کا نکاح راجہ دھیان سنگھ سے کر دو۔ اوس نے انکار کیا۔ رنجیت سنگھ اوس کی تخریب کے درپے ہوا۔ جب اوس پر سختی ہوئی وہ انگریزی علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور ان دونوں بہنوں کے ساتھ ایک ساتھ رنجیت سنگھ نے شادی کی۔

خوشحال سنگھ نے کشمیر پہونچکر وہ انتظام کیا کہ تمام خطہ کشمیر اُجڑ گیا۔ سری نگر کی رعایا جن کو گھر سے نکلنا اور مرجانا برابر تھا۔ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ ہزاروں آدمی امرت سر لاہور وغیرہ میں آگئے اور گلی۔ کوچہ کوچہ بے تعداد دریوزہ گر پھرتے تھے۔ ہر بازار میں لوگوں کی خدا کی آواز سنائی دیتی تھی۔ سیکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں مرے پڑے نظر آتے تھے۔

کلو کا راجہ مرا اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق نزاع ہوا رنجیت سنگھ کو خبر ہوئی فوج لیکر پہونچا کہ اچھا موقع ہے رقم ہاتھ لگے گی۔ اور اوس کے ایک بیٹے سے ایک لاکھ روپیہ لے کر

ریاست دلا دی۔ بڑا بیٹا جو حق دار تھا اوس نے بہت واویلا کی مگر کچھہ سنائی نہ ہوئی۔

قصبہ اترج میں بخاری اور گیلانی سادات رہتے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اُنکا بڑا وقار تھا۔ وہی حکومت کرتے تھے دل سنگھ نے اوس کا محاصرہ کر کے فتح کیا اور دل کھول کر شہر کو لوٹا ایسا کہ رعایا ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوگئی۔

خلافِ عہد

سُلطان خان رئیس بھمبیر پر حملہ کیا۔ اوس نے خوب مقابلہ کیا۔ آخر سکھ سردار محکم سنگھ نے صلح کی گفتگو کی۔ سلطان خان نے کہلا بھیجا کہ میری عزت آبرو ملک کے تحفظ کا عہدنامہ لکھ کر بھیج دو میں حاضر ہو جاؤنگا۔ محکم سنگھ نے عہدنامہ لکھ کر بھیجدیا وہ حاضر ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے اوس کو سخت قید میں ڈالا اور عہد کا کچھہ پاس نہ کیا۔

توہینِ معابد

زیب النسا، نورجہان وغیرہ کے مقبرون سے پتھر اکھڑوا کر بارہدری تعمیر کی۔

منصف پنچ

راجہ جسا سنگھ مگدریا مر گیا۔ اوس کے تینون بیٹون میں نزاع ہوا اونہون نے رنجیت سنگھ کو پنچ مقرر کیا۔ رنجیت سنگھ نے تینون کو قید کر کے ملک پر خود قبضہ کر لیا۔

مذہب اور جبر

خوشحال سنگھ نے سکھ بنکر راجہ کا تقرب حاصل کیا۔ لیکن اوس کا حقیقی بھائی رام لال برہمن اپنے مذہب پر رہا۔ مہاراجہ نے اوس کو سکھ بننے کا حکم دیا وہ بھاگ گیا تو مہاراجہ نے اوس کے بھائی خوشحال سنگھ کو قید کر دیا اور اُس کا کل مال جائداد ضبط کرلی۔ جب اوس کو بھائی کی بربادی کا حال معلوم ہوا امرتسر آکر سکھ بن گیا۔ رام لال سے رام سنگھ ہوگیا۔

مھمانون پر ظلم

راجہ امید سنگھ والئی جسوان دون کو اشتیاق ظاہر کرکے ملاقات کے لئے بلا کر قید کرلیا۔ اور اوس کے ملک پر قبضہ کرلیا۔

شاہ شجاع والئی کابل رنجیت سنگھ کا مہمان تھا اوس سے کوہ نور ہیرا اور دیگر جواہرات طلب کیے۔ اوس نے بہانا کیا۔ اوس کا دانہ پانی بند کر دیا اور نہایت ظلم و بے عزتی کے ساتھ اوس کا کل جواہر زر و زیور چھین لیا۔

(یہ تمام بیانات صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۳۶ تک سے لئے گئے ہیں)

لالہ رتن لال لکھتے ہیں جب شجاع الملک کابل سے بھاگ کر رنجیت سنگھ کی پناہ میں لاہور کو آیا۔ رنجیت سنگھ اُس سے وہ الماس بہ جبر اور تشدد چھین لیا۔ اور اپنے قبضہ میں رکھا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۷۱)

نوٹ:۔ گرو تیغ بہادر کے معاملہ کے متعلق ایک مضمون ہندو رسالہ دھرم بیر میں شائع ہوا جو رسالہ عبرت نجیب آباد مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء میں نقل کیا گیا تھا۔ اوس کو درج کیا جاتا ہے۔

وَہُوَ ہٰذا

آج ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ گرو تیغ بہادر مہاراج کی موت یا قربانی کا اصلی باعث کیا تھا۔ قبل اس کے کہ ہم واقعات پر روشنی ڈالیں اور اس رازِ سربستہ کو کھولیں اس روایت کی حقیقت کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں جو لوگوں نے گھڑ رکھی ہے۔ اور سادہ لوح ہندوؤں کو بہکانے کی غرض سے پیش کی جاتی ہے وہ روایت یہ ہے:۔

کشمیر کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں کا وفد گرو تیغ بہادر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش کی کہ اورنگ زیب نے ہندؤں کو تنگ کر رکھا ہے اور اُن کو جبراً مسلمان کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ آپ مہربانی کرکے ہندو مذہب اور ہندو قوم کو بچائیں۔ اس کے جواب میں گرو نے کہا ہم مدد کے لئے تیار ہیں اور ہر طرح کوشش کرینگے کہ ہندو مذہب اور ہندو قوم بچ سکے۔ تیغ بہادر مہاراج نے ہندؤں کو ہدایت کی کہ تم لوگ دہلی جاؤ اور اورنگ زیب سے کہو کہ جب تک گرو تیغ بہادر کو مسلمان نہ کیا جائیگا ہم اسلام قبول نہیں کرسکتے۔ گرو کے مسلمان ہونے پر ہم خود پیروی کرینگے۔ چنانچہ پنڈت لوگ دربار دہلی میں حاضر ہوئے۔ اورنگ زیب کے سامنے وہی الفاظ کہے جو گرو تیغ بہادر نے بتائے تھے۔ اورنگ زیب یہ سُن کر خوشی سے اُچھل پڑا۔ اور گرو تیغ بہادر صاحب کی طلبی کا پروانہ جاری کردیا۔ لیکن جب تیغ بہادر صاحب کے پہنچنے پر جواب نفی میں ملا تو اورنگ زیب نے اُن کو قتل کرا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس روایت کے پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو نابینا توہم پرست نہیں ہے بلکہ دل و دماغ رکھتا ہے کئی سوال پیدا ہونگے جن کے جوابات تاریخ ہند کے پریشان اوراق سے تلاش کرنیکی ضرورت پیش آئیگی:-

سُوالات

(۱)۔ کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا تھا کہ تمام ہندؤں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ اگر اور کسی جگہ کے لئے نہیں تو کیا کشمیر کے لئے اُس کا کوئی اس قسم کا پروانہ جاری ہوا۔

(۲)۔ کیا گرو تیغ بہادر کی ایسی شخصیت تھی جو کشمیر کے پنڈتوں کو امداد حاصل کرنے کیلئے پنجاب کھینچ لائے۔

(۳)۔ کیا گرو تیغ بہادر صاحب اُن کی مدد کرسکتے تھے۔

(۴)۔ کیا گرو تیغ بہادر جی کا چند آدمیوں کو لے کر ہندوستان کے دارالسلطنت میں حاضر ہونا۔ اور بادشاہ سے سخت سُست سوال وجواب کرنا ہندو قوم اور ہندو مذہب کو بچا سکتا تھا۔ کیا ان کی قربانی (قتل) سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچا یا پہنچ سکتا تھا۔

جوابات

(۱) تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کرو۔ اورنگ زیب کے حالات اوّل سے آخر تک پڑھو اور اوس کے واقعات کا بغور مطالعہ کرو کہیں نظر نہ آئیگا کہ اوس نے کوئی ایسا حکم دیا نہ تو مسلمان مورخ نے اس کا ذکر کیا نہ یورپین سیّاحون نے لکھا۔ حتیٰ کہ مسٹر نکولاس منوچی (جو شاہجہان سے لیکر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا) جسنے اورنگ زیب کی ہر چھوٹی سی چھوٹی حرکت کو بھی تحریر کرنے سے نہ چھوڑا اوس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ اورنگ زیب پنجاب۔ بنگال۔ بہار۔ یو پی۔ دکن کے باشندون کو جبراً مسلمان ہونے کیلئے نہیں کہتا۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہ کشمیر کے پہاڑون میں اس قسم کا جابرانہ حکم جاری کرتا ہے۔ اور پھر اس صورت میں جبکہ واقعات بتاتے ہیں کہ اورنگ زیب اور پہاڑی راجاؤن کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور وہ ان راجاؤن کی ہمیشہ مدد کرتا رہتا تھا۔ اورنگ زیب اگر ہندون کو جبراً مسلمان کرانا چاہتا تھا تو سب سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے دربار کے اراکین راجہ جے سنگھ۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ۔ اور ہزارون راجپوتون کو جو اوس کی فوج میں ملازم تھے مسلمان کرتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا وہ جو کچھ کرتا تھا نہ ہی تعصب یا اشاعت اسلام کا شوق اوس کی تہ میں کام نہ کرتا تھا۔ پس یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے کشمیر کے ہندون کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے کوئی حکم جاری کیا تھا بالکل غلط ہے۔

(۲) گرو تیغ بہادر صاحب کی شخصیت کا کشمیر کے باشندون پر کچھ اثر نہیں اور نہ پیری مریدی کا رشتہ ہی گرو صاحب کا ان کے ساتھ قایم ہوا تھا۔ بلکہ اوس وقت بھی کشمیری ہندو سکھ گرون کے معتقد شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔ پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا پیشوا نہ مانتے تھے تیغ بہادر صاحب مہاراج کے در دولت پر حاضر ہوئے اور مدد کے لئے درخواست کی۔

(۳) جب تیغ بہادر جی کے پاس اس قدر جمعیت اور طاقت نہ تھی کہ وہ شہنشاہ ہندوستان کا مقابلہ کرسکیں تو وہ اون کی مدد کیا کرسکتے تھے۔ بلکہ ایسی حالت میں آمادہ جنگ ہونا سوائے نقصان کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۴) تن تنہا یا چند آدمیون کے ساتھ ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں

اس غرض سے جانا کہ وہ ہندؤن کو مسلمان کرنے سے باز آ جاوے۔ اور وہان سخت لہجہ میں سوال و جواب کرنا۔ ہمارے خیال میں قوم کی خدمت نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس طریق سے ہندو قوم نہیں بچ سکتی تھی۔ بلکہ اس پر زیادہ سختی ہونیکا امکان تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) گرو ہر رائے جی نے دارا کو اوس وقت فوجی امداد دیا جبکہ عالمگیر کی فوج اوسکا تعاقب کر رہی تھی سکھون کی فوج نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا اور اوسوقت تک روک رکھا جبتک کہ دارا شکوہ اوس کی زد سے بچ نہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرو ہر رائے جی کو اورنگ زیب نے دہلی میں طلب کیا۔ لیکن انہون نے بجائے خود جانیکے اپنے بیٹے رام رائے کو بھیجا۔ رام رائے دہلی پہنچا اور دربار میں حاضر ہوا۔ اوس نے اورنگ زیب کے سامنے جاتے ہی اطاعت کا اقرار کر کے جان بخشی کرالی۔ اوس کی واپسی پر اوسکا باپ ناراض ہوا اور اوس کو حقوق گدی سے محروم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ سری ہرکشن جی کو گرو ہر رائے کے بعد گرو بنایا گیا۔ لیکن اون کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔ اور گدی کے مالک تیغ بہادر جی مقرر ہوئے۔ رام رائے حق تلفی کو برداشت نہ کر سکا وہ سخت رنجیدہ ہوا اور اوس نے اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچ کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ گرو تیغ بہادر بھی ہرگوبند اور ہر رائے کی طرح مغلیہ حکومت کو نقصان پہنچانیکی تیاریان کر رہے ہیں اور شہنشاہِ دہلی کے سخت دشمن ہیں۔ الخ سردار گیان سنگھ پٹیالوی نے گرو ارجن کا واقعہ دیوان چندو کے ساتھ وہی لکھا ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ آگے لکھتے ہیں (اب تمام ہندؤن کو گرو کے خاندان سے قلبی عداوت ہو گئی اور وہ سکھون کی بیخ کنی کی فکر میں رہنے لگے۔ اورنگ زیب کے عہد میں پہاڑی راجاؤن نے گرو سے کہا کہ ہم آپ مل کر آزادی حاصل کرین گرو ان کے چالون میں آ گئے اور طیاری شروع کی۔ ادہر ان راجاؤن نے شہنشاہ کو اطلاع دی کہ پنجاب میں ایک باغی نے سر اٹھایا ہے اور ہم کو برباد کرتا ہے۔ بادشاہ نے صوبیدار سرہند کے نام حکم جاری کیا کہ باغیٔ مذکور کا انسداد کیا جائے۔ اور ہندؤن کی حفاظت کیجائے اس پر گرو اور شہنشاہی فوج میں جنگ ہوئی۔ چونکہ یہ دسوین گرو ایک فقیر تارک الدنیا تھے اور ہندؤن کے بہکانیسے جنگ و جدل پر آمادہ ہو گئے تھے اور اب ہندوان سے علیحدہ ہو گئے اس لئے مسلمان درویشون نے ان کی مدد کی۔ چنانچہ حضرت میان میر صاحب اور اون کے مریدون اور بدہو شاہ ساڈہورہ والون نے گرو گوبند سنگھ کی بہت مدد کی بدہو شاہ کے چار بیٹے گرو کی حفاظت و امداد میں شاہی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ ماچھی واڑہ میں جب گرو اکیلے شاہی

فوج کے نرغے میں آگئے تو غنی خان پٹھان محاصرہ میں سے گرو کو اپنا پیر اوچ شریف والا بتلا کر نکال کر لیگیا۔ جب گرو کی طاقت ٹوٹ گئی تو وہ اپنے دو چھوٹے بچون کو اور بیوی کو اپنے قدیمی نمک خوار گنگو برہمن کے ایک مخفی مقام پر سپرد کر کے چلدئے گنگو نے فوراً صوبیدار سرہند کو اطلاع کر کے ان بچون کو گرفتار کرا دیا۔ صوبیدار نے جب ان بچون کے متعلق اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو محمد خان والئی مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ بچے بے قصور ہیں لیکن دیوان سچانند نے کہا کہ

ماررا کشتن و بچہ اش را نگاہداشتن کار خرد مندان نیست۔ گرو صاحب نے ایک خط اورنگ زیب کو فارسی نظم لکھکر معافی چاہی اور اپنے حالات ظاہر کئے تو اورنگ زیب نے نہایت تلطف کے ساتھ جواب لکھا کہ مجھہ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگ آپ سے ہے مجھسے تو یہ کہا گیا کہ کوئی ڈاکو ہے جو ملک کو تاراج کرتا ہے اس کے بعد اورنگ زیب نے عام حکم جاری کر دیا کہ گرو صاحب سے کوئی مزاحمت نہ کرے جہان چاہیں رہیں جو چاہیں کریں (ماخوذ از تاریخ خالصہ)

بندا بیراگی کے واقعات میں سردار گیان سنگھ اس طرح لکھتے ہیں۔

جب بندہ بہادر کے ساتھ سکھون کی ایک کثیر جماعت ہوگئی تو اوس نے قصبۂ سامانہ کی طرف کوچ کر کے تمام میں مشہور کر دیا کہ جسے قصبۂ سامانہ کی لوٹ میں شامل ہونا ہو وہ پھاگن بدی پنچمی تک ہمارے ساتھ آملے اور راستہ میں مسلمانون کے مواضعات کو لوٹتا مارتا ہوا (آگے لکھتے ہیں) تین روز تک شہر لوٹا گیا۔ ایک ایک سکھ نے دو دو تین تین پشت تک کا سرمایہ جمع کر لیا۔ کچھہ باقی نہ چھوڑا سارا قصبہ ویران کر دیا۔ (ملخص صـ۱۸۵)

سرہند کے چار جاسوسون کو جو وہان پھر رہے تھے گرفتار کر لیا اور بندہ صاحب کے پاس لیگئے۔ اونہون نے دو کو تو بالکل جان سے ہی مروا ڈالا۔ اور دو کی ناک کان کٹوا کر زندہ سرہند کو واپس بھیجا۔ غرض کہ لوٹ کھسوٹ کے بعد تین چار روز تک وہان سکھون نے خوب خوشی کا جشن کیا۔ بکرے جھٹکا کر کے مہا پرشاد بناتے شراب پیتے۔ اور واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مار مار کر خوش ہوتے۔ اس خبر کو سن کر پنجاب کے جتنے ڈاکو اور رہزن تھے سب بندہ کے ساتھ آکر شریک ہوگئے اور سکھ بن گئے۔ سوائے جوتی جنیو والے کے (قصبۂ میٹھا میں) کوئی متنفس زندہ باقی نہ چھوڑا (ملخص صـ۱۹۱)

(فتح سادھورہ) سکھون نے مسلمانون کو ککڑی خربوزہ کی طرح کاٹنا شروع کر دیا جو سامنے آیا کسی کو نہ چھوڑا۔ مسلمان سخت حملے کی تاب نہ لا سکے۔

دفعتاً شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے تمام رات شہر لوٹا گیا۔ دوسرے روز لشکر نے پھر تمام دن شہر لوٹا۔ اور بندہ نے وہان خیمہ جما کر مسلمانون کی لاشون کو آگ میں جلانا شروع کیا حتیٰ کے قبرون میں سے مسلمانون کی لاشین اور ہڈیان بھی نکلوا نکلوا کر جلا دین۔ جتنی مسجدین اور عبادتگاہیں تھین وہ سب مسمار کرا دین بلکہ اون کے بڑے بڑے پیر بہاء الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھدوا کھدوا کراون کی ہڈیان تک آگ میں جلوا دین۔ (ملخص صہ ۱۸۷)

(یہ میانمیر صاحب اور بدھوشاہ کے احسان کا بدلہ تھا)

(جنگ سرہند) کُل ہندو و مشہور مشہور ڈاکو رہزن لوگ بندہ بہادر کے ساتھ آملے تھے اور شہر میں داخل ہو کر لوٹ مار کی وہ آفت برپا کی جس کا بیان نہیں۔ جو سامنے نظر چڑھا کیا بچہ کیا جوان کیا ادہیڑ کیا بوڑھا تلوار سے دو ٹکڑے ہوا (ملخص صفہ ۱۹۰)

(بندہ نے سرہند میں) کوئی زن و بچہ زندہ نہ چھوڑا یہان تک کہ حاملہ عورتون کے شکم چاک کروا کروا کر اون کے بچون کو نکلوا کر مروا ڈالا (ملخص صہ ۱۹۱)

(یہ غنی خان اور محمد خان کے احسان کا معاوضہ تھا)

بندہ کے سامنے جو مسلمان آجاتا زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ اور ہر روز یہ معمول کر رکھا تھا کہ بغیر پچاس ساٹھ مسلمانون کے قتل کرائے پانی تک نہ پیتا تھا (ملخص صہ ۱۹۳)

(جنگ لوہگڈہ) (بندہ نے سکھون سے کہا) جو شخص آج لڑ کر شہادت حاصل کریگا وہ سیدھا گرو کے لڑکون کے پاس بہشت میں چلا جائیگا۔ (ملخص صہ ۱۹۵)

جب بندہ بہادر پہاڑون کی سیر کرتا ہوا کلو کے راج میں داخل ہوا تو وہان کے راجہ نے فریب سے اوس کو ایک آہنی پنجرہ میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ اگر تم میں کچھہ کرامت ہے تو اس کے اندر سے نکل جاؤ میں تمہارا مرید ہو جاؤنگا۔ ادہر اسلم خان ناظم لاہور کو اپنی کارگذاری کی خفیہ طور پر اطلاع دی کہ میں نے بندہ کو گرفتار کر لیا ہے جسکے جواب میں وہان سے حکم آیا کہ اوسکو ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر قبل اس کے کہ بندہ بھیجا جاتا راجہ منڈی اور سکھون نے اس حال سے آگاہی پاکر کلو پر چڑھائی کر دی۔ اور راجہ کلو کو شکست دیکر بندہ کو وہان سے چھڑا لیا۔ (ملخص صہ ۱۹۸)

ہزارہا مسلمانون کو پکڑ پکڑ کر زندہ آگ میں جلوا دیا (بندہ نے) (ملخص صہ ۱۹۹)

(از کتاب شمشیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ سنہ ۱۸۹۲ء)

ان تمام بیانات کو جو کہ ہندو اور سکھ مورخون کی کتابون سے ماخوذ ہیں غور سے پڑھکر ناظرین انصاف فرمائیں کہ مسلمانون اور خاص کر اورنگ زیب غازی نے کس قدر سکھون پر نوازش کی۔ اور سکھون نے کسقدر وحشت اور بربریت کا اظہار کیا۔ ایک حکومت کو ایسے لوگون کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئیے تھا۔ سکھ مصنفین نے جسقدر تاریخین لکھیں ہیں وہ خوش اعتقادی وتعصب کا مظاہرہ ہیں۔ بعض ہندو مصنفین نے کسیقدر واقعات کی جانچ کی ہے۔ مگر تعصب کی ہوا سے وہ بھی آپ کو نہ بچا سکے۔ اور بازاری افواہون کو نقل کر گئے۔ ورنہ صحیح واقعات سکھ گروؤن اور سلطنت مغلیہ کے صرف اس قدر ہیں کہ سنہ ۱۶۰۶ء میں شہزادہ خسرو اپنے باپ (جہانگیر) سے باغی ہوکر لاہور پہونچا۔ اور گرو ارجن نے اوس کی امداد کی۔ جہانگیر نے گرو کو طلب کر کے اس باغیانہ حرکت پر بازپرس کی۔ گرو کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا بغاوت کے جرم میں جہانگیر نے اوس کو قتل کرادیا۔ (تزک جہانگیری وسکھس از ہے۔ ڈی کننگھم و تاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار۔)

تمام بڑے بڑے مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ جہانگیر کو سکھون سے کوئی مذہبی تعصب نہیں تھا۔ ارجن کے قتل کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ بغاوت کا لازمی ثمرہ تھا۔ (تاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار۔ وہسٹری آف دی سکھس از کننگھم ولیٹر مغلز از ارون جلد اول واکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا از اسمتھ)

گروہرگوبند نے جہانگیر کی فوج میں ایک عہدہ حاصل کیا۔ مگر سپاہ کی تنخواہ نہیں تقسیم کی۔ اور تمام روپیہ غبن کر لیا۔ جس کی پاداش میں جہانگیر نے اوس کو قلعہ گوالیار میں بارہ برس تک نظر بند رکھا۔ (ہسٹری آف دی سکھس ولیٹر مغلز) جہانگیر کے بعد گرو ہرگوبند نے شاہجہان کی ملازمت اختیار کی۔ آخر سلطنت کی مخالفت کی۔ شاہجہان پر حملہ کیا۔ شاہی فوج سے شکست کھا کر جنگلون کو بھاگ اور وہیں مر گیا۔ (تاریخ اورنگ زیب وہسٹری آف دی سکھس) گرو تیغ بہادر نے اورنگ زیب کی ملازمت کی مگر خفیہ فوج جمع کرتا رہا۔ بہت سے راہزن اوس کے پاس جمع ہوگئے قتل وغارت شروع کیا۔ شاہی مجرمون کو پناہ دی (ہسٹری آف سکھس ودی سکھس از گورڈن) سنہ ۱۶۷۵ء میں تیغ بہادر باغی ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ (ہسٹری سکھس کننگھم)

گروؤں کی موت

نمبر	نام گرو	کیفیت
۱	نانک	سنہ ۱۵۳۹ء میں طبعی موت سے مرا۔
۲	انگد	طبعی موت سے مرا۔
۳	امرداس	
۴	رام داس	اکبر بادشاہ نے سنہ ۱۵۷۷ء میں وہ زمین جاگیر میں دی جہاں امرتسر کا تالاب ہے اوس کے بعد تالاب بنا۔ اور شہر آباد ہوا۔ یہ گرو طبعی موت سے مرا۔
۵	ارجن	جہانگیر نے بجرم بغاوت قتل کرایا۔
۶	ہرگوبند	طبعی موت سے مرا۔ قتل و غارت کیا۔ شاہی فوج کے مقابلہ سے فرار ہوا۔
۷	ہررائے	طبعی موت سے مرا۔ عالمگیر کے خلاف دارا شکوہ کی امداد کی۔ شاہی فوج کو روکا۔
۸	ہرکشن	طبعی موت سے مرا۔
۹	تیغ بہادر	بغاوت و قتل و غارت کے جرم میں عالمگیر نے قتل کرایا۔
۱۰	گوبند سنگھ	قتل و غارت کیا تھا آخر معافی خواہ ہوا۔ دکن میں ایک خانگی قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مضامین متفرق

اس باب میں جسقدر مضامین ہیں وہ اُن مفصل مضامین کا خلاصہ ہیں جو میں نے اپنے رسالۂ جہاد اسلام المعروف باطل شکن میں لکھے ہیں۔ یہان کسی قدر بقدر ضرورت ان کا خلاصہ لکھدیا تفصیل طلب حضرات کو رسالۂ مذکور ملاحظہ فرمانا چاہیے:۔

جہاد

یہہ لفظ جہد سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ مجازاً جنگ پر بھی بولا جاتاہے۔ مخالفین نے عوام کو بہکانے کے لئے یہ اعتراض گھڑرکھاہے کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ غیر مذہب والون کو قتل کرو۔ لیکن یہ سراسر اتہام ہے خواہ مخواہ جنگ کرنیکا کہیں حکم نہیں بلکہ ایسے شخص کو مفسد کہا گیاہے اور اوس کیلئے وعید آئی ہے۔ اسلام نے جنگ کرنیکا جب حکم دیا کہ کوئی مسلمانون پر ظلم و زیادتی کرے۔ امر حق و انصاف سے گریز کرے رسُول کریم نے اوس وقت تلوار اٹھائی جب برسون تک آپ اور آپ کے اصحابؓ مظالم سہتے سہتے تنگ آگئے۔ اوّل اُن مظالم سے بچنے کے لئے آپ نے وطن چھوڑا۔ جب وہان بھی ظالمون نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اب اون کا مقابلہ کیا جائے۔ تلوار کا جواب تلوار سے دیا جائے تب آپ نے تلوار اٹھائی۔ قرآن مجید میں پہلا حکم جو قتال کا ہے اوس میں صاف صراحت ہے۔ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ یعنی خدا کی راہ میں اون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ایک جگہ جنگ کرنیکا مقصد اس طرح ظاہر فرمایاہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ یعنی فساد

رفع ہونے تک لڑو"۔ چونکہ حضور علیہ السلام نے انتہائے تحمل کے بعد مجبور ہو کر رفع بطلان وفساد کے لئے تلوار اٹھائی۔ اس لئے آپ کی تمام لڑائیون کو دفاعی کہا جاتا ہے۔ اسلامی لڑائیونکی علما نے دو قسمین مقرر کی ہیں۔ ایک ہجومی یا اقدامی۔ دوسری دفاعی۔ ہجومی وہ کہ مسلمان دشمن پر چڑھ کر گئے۔ دفاعی یہ کہ دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ چونکہ اسلامی لڑائیان رفع بطلان ودفع شر کے لئے ہوئی ہیں اس لئے یہ ہجوم بھی ایک قسم کا دفاع ہے۔ بدین وجہ میں نے آپ کی تمام لڑائیون کو دفاعی قرار دیا ہے اور غالباً اس ہی سبب سے ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ آنحضرت کی جسقدر لڑائیان تھیں وہ اقدامی نہ تھیں دفاعی تھیں (پریچنگ آف اسلام)

ہر انسان پر لازم ہے کہ تحمل کرے۔ لیکن اوسکا یہ تحمل اس حد پر نہ پہونچے کہ اخلاقی قوت شجاعت زائل ہو کر بزدلی پیدا ہو جائے۔ بزدلی قومی موت کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اس خیال میں آریہ اخبار تیج بھی ہمارا ہم آہنگ ہے چنانچہ لکھتا ہے جس ملک کے باشندون یا افراد کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر قسم کے مظالم کو بے چون وچرا کے برداشت کرتے جائیں۔ ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی چلی جائے۔ مگر ماسوائے گریہ وزاری کرنے کے رگ حمیت جوش میں نہ آئے۔ اور مظالم کے سدباب کے لئے کوشش نہ کرین۔ ان کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق بھی کیا ہے۔ اگر وہ چاہیں بھی تو کتنے دن تک زندہ رہ سکتے ہیں آج نہیں تو کل اپنی قوم کا خاتمہ ہو کر رہیگا۔ فی الحقیقت ایسے لوگون کا شمار زندہ مردون میں ہوتا ہے اور وہ جس قوم کے ساتھ بھی تعلق رکھین باعث ننگ ہوتے ہیں (مئی ۲۷ سنہ ۱۹ء) جسقدر اوپر مذکور ہوا مذہبی جنگ کی اسقدر حقیقت ہے۔ رہا بادشاہون کا لڑنا۔ وہ کونسا ملک ہے وہ کون سی قوم ہے وہ کونسا مذہب ہے کہ بادشاہون نے جنگ نہیں کی۔ بادشاہ ہمیشہ اپنے مفاد پر لڑتے ہیں اون کی ذاتی لڑائیون کا مذہب سے تعلق نہیں ہوتا۔ مسلمان سلاطین آپس میں بھی لڑے ہیں۔ عیسائی والیان ملک بھی آپس میں لڑے ہیں ہندو راجے بھی آپس میں لڑے ہیں۔ اور ان تینون قومون کے صاحبان تاج غیر قومون کے بادشاہون سے بھی لڑے ہیں۔ مذہبی جنگ تو وہ ہے کہ جو کسی مذہبی معاملہ پر یا کسی حامل مذہب کی سرکردگی میں ہو۔ دیگر مذاہب میں تو نہیں لیکن اسلام نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں سلاطین کا مرتبہ عام مسلمانوں سے کم ہے۔ دین اور دینی معاملات کے لئے بزرگان ہنود نے بڑی بڑی خونریزیان کی ہیں۔ مسٹر منمتہ دت لکھتے ہیں۔ سری کرشن نے کنس پر حملہ کیا اور آن کی آن میں اُسے واصل جہنم کیا (ص۱۵ رہنمایان ہند) بھیم ارجن نکل سہدیو قرب وجوار کی سلطنتین فتح کرنے نکلے۔ بہت سے بادشاہون کو مغلوب کیا۔ بہت سی ریاستون سے خراج لیا۔ غرض بے انتہا

زر و جواہر اور بہت سامال و متاع لے کر گھر کو پھرے تو راجہ جدہشٹر نے ان فتوحات کی شہرت دیگر کے لئے راج سوجگ کرنیکا ارادہ کیا (رہنمایان ہند صفحہ ۶۶) وہ (بھیم ارجن سری کرشن) وہاں (راجہ جراسند کے شہر میں) برہمنوں کے بھیس میں پہونچے۔ بڑے اعزاز و اکرام سے ان کا استقبال کیا گیا۔ سری کرشن نے راجہ سے اس طرح خطاب کیا۔ ہمیں برہمن نہ سمجھ ہم چھتری ہیں۔ یہ بھیم ہے یہ ارجن ہے اور میں کرشن ہوں۔ ہم تم سے دست بدست مبارزت کرنے آئے ہیں (رہنمایان ہند) سمدر گپت اس بادشاہ نے سارے ہندوستان کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے صفحہ ۲۰۱) ہندو مصنفین جنگ جوئی پر اپنے متقدمین کو بہت سراہتے ہیں کنھیا لال ہندی لکھتے ہیں۔

در مدح راجہ رامچندر

جدھر اوس کا ہوتا تھا حملہ درشت | دکھاتا تھا دشمن وہیں اپنی پشت
ہزاروں کے دیو اوس نے ہلاک | عدو کی اڑائی زمانہ میں خاک
مریچ ستمگر کو بے جان کیا | پریشان کیا اوس کو حیران کیا
بنا جب کہ راون عدو رام کا | گیا نام دنیا سے گمنام کا

(صفحہ ۵۸)

در مدح سری کرشن

جو سرکش تھے اون کیا سر قلم | کیا غرق خون اون کو سر تا قدم
بنا اون کا حامی جو تھے حق پرست | بسختی کیا دشمن دین کو پست

(صفحہ ۱۵۵) اخلاق ہندی مطبوعہ ۱۸۷۴ء

جب کوئی ہادی کسی قوم یا ملک کی ہدایت کیلئے منجانب اللہ مقرر ہوا ہے تو اسکو مجبوراً اس رسم کی پابندی اختیار کرکے لوگوں سے خود اگر مجھوتے ہوئے ہر مقابلہ پر آمادہ ہونا اور میدان جدال و قتال گرم کرنا پڑا ہے مذہب ہنود کے اوتاروں میں سے مہاراج سری

باطل پرستوں کا جہاد

یہود جو عیسائی اپنا مذہب ترک کرکے یہودی بننے سے انکار کرتے تھے اون کو قتل کیا جاتا تھا۔ (کریڈل آف اسلام) بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اون کے بچوں کو اسیر کیا

ہے نہ کہ بہ نظر بدخواہی (جام جہان نما مصنفہ مہاراجہ سر کشن پرشاد مدار السلطنۃ)

اون کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اون کے سارے شہرون کو جن میں وے رہتے تھے اور اون کے سب قلعون کو پھونک دیا۔ موسیٰ غصہ ہوا کہ کیا تم نے سب عورتون کو جیتا رکھا۔

تم ان بچون کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو۔ لیکن وے لڑکیان جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئین ان کو اپنے لئے زندہ رکھو۔ (عہد قدیم ۳۱ اعداد ۳۱)

عیسائی تو اون کی سرحد تک جا مار۔ اور بیت والیون کے بیٹ پھاڑ ڈالا (سلاطین باب ۱۵) جو شہر مین تھے مرد کیا عورت کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدہا تہ تیغ کیا (یشوع باب ۶) پہلے تو بجبر عیسائی بنائے گئے (مسلمان) باقی جو رہے اون کو آگ میں جلایا۔ (پریچنگ آف اسلام) کوہستان الپکراز میں کونٹ آف سیرینا نے ایک مسجد کو جس میں عورتین اور بچے محفوظ تھے باروت سے اڑا دیا (کارنامۂ مور)

زردشتی نوشیروان عادل نے فرقۂ مزدقیہ کو قتل کیا (تاریخ ایران و تاریخ ایران حصۂ اول سر جان ملکم صفحہ ۱۷۹)۔ گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہان کا دین زردشتی کو رواج دیکر آیا۔ لیکن افراسیاب کے پوتے ارجاسپ نے جو کہ تاتار کا بادشاہ تھا خود اسپر حملہ کیا اور ترک مذہب جدید کا خواہان ہوا آپس میں متعدد مذہبی خونریزیان ہوئیں آخر میں تاتاری لشکر نے شکست کھائی اور ارجاسپ مارا گیا۔ لیکن اوس کے ایک افسر نے عبادتخانہ میں اسفندیار کو زخمی کیا اور یہی زخم اوس کی موت کا باعث ہوا (مشاہیر عالم مصنفۂ دینا ناتھ صفحہ ۱۶۵) اس مذہبی جنگ کا ذکر سر جان ملکم نے بھی تاریخ ایران کے صفحے پر کیا ہے۔ پارسیونکی مذہبی کتاب

بودھ حکومت مگدھ میں بودہ مذہب کی اچھی اشاعت ہوئی۔ (تاریخ ہند الیشوری پرشاد صفحہ ۷) سنہ ۱۵۹۱ع میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے۔ سنہ ۱۵۹۳ع میں تین عیسائی زندہ جلائے گئے (تاریخ جاپان)

جین مت جینیون نے وید وغیرہ جتنی کتابیں بھی پائیں اون کو تلف کر دیا اون کے اصولون کو برباد کر دیا۔ آریون پر حکومت کا زور چلایا اون کو تکلیف بھی دی (برہمنون کی لیلا)

ہندو دہرم

اے انسان جس طرح بھی دشمنون کو ہلاک کیا جا سکے اسی قسم کے کامون کو کر کے مذہبی راحت سے زندگی بسر کر (یجر وید ۲۹/۱) تیج دھاری وِدوان پرش آپ دہرم کے مخالف دشمنون کو آگ میں جلا ڈالین (یجر وید ۴/۱۴) اے راجہ راکششی (کافر) اور تیز طبیعت عورت کو دہوکے سے مار دے (اتروید منتر ۴) اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنون کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا (رگوید منڈل ۱ منتر ۲۹) اندر نے وِترا کو قتل کیا۔ اور قصبے کے قصبے اور گانون کے گانون تہ و بالا کر دئے وہ جو کالے داسون کے فوجون کو تباہ کرتا ہے۔ (رگوید صفحہ ۳۷) (ماخوذ از اردو ترجمہ کتاب قدیم ہندوستان مصنفہ سی آر دت) پراشر نے راکششون کو جلانا شروع کیا اوس کے دادا بشسشٹ جی نے کہا کہ بیٹا اب تم غصہ کو تھوک دو اور راکشش لوگون پر رحم کرو وہ بے قصور ہیں (لنگ پران ادہیائے ۶) آریون نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قومون کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر کے آئے اوس وقت بہت ملک غیر آباد تھا اس لئے انارید اقوام ان کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں۔ اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے اس خیال سے انہون نے انارید قوم کو زیر کرنا شروع کیا (واقعات ہند تلسی رام) جن کو ہم اصلی باشندے کہتے ہیں جو آریہ نسل سے پامال ہوئے (تاریخ ہند) وشوامتر جی اون کو (رام چندر اور اون کے بھائیون کو) ملیچھون سے لڑنے کے لئے لے گئے جن میں ان کھشتریون نے فتح پائی (تاریخ ہند حصہ اول لالہ لاجپت رائے صفحہ ۱۱۳) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں بعض ہندو راجاؤن نے بلاشبہ کچھ زیادتیان جینیون اور بدھون پر کین۔ اور نیز جین اور بودھ راجاؤن نے ہندوؤن پر بھی ظلم کئے (صفحہ ۳۶) پانڈیا خاندان کے راجہ کونا نامی نے جینیون کو بہت ستایا اول یہ راجہ خود بڑا کٹر جین تھا پھر وہ اپنی رانی کی ترغیب سے شیومت کا اپاسک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے آٹھ ہزار جینیون کا چمڑا اتروا کر اون کو نہایت عذاب سے مارا (صفحہ ۳۹) یہ بادشاہ (مہندر رمان) ابتدا میں جین تھا مگر پھر اس نے شیومت اختیار کیا۔ اور جینو کے مشہور پاٹلی پترن کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ کیا (صفحہ ۴۹) اس خاندان (گنگا خاندان) کے راجاؤن کا دھرم اول بودھ تھا بعد میں کئی راجے وشنو ہو گئے۔ اور کئی راجے پہلے جین مت تھے اور پھر شیومت میں شامل ہو گئے۔ (آگے لکھتے ہیں) بعض راجاؤن نے جین ہونے کی وجہ سے شیومت والون پر اور بعضون نے شیو ہو کر جین دہرم والون پر سختی کی۔ (صفحہ ۴) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوؤن کے پولیٹکل

زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی اختلافات کیوجہ سے کبھی ظلم وستم نہیں ہوئے (ص ۱۲۴)

سکھ

گرو گوبند سنگھ مسلمانوں کے قتل کرنے کو ثواب عظیم اور اپنی نجات کا موجب تصور کرتے تھے۔ (تاریخ پنجاب کنہیالال) ترکوں (مسلمانوں) کو نابود کرنا خالصہ جی پر فرض وواجب ہے (پرکاش مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور بحوالہ جنم ساکھی)۔

غرض جنگ کے احکامات ہر مذہب اور ہر قوم میں رہے اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک نے اوس کو برتا ہے۔ صاحب عقل کے لئے قابل غور یہ بات ہے کہ کس مذہب کے احکام جنگ مہذب ورحیمانہ اور کس کے وحشیانہ ہیں۔ مذکورہ بالا حوالجات اور گزشتہ ابواب کے بیانات سے ناظرین کو یہ معلوم ہوگیا کہ غیر مسلم جنگ آوروں نے نہایت ظلم وستم کے ساتھ زیر دست قوموں کو برباد کیا ہے۔

اسلام کے جنگی احکام

۱- جو تم سے لڑیں اون سے لڑو۔ ۲- جسقدر تمہارے دشمن تکلیف دیں تم اُسی قدر تکلیف دے سکتے ہو اور اگر صبر کروگے تو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ زیادتی کروگے گنہگار ہوگے۔ ۳- اوس حد تک لڑو جب تک فساد رفع ہو۔ ۴- دشمن صلح چاہے تو صلح کرلو۔ ۵- جب قابو پاجاؤ تو معاف کردو۔ ۶- عورتوں بچوں بوڑھوں فقیروں مذہبی خدمات کرنے والوں کو قتل نہ کرو۔ (اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے جو قاتل یا باعث قتل وفساد ہو۔ ۷- پھلدار درخت اور کھیت نہ کاٹو۔ ۸- آگ نہ لگائی جائے۔ (اس حکم سے وہ موقع مستثنیٰ ہے جس سے دشمن تقویت پاسکے۔ شدید مجبوری وسختی کا وقت مستثنیٰ ہے)۔ ۹- معابد نہ منہدم کیے جائیں۔ ۱۰- جو وعدہ کرو اوس کو پورا کرو۔ ۱۱- اگر کوئی کافر مشرک امن طلب کرے تو اوس کو امن دو۔ ۱۲- قیدیوں کو آرام سے رکھو۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں یہ لشکر (اسلامی لشکر) اون انصاف اعتدال کے اصولوں کا پابند تھا جن کو حضرت ابوبکرؓ نے اوّل معرکۂ شام میں پابندی کے لئے اس طرح ہدایت فرمائی تھی کہ۔ انصاف کرنا۔ جو وعدہ کرو اوس کو نہ توڑنا۔ بچوں بڈھوں عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ جن درختوں میں پھل لگے ہوں اون کو نہ کاٹنا۔ ریوڑان گلوں اونٹوں کو کھانے کی ضرورت کے سوا نہ مارنا۔ (پریچنگ آف اسلام) پنڈت ویکاتند لکھتے ہیں میں سمجھتا ہوں جن دہشت اور

اپنی لوگون نے مسلمانون کے ساتھہ جبر وتشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف اور اذیت پہنچائی تھی اون کو حقیقی سزا دیجاتی کچہہ بے جا نہ ہوتی۔ لیکن ایسے لوگون کے ساتھ رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرنا حضرت محمد کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا اچھا ثبوت ہے۔ ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے۔ راون نے جب سیتا جی کو بہکایا اور شری رامچندر جی کے ساتھ دغابازی کی تو قابو حاصل ہوجانے پر رام چندر جی مہاراج نے اس راکشس سے بدلہ لیا تھا (اخبار نور مارچ ۱۹۲۳ء) دیگر مذاہب کے جنگی احکامات اور عمل کا کچہہ پہلے بیان آچکا ہے کچہہ آگے مذکور ہوگا۔

دنیا میں اشاعت اسلام

اسلام نے اپنی تبلیغ کا طریقہ اس طرح تعلیم کیا ہے کہ اُدعُ الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة۔ یعنی اپنے خدا کے راستہ کی طرف لوگون کو دانشمندانہ طریق اور اچھی نصیحتون سے بلاؤ۔ درحقیقت تمام مذاہب عالم میں جسقدر جلد حیرت انگیز اشاعت اسلام کی ہوئی یہ بات کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہوئی۔ اس کا سبب اسلام کی سادگی اور اسکے مسائل کا موافق فطرت ہونا۔ اور اوس کے عاملون کا حسن اخلاق تھا۔ خدا کے ذات پر ایمان کے متعلق ایسی سادہ تعلیم ہے کہ جس میں کوئی اینچ پینچ نہیں۔ ایک بچہ۔ ایک جاہل۔ ایک وحشی بھی اس کو آسانی سے سمجھہ سکتا ہے۔ اسلام صاف کہتا ہے کہ خدا ایک ہے وہ اپنی ذات وصفات میں ہر طرح سے یگانہ ہے۔ کوئی اوس کا مثل و نظیر و شریک وسہیم نہیں۔ اسلام خدا کو نہ ایک کا تین بتاتا ہے نہ تین کا ایک نہ اوس کے دو ہمعصر مان کر اوس کو بیدِ فضول ٹھیراتا ہے نیکی کی جزا جنت ہے جہان ہر قسم کی ظاہری وباطنی راحت ہوگی۔ بدی کا عوض جہنم ہے جہان ہر قسم کی تکلیف ہوگی۔ یہ نہیں کہ انسان مرنے کے بعد کتا۔ سؤر۔ گدھا بنایا جائے۔ اسلام کی کتاب ایسی کتاب ہے جو اپنے نزول کے وقت سے آج تک محفوظ ہے۔ جسکی فصاحت، بلاغت حکمت مسلم ہے۔ اسلام کے عامل شرفا۔ نجبا۔ برگزیدہ لوگ ہیں جنکی لائف بدستور موجود و محفوظ ہے پادری مرقس ڈاڈ لکھتے ہیں۔ مذہب اسلام کی انتہا درجہ کی سادگی نے اس کے جلد جلد شائع ہونے

میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس سے عقل انسانی کو فطرتی مناسبت ہے۔ (محمد اور مسیح) گاندھی جی لکھتے ہیں "اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ (مدینہ ستمبر سنہ بحوالہ ینگ انڈیا) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں "محمد نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر سکھایا۔ عرب کو مرید کر کے (تاریخ ہند) مسٹر اے راما سوامی لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کا ماحصل توحید باری تعالےٰ اور مساوات انسانی ہے (مدینہ ستمبر سنہ ء) ہندو فاضل پروفیسر ایچ۔ سی۔ کمار۔ بی اے۔ ایف۔ ٹی ایس۔ جائنٹ جنرل سکرٹری تھیوسوفیکل سوسائٹی ہند لکھتے ہیں "دس سال کے قلیل عرصہ میں جو عالیشان کامیابی حضرت محمد صاحب کو حاصل ہوئی اوسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بدھ دہرم کی کامیابی راجہ اشوک کی حمایت سے ہوئی۔ عیسائی مذہب کی کامیابی شاہ کانسٹنٹائن کی مدد سے ہوئی اور دونون طویل عرصہ کے بعد۔ مگر اسلام کی کامیابی خود آپ کے ذریعہ سے ہوئی۔ اور اوس کی سرعت ایسی تھی کہ ابتک حیرت پیدا کرتی ہے۔ حضرت محمد صاحب نے جو فتوحات حاصل کین وہ زیادہ تر تالیف قلوب کی فتوحات تھیں" لالہ رام چندر۔ بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی۔ پریزیڈنٹ آریہ سماج کچھ الائونس [illegible] سبہالا ہور لکھتے ہیں۔ وحدانیت و مساوات دونون بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جبتک وحدانیت و مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اوس وقت تک اس فیض رسانی کا سہرا حضرت محمد علیہ السلام کے سر رہیگا" (الفضل ۲۹ مئی سنہ ء) گروکل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو۔ ایم۔ اے لکھتے ہیں "قرآن کی بھاشا (زبان) بہت سندر (عمدہ) ہے اس میں فصاحت بلاغت بھری ہے۔ اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتین ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں۔ صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر عورتون کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتون کے حقوق قایم کئے (پرکاش فروری ۲۷ سنہ ء) پروفیسر دہرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "حضرت محمد صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قایم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھی" (الفضل سنہ ء) پروفیسر روچی رام ممبر پنجاب کونسل لکھتے ہیں "آپ نے (محمد) انسانی ترقی کے لئے جسقدر کوششین فرمائی ہیں وہ بالکل غیر فانی ہیں۔ ان کوششون کے باعث دنیا ہمیشہ تک آپ کی احسان مند رہے گی (الامان اگست ۲۹ سنہ ء) لالہ رام چند منچندہ ایڈوکیٹ

لاہور لکھتے ہیں۔" پیغمبر اسلام حضرت محمد کو اپنی مشن کو رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی ہے وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے۔ انشا پسند، جھگڑالو، کینہ ور، جنگجو، عربوں کے قبیلوں کو جو بت پرستی اور توہم پرستی میں غرقاب تھے آپس کے جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا۔ تمام قبیلے ایک سردار کے جھنڈے کے نیچے آگئے اور ایک متحد قوم بن کر نہایت ہی قلیل عرصہ میں ایشیا، شمالی افریقہ، جنوبی یورپ میں پھیل گئی۔ اور وہاں اپنی تہذیب کے جھنڈے نصب کر دئے۔ دنیا کی تاریخ اس کامیابی کے بالمقابل دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کامیابی یکتا ہے بے مثال ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کو بارہ سال میں پستی سے اوج پر پہنچانے کی اس کے سوا دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ یہ ایک حیرت انگیز معجزہ ہے کہ ان کی بدولت وحدت، مساوات کے بیش بہا اصولوں کا کثیر التعداد انسانی جماعتوں میں عمل ہوا [illegible] انسان نسبت تھوڑی ہی تہذیب کے راستہ پر آگے بڑھنے لگے وہ انسان جو قدر دان [illegible] پیغمبر اسلام کے لاثانی احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے۔" (الامان اگست ۱۹۳۰ء) سردار کرشن سنگھ لکھتے ہیں۔" اس بعثت و دعوت کے بعد صفحۂ ارض پر ایک جدید تہذیب اور ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شراب پیتے تھے اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے لڑکی کی ولادت اس قدر ننگ خیال کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی۔ جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پڑپوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد و ہدایتیں تھیں کہ باوجود ان کے غیر تعلیم یافتہ ہونے۔ اور اس سوسائٹی میں نشو و نما پانے کے ایسی کایا پلیٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ مان لینے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔" (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمد صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی۔ چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب نے جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے۔ انہوں نے حضرت محمد صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد ان کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب

مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے اونہون نے فرمایا ہے ؎

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

(اخبار خلافت بمبی ۲۸ ر نومبر ۱۹۲۹ عیسوی ۔)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے مسلمان پیدا کر لیتی تھی (تمدن عرب) ریورنڈ پادری غلام مسیح ۔ اڈیٹر زر افشان لکھتے ہیں (خدا تری اور خدا پرستی آپ کی (محمد) زندگی میں نمایاں جگہ رکھتی ہے (آگے لکھتے ہیں) آپ کے زمانہ کے آزاد عرب کے سرداروں کے مشاغل زندگی کا اور عربون کے مذہبی عقائد و رسوم کا تاریخ نویسون نے نہایت سیاہ خاکہ کھینچا ہے ۔ ان کی شراب نوشی کا جوابازی کا ان کے حسب و نسب پر فخر کرنیکا اون کی خود غرضانہ زندگی کے تباہ کن طرز عمل کا ۔ ان کے ظلم و شر کا ۔ اور غلامون وغیرہ سے بدسلوکیون کا بیوہ یتیمون پر مظالم روا رکھنے کا ۔ ناچ رنگ میں مشغول رہنے کا ۔ کفر و نفاق کا مفصل ذکر کیا ہے ۔ مگر حیرت اس بات میں پائی جاتی ہے کہ تاریخ نے آنحضرت کو خوشحالی اور فارغ البالی اور اپنی کامیابی اور اقبال مندی کے زمانہ میں بھی عربون کی مکروہات سے مانوس نہیں دکھایا ۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اوس کے ساتھ دوسرون کے مقابلہ میں نیکی اور انصاف جس کی ہدایت اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے ۔ (تمدن عرب) محمد صاحب امن و امان کے خواہان تھے وہ لوگون کو تعلیم دیتے تھے ۔ خدا کی عبادت کرو ۔ نیک کام کرو (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) شردے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں ۔ آنحضرت کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہونچے اون کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکر گزار رہنا مناسب ہے (سوانح عمری محمد صاحب) ڈاکٹر جی ۔ ویل لکھتے ہیں (بیشک محمد صاحب نے گمراہون کے لئے ایک بہترین راہ ہدایت قایم کی ۔ اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک و صاف تھی ۔ آپ کی خوش اخلاقی رحمدلی محدود نہ تھی) مسٹر ایڈ درمونٹے لکھتے ہیں (سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتی ہے) ۔ الیس مارگیولیتھ لکھتے ہیں (آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جانورون پر بھی ظلم و ستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے) مسٹر ایڈورڈ لکھتے ہیں (محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام) گاندھی جی لکھتے ہیں مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (ینگ انڈیا) (قرآن

کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین
ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے)۔ کوئی انسان مثل اس
کے (قرآن) نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے (منٹر سیل) یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے
(دیباچہ قرآن جی ایم راڈویل) مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری
کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ (لائف آف محمدؐ) لالہ بشن داس
جہلمی لکھتے ہیں۔ جو اخوت پیغمبر اسلام نے قایم کی ہے کوئی نہیں کر سکا۔ جس مضبوط چٹان پر اسلام
کی بنیاد حضرت ممدوح رکھی ہے وہ کسی کو ملا ہے نہ ملیگا۔ (زمیندار سنہ ۱۹۳۶ء) اسلام نے تلوار کے بل پر
کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی بے نفسی
عہود و مواثیق کا انتہائی احترام اپنے رفقا و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرأت بے خوفی اللہ تعالیٰ
پر کامل بھروسہ اور اپنے مقاصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد۔ اسلام کی کامیابی کے
حقیقی اسباب تھے۔ (ملت کراچی ۹ر اگست سنہ ۴۹ء) سری رامچندر جی مہاراج و بھگوان کرشن جی
دگرو نانک دیوجی۔ و حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ یہ روحانی بادشاہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ ان میں
ایک روحانی شہنشاہ بھی جسکا مقدس نام محمدؐ تھا۔ جس کے معنی ہی مہا کئے گئے۔ اور جس کی پوتر لائف
کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا مگر حضرت محمدؐ
صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ (رہبر دکن از عالیجناب
بھگت رائے صاحب ایڈوکیٹ کوہ مری) حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا
لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بودھ ہی حضرت محمدؐ سے
محبت رکھتے اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے برما میں ہم بخوشی اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دیتے
ہیں۔ (مضمون پیشوائے اعظم مذہب بودھ عالیجناب مانگ تونگ صاحب از رہبر دکن سنہ ۳۹ء)
لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا۔ مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ
زبردستی جو چیز پھیلائی جاتی ہے وہ جلدی ظالم سے واپس لی جاتی ہے۔ اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے
ساتھ ہوئی ہوتی تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ
اسلام دن بدن ترقی پر ہے کیوں یہ اس لئے کہ بانی اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی منش ماتر (انسان)
سب کے لئے پریم تھا۔ ان کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اور ان کی رہنمائی
کر سکتے تھے (از عالیجناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ست اپدیش منقول از ملت ۹ر اگست سنہ ۴۹ء) آنحضرت

کی شان میں نا واقفیت یا شرارت سے یہ کہنا کہ ان کی تعلیم میں قتل و خونریزی تھی بالکل غلط و خلاف واقعہ ہے۔ جس شخص کا دل ننھے ننھے بچوں کے رونے سے بے قرار و بے چین ہو جائے۔ جو ہزاروں گالیاں اور دشنام سن کر بھی اپنی نگاہ نیچی رکھے۔ اور کعبۂ مکرمہ کی فتح کے روز صبر و تحمل رحم و رواداری کا وہ بے مثل مظاہرہ کرے کہ اس کی نظیر پیغمبران عالم میں نہیں ملتی کہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی قابو حاصل ہونے پر معاف کر دیا۔ (از عالیجناب بابو برج بہاری لال صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل، منقول از ملت ۲۹ء) خود رسول اللہ اپنی غیر مسلم رعایا سے جس قسم کا برتاؤ کرتے تھے اس پر واقعات ذیل سے بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ مدینہ منورہ کے پاس ایک مقام خیبر ہے جہاں کی رعایا یہودی کافر تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے گوشت میں زہر ملا کر کھانے کو بھیجا۔ آپ نے اس تحفہ کو لے لیا۔ جب پتہ لگ گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو ان لوگوں کو بلا کر دریافت فرمایا انہوں نے اقرار کیا۔ مگر رسول کریم کے تحمل کو دیکھا جائے کہ باوجودیکہ ان لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی رعایا اور کافر تھے مگر آپ نے معاف کر دیا۔ اور انتقام کا خیال تک بھی دل میں نہ آنے دیا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب قصوروار کافر تک کو آپ نہیں مارتے تھے اور نہ مارنے کا حکم دیتے تھے تو بے قصور کسی کافر کو مارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے (از عالیجناب پنڈت رام کنور چوبے۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ ایس منقول از ملت ۲۹ء)

ترلے کنداں بھالیاں ترئے سودے بھیار — توریت انجیل زبور ترئے پڑھ سن ڈٹھے وید

رہیا فرقان کتیب ٹے کل جگ میں پروان — مطلب دوہاں ناپایا ہندو مسلمان

ناتھ سے کوتر ہی تریحوں روزہ نہ نماز — عملاں باجہوں مومنوں دوزخ وتی عذاب

مطلب۔ ہندو مسلمانوں نے توریت انجیل زبور وید بہت سی کتابیں دیکھ ڈالیں مگر مقصد ہاتھ نہ آیا البتہ مقصد قرآن میں عمل کی صورت میں ملا ہے نماز روزہ اور عمل کئے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔ (مکے دی ساکھی از نور ۲۵ء)

پت دن پوجا مت دن بنچ جب دن کا ہے جنیو — نا دہو دیہو تلک چڑھاؤ سیج دن سوچ نہوئی

کل پر آن کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

(مطلب پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتا چھوت چھات بھی بیکار ہے۔ جنیو اشنان ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئیگا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب کام آئے تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتی پران کچھ بھی نہیں۔) (گرنتھ باوا نانک صفحہ ۸۳۶ از نور جولائی ۲۵ء)

غرض اسلام کی اشاعت کا باعث بزرگان اسلام کا حسن اخلاق قرآن مجید کے موفق عقل و فطرت تعلیم بنظیر فصاحت و بلاغت ہے۔

(نوٹ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر ملاحظہ کیجئے)

ہندوستان میں اشاعت اسلام

ہندوستان میں اشاعت اسلام کا داخلہ محض قدرت کی کارسازی سے ہوا اور حضور علیہ السلام کے عہد میں ہوا یعنی شہر کدنگلور (علاقہ ملابار) کے راجہ سامری نے شب کو معجزۂ شق القمر دیکھا جب تحقیق کی تو حضور علیہ السلام کے دعوئے نبوت کا حال معلوم ہوا۔ پرانی کتابوں کے جانیوالوں اور منجموں نے کہا کہ عرب میں ایک نبی ہوگا اوس کے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا۔ چنانچہ راجہ مشرف باسلام ہوکر مدینۂ منورہ کو روانہ ہوا۔ اس راجہ کا تذکرہ ملابار مینمول و ملابار رپورٹ مرتبہ لالہ منسراج میں بھی ہے۔ بابو مکٹ بہاری لال نے بھی اپنی کتاب گورنمنٹ ہند کے صفحہ ۹ پر اس راجہ کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر ڈپٹی لال لنگم نے سوانح عمری سلطان حیدر علی میں اس راجہ کے مشرف باسلام ہونیکا ذکر کیا ہے اس راجہ کا نام سیرامن پیرومل تھا اوس ہی زمانہ میں اس ہی معجزہ کو دیکھ کر راجہ دھار مسلمان ہوا اور ایک ہندو فاضل و امیر رتن نام مسلمان ہوئے جو بابا رتن صحابی کر کے مشہور ہیں اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلایق ہے سنہ ۹۵ء میں مسلمانوں کی مختصر جماعت جس میں عورتیں بچے بوڑھے سبھی تھے بغرض زیارت قدم آدم علیہ السلام عرب سے جزیرۂ سراندیپ کو روانہ ہوئے باد مخالف نے ان کشتیوں کو علاقۂ ملابار کے کنارے لگا دیا۔ مجبوراً یہ قافلہ اُتر کر شہر کدنگلور میں داخل ہوا۔ یہاں کی راجہ نے اس پریشان حال غریب الوطن قافلہ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ اوس کی مہربانیوں سے گرویدہ ہوکر یہ گروہ یہیں زمین گیر ہوگیا۔ راجہ نے ان کو معزز عہدے دئے۔ مناصب و جاگیرات دیں ان لوگوں کی وجہ سے عرب سے مستحکم تعلقات تجارت و آمد و رفت قایم ہوگئے۔ چنانچہ ایک قافلہ کے ساتھ صحابی رسول کریم حضرت تمیم انصاری تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔ اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلایق۔ اور مسلمانان قرن اولیٰ کی سرزمین ہند پر قدم رنجہ فرمائی کا شاہد عادل ہے۔ چونکہ اس گروہ میں سے بعض وہ حضرات تھے جن کو شرف صحبت رسول کریم حاصل ہوا تھا اور اکثر

صحابۂ کرامؓ کے مستفید بن تھے اس لئے اون کا ہر ہر فعل ایک ایک حرکت عدل و اخلاقِ حسنہ کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کو دیکھ کر ہندو گرویدہ ہوگئے۔ اور ان کو اپنی بیٹیاں بیاہ دین۔ اون سے ایک نسل مخلوط مسلمانون کی چلی۔ سنہ ۸۱۵ء میں اس مخلوط نسل کا یہ عروج تھا کہ وہ صاحب تاج ہوگئے تھے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے چند ہندو اہل قلم اصحاب کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ بابو ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں:- اصل میں یہ سرزمین کریلا کے نام سے مشہور تھی اس پر شاہان چولا کا نائب مسمی پیرومل حکمران تھا۔ آخری نائب[1] نے سنہ ۸۱۵ء کے قریب دین اسلام اختیار کیا۔ اور مکہ شریف کا حج کرنے کی نیت سے اپنے مقبوضات کو اپنے صاحب اقتدار سرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے جیرہ مل یا تولاتری سردار کو اپنی ریاست کا شمالی حصہ اور حقوق شاہی تفویض کئے۔ اور راجہ ٹراونکور کے جدامجد دنا ماوا دنا ست کو جنوبی حصہ دیا۔ اور سردار سیٹھ کو جسکی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ مسلمان نائب کا بیٹا تھا کوچین حوالہ کیا۔ اور زموران کو اپنی تلوار اور کچھ ملک عطا کیا۔ (سوانح عمری سلطان حیدر علی صفحہ ۹) عرب سے تجارتی تعلقات پیدا ہوتے ہی نائر وں میں اسلام پھیل گیا تھا اور مخلوط قوم کی اولاد آدھی ہندو تھی آدھی عرب (سوانح عمری حیدر علی صفحہ ۲) بابو بکٹ بہاری لال بہار گوبی اے لکھتے ہیں کوچین کے راجہ چیرامن پیرومل کے خاندان میں سے ہیں جو ملک کرالا میں جس میں ٹراونکور اور مالابار شامل تھے چولا بادشاہون کی طرف سے بطور وائسرائے کے اس صدی سے پہلے حکومت کرتا تھا بعد میں خود راجہ بن بیٹھا۔ (گورنمنٹ ہند صفحہ ۹) بابو منوہر لال لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں آ گیا تھا۔ ملابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہوگئے تھے۔ اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہوگئے تھے راجہ نہایت مہربانی سے ان سے پیش آتا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۲۶ء)۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملابار میں اسلام حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں داخل ہوا یا حضرت عمرؓ کے۔ حضرت عمرؓ کے عہد کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں۔ غرض اسلام کا ہندوستان میں جاری ہو جانا اوس وقت ثابت ہے جب کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ ہندوستان پر کبھی حملہ کیا جائیگا۔ جبر کا اتہام لگانے والی

---

[1] یہ صحیح نہیں کیونکہ تامل روایات سے ثابت ہے کہ شنکراچاریہ اس راجہ کے عہد میں پیدا ہوا۔ ڈاکٹر برنل شنکراچاریہ کی پیدائش سنہ ۶۵۰ء قرار دیتے ہیں۔ رسول کریم کی وفات سنہ ۶۳۲ء میں ہوئی۔ اسلئے یہ راجہ رسول کریم کے عہد میں تھا اور اسی زمانہ میں مشرف باسلام ہوا۔ راجہ سراندیپ عہد صحابہ کرامؓ میں مشرف باسلام ہوا (تاریخ فرشتہ و عجائب الہند مصنفہ ...)

بتائیں کہ اوس وقت کس نے جبر کیا تھا۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں:۔ حاکم سرانندیپ پہلے راجایان ہندوستان سے اور پر حقیقت اسلام کے واقف ہوکر صحابۂ کرام کے وقت میں تابع دار شریعت کا ہوا۔ (عمدۃ التواریخ ص۴۹) ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں نہایت شرح وبسط اور دلائل قویہ سے ہر ہر حصہ ملک ہندوستان کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام اولیائے کرام و علمائے عظام کے ذریعہ سے ہوئی۔ سلاطین کا اس سے کچھ تعلق نہ تھا اور بزرگان اسلام نے بزور اخلاق حسنہ و دلائل قویہ ہنود سے اسلام کو منوایا۔ (سنہ ۱۳۹۲ء میں راجہ مرگیا اوس کا بیٹا راجہ ہوا اور مسلمان ہوکر جلال الدین شرقی لقب اختیار کیا۔ (راجہ کانس کا بیٹا۔ مختصر سیر گلشن ہند مصنفہ بابو رام) دوسری راجہ (کشمیر) کا لڑکا نرنجن دیو سنہ ۱۳۲۵ء کو جانشین ہوا اور قوم کا برہمن تھا۔ مؤید الدین بلبل شاہ نامی ایک مسلمان فقیر کشمیر میں رہتا تھا۔ نرنجن اوس پر ایمان لاکر مسلمان مع خاندان کے ہوگیا اور اپنا نام صدر الدین رکھا (مختصر سیر گلشن ہند) اگر سلاطین اسلام بجبر اشاعت اسلام کرتے تو جن جن خاص ممالک پر مسلمانوں کا زیادہ عرصہ قبضہ رہا ہے وہاں ہی زیادہ مسلمان ہوتے۔ دکن پر آجتک مسلمانوں کا قبضہ ہے مگر دکن میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ فیصدی سے بھی کم ہے۔ راجپوتانہ۔ سیلون۔ برما پر کبھی مسلمان قابض نہیں ہوئے لیکن وہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ اخیر دور سلطنت مغلیہ تک ہندوستان میں مسلمانوں کا شمار دو کروڑ سے کچھ زائد ثابت ہوتا ہے اب آٹھ کروڑ ہے یہ چھ کروڑ کا اضافہ سلطنت مغلیہ کے بعد انگریزوں کے عہد میں ہوا وہ کونسی تلوار تھی جسے دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے رہے؟ لالہ ہنسراج نے یوم شردھانند میں لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پچھلی مردم شماری میں دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ بڑھ گئی اور ہندؤں کی تعداد ساتھ لاکھ کم ہوگئی (مدینہ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء) اخبار بین اصحاب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں یورپ۔ افریقہ۔ چین وغیرہ میں اسلام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ باوجودیکہ نہ اشاعت اسلام کا کوئی مشن قایم ہے نہ زر زمین زن کا کوئی لالچ دینے والا ہے نہ کوئی بادشاہ سرپرست ہے اور عیسائی مذہب جسکی پشت پر یورپ کی عیسائی سلطنتیں ہیں جو کروڑوں روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ اسی طرح آریہ دہرم جسکی پشت پناہی حتی المقدور راجگان ہند کر رہے ہیں۔ اور جہاں زر زمین زن کی بھی افراط ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں دونوں کے قدم پیچھے ہٹے جاتے ہیں ذرا کوئی انصاف سے غور کرکے بتلائے کہ اس کا کیا سبب ہے اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدا میں تو ایک رسول کریم کی بے کس

لیے ترہ ذات پاک تھی ۔ اون تلوار چلانیوالون کو کس تلوار نے مسلمان بنایا۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے
ہیں کہ ہند میں اسلام کے سرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب میں اعلیٰ درجہ کی
مساوات ہے ۔ ہندو جو ذات پات کی مصیبتون میں گرفتار ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھکر جوق جوق
پیغمبر اسلام کی حمایت میں داخل ہوگئے (آگے لکھتے ہیں) جون جون تمدن میں ترقی ہوتی جاتی ہے
اور خیالات روشن ہوتے جاتے ہیں اسلام کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں ۔ ہند میں اسلام کا سلسلہ ختم
نہیں ہوا ہے بدستور دھیمی چال سے چپ چاپ بلا شور و آواز اب بھی جاری ہے (تمدن ہند) ہندوستان
میں اسلام کو جس بات سے اصل قوت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ذاتون کی تفریق نہیں ہے
اور یہی وہ بڑی چیز ہے جس سے وہ ہندوؤن کو کثرت سے اپنا پیرو بناتا ہے (پریچنگ آف اسلام)
جہان جہان مسلمان کاشتکارون کے گھر موجود ہیں وہان نیچی ذات کے ہندو اونچی ذات والون
کے ظلم و ستم سے عاجز آکر جمع ہو جاتے ہیں اور مسلمانونکی پناہ ڈھونڈکر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔
(گزیٹیر اسوبہ اودھ جلد اول) مسٹر ڈالٹن لکھتے ہیں ۔ اونچی ذات کے ہندو نیچی ذات کے ہندوؤن
کو نہایت ذلیل و خوار سمجھتے ہیں اور جب کسی نیچی ذات کے ہندو کو اپنی ترقی کا خواہان پاتے ہیں تو
اوس کو طرح طرح کے نقصان پہنچاتے ہیں ۔ جب ان باتون کا ایسے مذہب سے مقابلہ کیا جاتا ہے
جسمیں کوئی ذات سے خارج نہیں ہو سکتا اور ہر شخص کو ترقی کرنے کے لئے آزادی ملتی ہے تو اسلام
کے حقیقی فوائد روشن ہو جاتے ہیں ۔ بنگال کے جولاہے جو سوتی کپڑا بنتے ہیں اون کو ہندو بہت
ناپاک جانتے ہیں ۔ اس لئے یہ جولاہے مسلمان ہو جاتے ہیں تاکہ ذلیل حالت سے چھٹکارا ہو (منقول
از پریچنگ آف اسلام) سر ڈبلیو ڈبلو ہنٹر لکھتے ہیں ان لوگون کے نزدیک جس میں مفلس مچھلی پکڑنے
والے شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے اسلام ایک اوتار تھا جو اون کے لئے آکاش
سے اترا تھا وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اوس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید کی
خبر اور انسانون کے برابر ہونیکا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جن کو سب ذلیل و خوار سمجھتے
تھے ۔ جنوبی بنگال میں اسلام کو مستقل کامیابی جبر و اکراہ کی بدولت حاصل نہیں ہوئی بلکہ اسلام
ہر شخص سے خود مخاطب ہوا اور مفلسوں میں سے لاکھون کو اپنا پیرو بنا لیا۔ اس کی تعلیم نے خدا کا
اور انسانی اخوت کا اعلیٰ ترین خیال پیدا کر دیا۔ اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قومون کو جو
۔۔۔ سال سے ہندوؤن کے طبقہ سے قریب قریب خارج ہو کر بیزار ذلت و خواری کے ساتھ اپنے
دن کاٹ رہی تھی اون کو اسلام نے اپنی اخوت کے دائرہ میں بلا تکلف شامل کر لیا (ٹائمز فروری

سنہ ۱۸۸۸ء) لالہ گوبند رام کھنہ کا ایک مضمون ہندو اخبار گرو گھنٹال سے اخبار الامان دہلی نے نقل کیا ہے۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں "جب سلطنت مغلیہ کی سطوت و شوکت کا چراغ گل ہوگیا اور دکن و وسط ہند میں مرہٹوں کی حکومتیں قائم ہوگئیں اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہوگیا تو مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ ہوچکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندوؤں کی اسلام قبول کرنے کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوا اگرچہ ہندوؤں کو یہ امر ناگوار گزریگا۔ مگر ہمیں اس سچائی کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اگر ہندوؤں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے اور اسمیں جذب کی طاقت موجود ہے تو اس کے سوائے اس کی اور کوئی وجہ نہیں کہ معاشرتی پہلو سے ہندوؤں کے نظام میں بوسیدگی پیدا ہوگئی۔ (۲۳۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء) الغرض ہندوستان اور ہندوستانی قوموں میں اشاعت اسلام رسول کریم کے ہی عہد میں ہوگئی تھی۔ جب رسول کریم نے شاہان عالم کو دعوت نامے تحریر فرمائے تو ہندوستان کے ایک راجہ کو بھی جسکا نام سرباتک تھا مدعو کیا اور اسکے پاس حذیفہ۔ اسامہ۔ صہیب صحابیؓ بھیجے وہ مشرف باسلام ہوا (سرباتک زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم)*

مذہب اور جبر

قرآن مجید میں صاف حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں جبر سے کوئی شخص سچا اور پکا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک اقرار لسانی یعنی زبان سے تصدیق۔ یہ تو جبر سے ممکن ہے۔ دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ یہ جبر سے ممکن نہیں۔ پھر کیونکر کوئی زبردستی مسلمان بنایا جاسکتا ہے۔ حصین نام ایک صحابی تھے اون کے دو بیٹے عیسائی ہوگئے اونہوں نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میں اون کو زبردستی مسلمان کرلوں۔ آپ نے فرمایا دین میں جبر نہیں (تفسیر ابن کثیر) ہند و فاضل مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب کہتے ہیں اون سے میں نہایت ادب سے التماس کرونگا کہ وہ محمدؐ کے پیغام کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں جنہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے کہ لا اکراہ فی الدین (الامان جون سنہ ۲۵ء) مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں اس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کیگئی ہے اوس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ مسٹر۔ ایچ۔ ڈی سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام کی نہ قبول کرنیکی سزا لازمی تلوار تھی۔ مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے

جو غیر مذہب والون نے ناانصافی سے اس پر کیا ہے۔ یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ
دانستہ حق پوشی کرتے ہیں۔ مسٹر روبن سن لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجون نے خواہ
ملک شام کو فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر بلند کیا یا بحیرۂ احمر کو عبور کر کے بحیرۂ اسود میں پاؤن
جمائے۔ الغرض وہ جہان کہیں بھی پہونچے قرآن کی تعلیم اون کے ساتھ گئی جس کی وجہ سے انہون نے
کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ کسی قوم کو انہون نے اس بناء پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام
قبول کرنے سے انکار کرتی ہی"

سبکتگین حیدر علی ٹیپو کے متعلق باب اول میں اون کے تذکرہ میں ثابت کیا جا چکا
ہے کہ انہون نے کسی پر مذہبی جبر نہیں کیا۔ محمد قاسم۔ محمود عالمگیر کے بیانات میں بھی یہ امر پایۂ ثبوت
کو پہونچ گیا ہے کہ انہون نے بھی کسی پر تبدیل مذہب کے لئے جبر نہیں کیا۔ اسی بیان میں اسلامی
احکامات و شہادتون سے ثابت کیا گیا ہے کہ جبر سے کوئی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ اب یہان محمد
قاسم و محمود و عالمگیر کے متعلق چند شہادتین اور نقل کی جاتی ہین (دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان
میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا و اقوام پر کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا) (مسٹر چینی لال ایم اے)
برہمن آباد پر جب اہل عرب قابض ہوئے تو (محمد قاسم) ہندؤن کو مندرون کی مرمت کرنیکی اجازت
دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اول) ان لڑائیون میں (محمد قاسم)
نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندرونکی
مرمت کرائی (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال)۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اوس نے
(محمود) سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جس طرح یہ غلط ہے
کہ محمود نے ہندؤن کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اوس نے کسی کو
جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ (واقعات ہند تلسی رام) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں اورنگ زیب کے عہد کی تاریخون
میں بجبر مسلمان کرنیکا کہیں ذکر نہیں (پریچنگ آف اسلام) اورنگ زیب کی بیوی شاہزادہ معظم
کی والدہ ہندو مذہب تھی اون پر کبھی تبدیل مذہب کے لئے زور نہیں ڈالا۔ (واقعات ہند) عالمگیر
نو مسلمون کی امداد میں بے تعداد روپیہ خرچ کرتا تھا مگر کسی کو مذہب بدلنے کے لئے مجبور نہ کرتا تھا۔
(واقعات ہند) الگزینڈر ڈاؤ لکھتے ہیں اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نو مسلمون کے ساتھ
کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اوس نے غیر مذہب کے لوگون پر سختیان نہیں کین (تاریخ ہندوستان
جلد سوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اسیطرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر

پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلود الزام ہے۔ اورنگ زیب نے مندروں کو جاگیریں دیں اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۲۶ء) ہندو رسالہ دھرم کی شہادت مفصل گزشتہ اوراق میں نقل کیجا چکی ہے۔ حق پسند کے لئے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ محمود و عالمگیر کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اونہوں نے بزور شمشیر اشاعت اسلام کی۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں بادشاہ دنیادار تھے یا دیندار۔ اگر دنیادار تھے تو رعایا پر مذہبی جبر کر کے اپنی سلطنت کو خرابی میں نہ ڈالتے اس لئے یہ شہرت سراسر الزام و اتہام ہے اگر دیندار تھے اور خدا کی خوشنودی کے لئے حمایت دین کرتے تھے تو یہ بھی ضرور ہے کہ شرعی احکام کے موافق کرتے تھے کیونکہ کوئی احمق ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کام کو مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرے اور ادسی کو قائل مذہب کے خلاف کرے کیونکہ اس صورت میں اوس کا اجر نیک نہیں پا سکتا۔ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بڑا پابند نماز تھا اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا تھا اور اوس ہی کے ساتھ یہ بھی کہا جائے کہ وہ وضو کبھی نہ کرتا تھا تو کوئی احمق بھی اسکو باور نہ کریگا کہ ایک شخص اتنی بڑی تکلیف گوارا کرے اور پھر شرائط کو ادا نہ کرے۔ پس ہم کو شرعی روشنی میں دیکھنا چاہئے اگر بجبر تبدیل مذہب کرانا شرعاً جائز ہے تو ضرور عالمگیر و محمود نے کیا۔ اور اگر جائز نہیں تو محمود و عالمگیر نے نہیں کیا۔ اس کی تحقیق اوپر گزر چکی کہ مذہب میں جبر نہیں۔ لہٰذا یہ سراسر اتہام ہے۔ کیونکہ رسول کریم نے ذمی (غیر مسلم رعایا) کے متعلق آزادی مذہب اور حفاظت معابد کا ارشاد فرمایا ہے کوئی دیندار اس کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

تمام مذاہب باطلہ کی اشاعت جبری ہوئی

یہودی بادشاہ ذونواس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ اور لوگوں کو جبراً یہودی بنایا (تاریخ عرب)

عیسائی سنہ [illegible]ھ میں یحییٰ ثانی نے مسلمانوں کو جبراً اصطباغ دلایا (پریچنگ آف اسلام) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں " اہل پرتگال مسلمانوں کے ساتھ

بسیر جی سے پیش آئے اور بہت سون کو زبردستی عیسائی بنایا (تاریخ ہند)

زرتشتی گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہان گیا دین زرتشتی کو رواج دیگر آیا۔ (مشاہیر عالم مصنفہ دیبا ناتھ) در عہد نوشیروان مزدک زندیق کہ دعویٰ نبوت کردہ عالمے را گمراہ ساختہ بود مع توابع خود و نود و ہشت ہزار کس بود ند بقتل رسید (بساط الغنایم مصنفہ لچھمی نراین قلمی موجودہ کتب خانۂ حیدر آباد صہ۱۳) گشتاسب نے اپنی رعایا کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ (تاریخ ایران حصہ اول مصنفہ سرجان ملکم صہ۷) نہایت متعصب تھا (اردشیر شاہ ایران) چنانچہ آتش پرستوں کے بڑھانے چڑھانے میں صرف کوشش ہی نہیں کی بلکہ ظلم و تعدی کے ذریعہ سے آتش پرستی کے عقیدون کو لوگون کے دلون مین بٹھانا چاہا (تاریخ ایران سرجان ملکم صہ۱۱۹)

صابی قدیم زمانہ میں صابی مذہب ایشیا میں کالدانیون کے علم اور اہل سیریا کی شمشیر سے پھیلا (گبن)

بت پرستی سلاطین خاندان ہکسو جب مصر پر غالب ہوئے تو سب کو اپنے دیوتا سلیح کی پرستش پر مجبور کیا۔ اس طرح تمام ملک میں بت پرستی پھیل گئی (تاریخ مصر)

بودھ سنہ۱۶۱۲ء میں عیسائی تحقیقات کے نام سے ایک خاص محکمہ قایم ہوا تا کہ دیسی عیسائیونکو ترک مذہب پر مجبور کیا جائے۔ (تاریخ جاپان) مہاراجہ اشوک نے اپنا تمام بل اور رسوخ اس دھرم کے پرچار میں ختم کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہاراجہ اشوک نے نیپال میں بدھ دھرم پھیلایا (تاریخ ہند لاجپت رائے) بدھ مذہب کے پرچار میں کنشک کی کوششیں اشوک کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہیں (تاریخ ہند لاجپت رائے) مسٹر جے کے نریان لکھتے ہیں جب افغانستان میں بدھ مذہب تھا تو وہ گویا ایشیا میں بدھ مذہب کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ یہ مذہب کنشک کے احکام اور شاہی قوت سے پھیلایا گیا۔ (الخلیل دسمبر سنہ۱۲ء)

جین مت اگر جینی لوگ دوسرے بے علمون کو چیلا بنا کر حیوانون کی طرح نہ باندھتے تو وہ اوس کے پھندے سے چھوٹ کر اپنے جسم کو سپل بنا لیتے۔ (برہمنون کی لیلا)

سمت ۱۳۷ مطابق سنہ ۸۱ء میں خدا نے حکم دیا کہ حکومت مذہب کے ہاتھ سے قوم ترشکا میں منتقل ہو اس زمانہ میں ہندو دیو جز یہ مقرر ہوا۔ ہندو کو جین و مختلف اقوام اموراء نے جو ہند میں بکثرت

تھے تکلیف و ایذا پہنچاتی۔ جین والے ایسے اون کے دشمن تھے کہ برہما نے بشکل شنکر اچاریہ اوتار لیکر اون کو غارت کیا۔ اور اون کے مذہب کو بنارس سے خارج کیا (ٹاڈ راجستان)

ہندو دھرم ان کلیون نے بودھ مت والون کو مار مار کر نکالنا شروع کیا۔ اور برہمنون کا مت پھر پھیلا دیا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) ہندو آریون نے قریباً تمام ہندوستان کو سر کر کے ایک بڑی بھاری پولٹیکل اور مذہبی سسٹم کی بنیاد ڈالی۔ (تاریخ ہند لاجپت رائے) سب سے چھوٹے پانڈو شہزادہ نے اپنی جگہ سے اٹھکر للکار کہا جو شخص سری کرشن کی عبودیت سے منحرف ہوگا میں اوس کا سر پاؤن تلے پیس ڈالونگا۔ راجہ سسپال نے اسکی مخالفت کی۔ سری کرشن نے اس کو قتل کر دیا (رہنمایان ہند)

لوٹ

یہ بھی مشہور کیا جاتا ہے کہ مسلمان دوسرے مذہب والون کا مال اسباب وغیرہ لوٹنا ثواب سمجھتے ہیں۔ جس طرح سے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے وہ غلط ہے اس کی صرف اس قدر حقیقت ہے کہ غیر مذہب کے لوگ جب شرارت کرین امر حق کو قبول نہ کرین اور اون سے جنگ ہو تو اون کی رسد اور خزانہ لوٹا جائے اور رعایا میں سے جو مقابلہ نہ کرے یا اپنا دروازہ بند کر لے تو اس سے کوئی تعارض نہ کرے جو مقابلہ اور قتال کرے اور ناحق پر اڑا رہے اوس کا گھر اسباب لوٹا جائے یہ طریقہ ہمیشہ سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں جاری رہا ہے اور ابتک جاری ہے آج کل اخبارات میں عام طور پر یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ اطالیون نے طرابلس میں شیخ سیف الدین کو شکست دیکر اوس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور اُسکے خورد سال بچون کو اور اہل بیت کو گرفتار کر لائے (الامان اپریل ۱۹۳۰ء) ہندو والیان ملک کی لوٹ مار کے بعض حوالے پہلے نقل کئے جا چکے ہیں (رائے کہتہ اور رائے سنگیسر علی الدوام تین سو کشتی مسلمانون کے قتل اور ان کے مال کے نہب و غارت کے واسطے دریائی سطح آب پر طیران اور متردد رکھتے تھے (تاریخ فرشتہ) تمامی سقف ہائے نقرہ دیوان عام و دیوان خاص را شکستہ و آلات نقرہ از مزار سلاطین و اولیائے دہلی بر داشتہ و بمہر را مسکوک کردہ زر کثیر فراہم آوردہ (سداشیو راؤ) (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

جیت رائے نے اپنا لشکر دہلی کے انتزاع و استرداد کے واسطے روانہ کیا۔ بلکہ خود اننگ پال بھی پہنچ کر تاخت و تاراج میں مشغول ہوا (تاریخ فرشتہ) عساکر شاہی کی شاہ جہان آباد اور شہر دہلی کو تاخت و تاراج کیا فرخ سیر اور بہادر شاہ کے بلوچ رنگیلوں نو کہ ارکان دولت میں بہت قوی اور صاحب شوکت تھے پست کر کے اون کے ممالک پر قبض و تصرف کیا (بدن سنگھ راجہ بھرت پور نے) اور دہلی کا از سر نو محاصرہ کر کے خزانہ بے شمار اور دولت لا انتہا حاصل کی (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)۔ دلیپ نے کہا ہم کو دنیا میں نام حاصل کرنا چاہئے اس پر اونہون نے قصبہ چچود اور سرحد بیکانیر کو لوٹا صفحہ ۱۷۴ (وقائع راجپوتانہ) پرتاب (راجہ اودے پور) امیر (علاقہ جودھپور) پر حملہ کیا اور اوس کے مقام بھینٹ کو کہ مال پورہ ہے خوب لوٹا صفحہ ۳۴۷ (ٹاڈ راجستان حصہ اول) دیال ساہ وزیر مالی جو نہایت دلیر اور اولو العزم تھا لشکر ہمراہ لیکر مالوہ سے نربدا و پٹن تک لوٹتا چلا گیا۔ سرنگ پور دیواس و سرونج رسیڈد را و بھین و چندیری کو اوس نے خوب لوٹا (ٹاڈ راجستان جلد اول صفحہ ۴۲۴)

غرض فاتح کا مغلوب کو لوٹنا ہمیشہ سے رائج ہے اسلام نے اوسکو ایجاد نہیں بلکہ اوس کی مناسب اصلاح کی مثلاً امن پسندون کو نہ لوٹا جائے۔ جو دروازہ بند کر لے اوس کو نہ لوٹا جائے۔ کھیت باغ نہ اجاڑے جائیں۔ آگ نہ لگائی جائے۔ پانی نہ بند کیا جائے عام طور پر بربادی نہ کیجائے۔ بچون عورتون بوڑھون بیمارون سے تعرض نہ کیا جائے"۔ ایک غزوے میں رسول کریم نے فرمایا۔ جو دوسرون کو گھرون میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اسکا جہاد قبول نہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک انصاری نے روایت کی ہے کہ ہم ایک مہم پر تھے۔ جب بہت تنگی اور مصیبت ہوئی تو ہم کو ایک ریوڑیون کا گلہ نظر آیا ہم نے وہ بکریان لوٹ لین اون کا گوشت پک رہا تھا کہ رسولِ مقبول کو خبر ہوئی آپ نے سب ہانڈیان بکی ہوئی الٹ دین اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک جنگ میں حضرت ابو عبیدہ سپہ سالار اسلام نے دیکھا کہ ایک شخص درخت آثار کی لکڑیان جلانے کے لئے لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آئندہ مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی نے پھلدار درخت کی لکڑیان کاٹی ہیں تو سخت سزا دونگا"۔

بس اسلامی لوٹ کی صرف اسقدر حقیقت ہے کہ دشمن کی رسد سامان حرب خزانہ۔ مقابلہ کرنے۔ شرارت کرنیوالون کا مال لوٹا جائے۔ اس زمانہ میں بھی جسقدر لڑائیان

چالیس ہزار برس بہادر کنوان کے بیٹون کے ساتھ بید پڑھ کر ہزار ور ہزار مال غنیمت لوٹ - (سام وید ۴۶)

یورپ افریقہ - ایشیا میں ہوتیں ہیں - ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ اس قدر سامان حرب ہاتھ لگا - اسقدر روپیہ ملا - سکھوں اور بعض دیگر باطل پرستوں کی لوٹ کا حال تو پہلے مذکور ہو چکا ہے کسی قدر ایسا لکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ کسقدر بے رحمی اور وحشت سے لوٹ مار کرتے تھے سرجان ملکم لکھتے ہیں ایرانی روسیوں پر دھاوا نہ کرتے تھے بلکہ رسدوں کو لوٹتے تھے جن سے اون کا قیام متصور تھا (تاریخ ایران ص۱۱۱) شاپور (آتش پرست شاہ ایران) نے شام کو لوٹ کھسوٹ کر بے چراغ کیا (تاریخ ایران ص۱۳۳) قوم البیسیا کو زیر کرکے سکندر نے چالیس ہزار قیدی اور دو لاکھ تیس ہزار بیل لوٹ میں حاصل کئے (تاریخ لاجپت رائے حصہ اول ص۱۸۵) مردوں کو قتل کر اور عورتوں بچوں مویشیوں کو اپنے تصرف میں لا (استثناء باب ۲۰) ہندو مذہب میں لوٹ کے احکام سب سے زیادہ شدید ہیں - منو شاستر میں ہے - جب راجہ دشمن کو شہر میں محصور کردے تو اسے چاہیئے کہ محاصرہ کرکے بیٹھا رہے اور دشمن کے ملک کو ستائے اور بیرا بر اوسکا چارہ اشیاء خوردنی ایندھن اور پانی غارت کرتا رہے اسی طرح چاہیئے کہ تالابوں فصیلوں اور خندقوں کو غارت کرے اور غنیم پر اچانک حملہ کرے اور اسی رات کو ڈرائے (باب ۷) ناموری وہ حاصل کرتا ہے جسنے دہرم سے جنگ کی ہو - رتھ گھوڑے چہتر زر رسد گائے وغیرہ چوپائے اور عورتیں اور اشیاء اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپّے جنہوں نے لئے ہوں وہی لیں لیکن فوج کے سپاہی ان چیزوں میں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیں (ستیارتھ پرکاش)

جزیہ معرب ہے گزیہ کا یہ محصول نوشیروان عادل کی ایجاد ہے (تاریخ قدیم) نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۱۸۶) وجزا وردوس اہل الذمۃ جمع جزیۃ وہو معرب گزبیۃ وہو الخراج بالفارسیۃ یعنی ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے جو جزیہ لیا جاتا ہے یہ گزیہ کا معرب ہے اس کے معنی فارسی میں خراج کے ہیں (مفاتیح العلوم) اصل میں یہ ایک جنگی ٹیکس تھا - جو ان لوگوں سے لیا جاتا تھا جو خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے چنانچہ حضرت عمر کے عہد میں جب عقبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کیا تو معاہدہ میں یہ الفاظ

لکھے علی ان یوددا الجزیۃ علیٰ قدر طاقتھم ومن حشر فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ یعنی حسب مقدور جزیہ ادا کرین - اور جس شخص سے جس سال کوئی جنگی خدمت لینگے اوس سال کا جزیہ اوس کو معاف کر دینگے (فتوح البلدان)
ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں جب کوئی عیسائی گروہ اسلامی فوج میں داخل ہوتا تھا وہ جزیہ سے بری کردیا جاتا تھا - چنانچہ قبیلہ جراجمہ کے ساتھ جو ایک مسیحی قبیلہ انطاکیہ کے قرب وجوار میں آباد تھا ایسا ہی واقعہ گزرا (پریچنگ آف اسلام) جب مصری مسلمان کاشتکار فوجی خدمتوں سے مستثنیٰ ہوے تو اون پر بھی اسی قسم کا محصول لگادیا گیا جس قسم کا عیسائیون پر تھا - (پریچنگ آف اسلام) عالمگیر کے زمانہ میں جزیہ کی انتہائی تعداد ۱۳ ۱/۲ سالانہ تھی اور اوس سے پہلے اس سے بھی کم تھا جزیہ ادا کرنے کے لئے دوسو درہم حیثیت کی ضرورت قرار دیگئی تھی اس سے کم حیثیت کے آدمی غربا عورتین بچے مذہبی اہل خدمت مستثنیٰ تھے - پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں "جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوں سے وصول ہوتا تھا - برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے (تاریخ ہند) جزیہ سے بوڑھے بچے عورتین مفلس مستثنیٰ تھے (تاریخ قدیم) اگر جزیہ اس لئے قایم کیا جاتا تاکہ لوگ تنگ ہوکر اسلام قبول کرلین تو اوس کی اس قدر قلیل تعداد نہ ہوتی - اور غربا وغیرہ اوس سے مستثنیٰ نہ کئے جاتے" کون صاحب حیثیت ہے جو تیرہ روپیہ سالانہ پر مجبور ہوکر مذہب تبدیل کر دیگا - اور یہ جزیہ بھی اورنگ زیب نے ستر اسی قسم کے محصول معاف کرکے قایم کیا تھا - جادونا تھ سرکار لکھتے ہیں اورنگ زیب نے جزیہ کی تعداد ۳ ۱/۲ سالانہ سے ۱۳ ۱/۲ سالانہ تک مقرر کی تھی - اس سے سرکاری ملازمین مذہبی لوگ پیشہ ور محتاج مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب) مسلمانون سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے - جزیہ کے لئے دوسو درہم حیثیت قرار دیگئی تھی - زکوٰۃ کے لئے ساڑھے باون تولے چاندی - جزیہ بڑے امیر پر سوا تیرہ سالانہ تھا - زکوٰۃ ہر مسلمان پر ڈھائی فیصدی جزیہ سے اہلکار اہل حرفہ مذہبی لوگ غربا عورتین بچے مستثنیٰ تھے - زکوٰۃ سے نہ مولوی نہ سید نہ اہلکار کوئی مستثنیٰ نہ تھا - جزیہ دینے والا خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے - زکوٰۃ دینے والا مستثنیٰ نہ تھا جزیہ دینے والے کا اگر بوجہ نقص حفاظت نقصان ہوجائے تو حکومت معاوضہ دیتی تھی زکوٰۃ والے کو کچھ نہ دیا جاتا تھا"

اب اہل انصاف غور کرین کہ جزیہ زیادہ سخت تھا یا زکوٰۃ اور جزیہ غیر مسلمون کیلئے

معہ جب رخصت تھا یا آبرو رحمت تھے۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جب رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ
کیا۔ اور مسلمانوں نے بعد سخت جنگ کے اوس کو دوبارہ فتح کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے بعد فتح جس
قدر نقصان زمین کا ہوا تھا ادا کیا (طبری) جب جیرہ کے متصل شہروں سے خالد بن ولید نے
عہد نامہ کیا تو لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو تم پر جزیہ واجب الادا ہوگا اور اگر ایسا
نہ کریں تو واجب الادا نہ ہوگا۔ (پریچنگ آف اسلام) عیسائی سلاطین رعایا سے اس قدر ٹیکس
لیتے تھے کہ لوگ مجبور ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں ان تمام مطالبہ غیر محدود مطالبوں کے
عوض جو شہنشاہان یونان وصول کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جاتا تھا (عہد اسلام میں)
جس کی تعداد تین روپیہ تھی (پریچنگ آف اسلام) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اخیر زمانہ کے بودھ
راجوں نے غیر بودھوں پر ایک خاص محصول قائم کرکے غیر مذہب کے لوگوں میں بددلی پھیلا دی
تھی۔ (پیسہ اخبار ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں غیر اقوام سے (ہندوؤں کی سلطنت
کے زمانہ میں) علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا معاوضہ مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا (پیسہ
اخبار جنوری ۱۹۲۶ء) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں راجگان ہند میں سے کوئی تبلیغ میں (تبلیغ
اسلام) خلل انداز نہ ہوا۔ ان نو واردان (مسلمانوں) اور ہندو مسلموں کے وہی حقوق تھے جو
ہندوؤں کے تھے صرف اُن سے ایک خفیف سا ٹیکس مندر کے لئے لیا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر
۱۹۲۶ء) عیسائی مصری فاضل جرجی زیدان لکھتے ہیں جزیہ کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی
باتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تمدن قدیم کے زمانہ سے رائج چلا آیا ہے۔ ایتھنز کے رہنے والے
یونانیوں نے پانچویں صدی قبل مسیح میں سواحل ایشیا کوچک کے رہنے والوں پر جزیہ مقرر
کیا تھا (آگے لکھتے ہیں) رومانی لوگوں نے جن قوموں کو زیر کرکے اپنا تابع فرمان بنایا اُن
پر اونہوں نے مسلمانوں کی اس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اُس زمانہ کے بہت
عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اور کہیں حصہ بڑھ کر جزیہ مقرر کر دیا تھا کیونکہ رومانی لوگوں نے جس
زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو اونہوں نے وہاں کے ہر ایک باشندے پر جزیہ مقرر
کیا تھا جسکی مقدار نو سے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ مسلمانوں کی
مقرر کردہ جزیہ سے سات گنی تھی (آگے لکھتے ہیں) فارس کے حکمرانوں نے محکوم لوگوں پر جزیہ ادا کرنا
لازم کر دیا تھا (آگے لکھتے ہیں) مسلمانوں نے اس آمدنی کے جمع کرنے کی کیفیت میں عدل اختیار
کیا (آگے لکھتے ہیں) عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ

قبطی لوگ شریف ہوں یا وضیع جو ان میں سمجھدار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کرینگے۔ شیخ فانی (بوڑھا) اور نابالغ اور عورتوں پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (آگے لکھتے ہیں) جزیہ کا ادا کرنیوالا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ میں بلایا جائیگا۔ (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ یہ ٹیکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونیکے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام سنہ ۱۸۵۱ء) میں جبکہ جین وغیرہ کی حکومت تھی ہندوستان میں ہندوؤں پر جزیہ قائم ہوا تھا۔ یہ حوالہ تفصیل کہیں نقل کیا جا چکا ہے۔ ٹاڈ راجستان کے صفحہ ۵۷۵ پر منقول ہے لالہ لاجپت رائے۔ تاریخ ہند حصہ اوّل صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں کوتلیہ (چانکیہ رشی کا کوتلیہ شاستر) نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ (یعنی راجہ ہندوؤں کے عہد حکومت میں) ضرورت کے وقت میں دولت مندوں پر خاص خاص جزیہ لگاتا تھا۔

ڈولہ

جن لوگوں کا یہ مقصد ہے کہ ہندو مسلمانوں میں پھوٹ رہے اور ہندو اسلام سے متنفر رہیں اونہوں نے علاوہ اور بہت سے جھوٹے الزامات کے ایک یہ الزام بھی گھڑ رکھا ہے کہ شاہانِ اسلام جبراً ہندوؤں سے ڈولے لیتے تھے یعنی اون کی لڑکیوں سے نکاح کر لیتے تھے گزشتہ اوراق کے مطالعہ سے تو ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام میں کسی طرح کا جبر روا نہیں۔ منصفانہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے بطیب خاطر خود رشتہ داری کی درخواست کی (ہندوستان میں اشاعت اسلام) اس سرخی کے تحت میں جو مضمون گزشتہ اوراق میں لکھا گیا ہے اوس میں ہندو اہل علم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا کہ ہندوستان میں اسلام حضرت عمر کے زمانہ میں داخل ہوا اور دیسی باشندے بھی مسلمان ہونے لگے اور سنہ ۸۱۵ء میں ان کی نسلیں صاحب تاج و تخت ہوئی۔ اصل واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے حسن اخلاق و حسن معاشرت و شرافت کو دیکھ کر راجہ نے اون پر زور ڈالا ہوگا کہ ہندوؤں سے رشتہ داری کا سلسلہ قایم کریں اونہوں نے یہ شرط کی ہوگی کہ ہماری مذہب کی ہدایت ہے کہ مسلمہ کا نکاح مشرک سے جائز نہیں اس لئے ہم اپنی بیٹیاں نہ دینگے۔ اونکی خوبیوں پر نظر کرکے ہندوؤں نے اس شرط کو قبول کر لیا ہوگا یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض حصص ہند میں ہندو مسلمانوں میں مناکحت کا رواج ہے۔ ہندو مسلمانوں کو بیٹیاں دیتی ہیں لیتے نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہیں اور سید کی بیٹی

غیر کفو والے کا لینا گستاخی ہے یا یہ ہو گا کہ بعض ہندو قوموں میں رواج ہے کہ جس خاندان میں بیٹی دیتے ہیں اوسکی بیٹی نہیں لیتے یہ رشتہ یکطرفہ کہلاتا ہے۔ اسی ہی قدیمی اثر سے یکطرفہ رشتہ کا دستور نومسلم تگا (گوڑ برہمن) ضلع میرٹھ و بلندشہر و بجنور (جنکو عوام غلطی سے مولا کہتے ہیں) چلا آتا ہے۔ بابو منوہر لال لکھتے ہیں ایسا ہر دلعزیز سردار تھا (محمد قاسم) کہ رانی لاڈی (بیوہ راجہ داہر) نے بخوشی اوسکی بیوی بننا قبول کیا (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ء سنہ ۶ء) ہندوؤں سے بیٹیاں لینے میں کسی جبر کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ان کے قدیم طرزعمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسمیں خود ہی مضائقہ نکرتے تھے چنانچہ سکندر نے جب راجہ کید ہندی کے پاس ایلچی بھیجا کہ تو میری اطاعت کرو ورنہ حملہ کرونگا تو سکندر کا مطالبہ تو صرف اطاعت کا تھا۔ راجہ کید ہندی نے اوسپر یہ اور بڑھایا کہ ایلچی سے کہا کہ میں اپنا جان و مال اوسپر نثار کردونگا اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اوسکو دونگا۔ چنانچہ اس کو دیگر تحایف کے ساتھ بیٹی بھی بھیجدی۔ (ماخوذ از تاریخ ایران سرجان ملکم ص ۹۵) مصنف کا یہ فرض ہے کہ اعتراض کرتے وقت اوس زمانہ کے رسم و رواج حالات و واقعات پر نظر ڈالے اگر کوئی بات رواج عام میں پائے تو اس عہد کے اخلاق عام پر اعتراض کرے۔ کسی خاص شخصیت کو مطعون نہ کرے۔ زمانۂ قدیم میں ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ غالب کو مغلوب ڈولہ دیتا تھا اور ہندوؤنکی اس میں کوئی مذہبی اختلاف پر نظر نہ تھی جیسا کہ حوالۂ مذکورۂ بالا سے ثابت ہے اوس زمانہ میں معاہدوں میں بعض بعض مرتبہ ڈولہ کی شرط بھی ہوتی تھی۔ لالہ جوالہ سہائے لکھتے ہیں شاہپور کے راجہ نے کہ سیسودیہ ہے یہ وحشیانہ حرکت (لال سنگھ کی) ناپسند کرکے مہرون (قصبہ) پر فوج کشی کی۔ لال سنگھ کے پاس فوج نہ تھی۔ خائف ہوا۔ راجہ نے اوسکی جان بخشی کی مگر ڈولہ لیا۔ اور آئندہ ڈولہ دینے کا عہد کرایا۔ (وقائع راجپوتانہ) اکبر کا ابتدا میں کسی راجپوت سردار سے علانیہ ڈولہ طلب کرنا صحیح تاریخی روایات سے ثابت نہیں بلکہ راجپوتوں نے نفع حاصل کرنے کے لئے اس امر کو اختیار کیا مسٹر ٹاڈ لکھتے ہیں راجہ بہارامل ساکن امبر نے شاہ کا منشا قیاساً دریافت کرلیا وہ خود مع بھگوانداس

عله ۱۵۱ھ میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبداللہ اشتر بن محمد حضرت امام حسنؓ کے پوتے سے بیاہ دی۔ اوچ کی رانی نے خود پیغام دیکر اپنی لڑکی سلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی۔" (واقعات ہند)

اپنے فرزند کے غلامانِ شاہ میں داخل ہوا۔ اور ایک اپنی لڑکی شاہ چغتائی سے بیاہ دی۔ (ٹاڈ راجستان ص۳۴۴) اپنی قوم میں سے اوّل اودے سنگھ نے ایک تاتاری سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ عزت بیچ کر جو دولت اوس نے حاصل کی وہ بے شمار تھی۔ جودھ بائی کے بیاہ دینے سے اوسکو چار ضلع جن کی سالیانہ آمدنی پندرہ لاکھ بیاسی ہزار چار سو چودہ روپیہ ہونگی حاصل ہوئی۔ یہ آمدنی مارواڑ کی آمدنی سے دوچند ہے امیرا اور مارواڑ کی مثالیں دیکھ کر اور دولت کی ترغیب میں آکر سرداران خرد راجستان مع بے شمار غلامان بہادر گورنر شاہ دہلی مقرر ہوئے اور اکثر اون میں سے زیادہ تر صاحب اختیار ہو گئے۔ (ٹاڈ راجستان ص۴۵۵) اجیت سنگھ نے اُن سید دن (سادات بارہہ) سے سازش کر لی اور انہوں نے اجیت سنگھ سے کہا کہ تم کو دربار میں بڑا اختیار ملیگا۔ اجیت نے باج دینا قبول کیا اور یہ اقرار کیا کہ میں اپنی ایک لڑکی کی شادی فرخ سیر سے کر دونگا۔ (ٹاڈ راجستان ص۴۴۳) جودھ پور کا رئیس صرف رشتہ داری کرنیکی بدولت میں (شاہانِ مغلیہ سے) سولہ لاکھ روپیہ سالانہ کی جمع کی چار اضلاع حاصل کر چکا تھا۔ (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)

اکبر بادشاہ نے اپنے امتحان تسلط کے لئے چاہا کہ دختران راجون کو اپنے نکاح میں لاوے حسن خان میواتی جسوقت تسخیر قلعۂ چتوڑ پر گیا دختر برادر رانا کو درخواست کرکے اور اسلام قبول کروا کے حرم سلطانی میں داخل کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۳۹) چون آنحضرت را (اکبر) بر مملکت ہندوستان استعلائے کامل بہم رسید خواستند کہ با راجہائے عظام این ولایت کہ در حقیقت پادشاہ مملکت خود با بودند وصلت و خویشی نمودہ شود تا غبار فتنہ از میان برخیزد و چشمۂ بیگانگی از خاک یگانگی انباشتہ شود بدین رائے صواب اندیش بانواع دلداری و ہزاران ہزار دلنوازی این حرف را بگلاں تران ایشان درمیان آوردند۔ از اقبال حضرت شاہنشاہی ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اودے پور کہ خود را سر آمد راجہائے ہندوستان می دانست قبول نمودند اول حسن خان میواتی دختر ماہ پیکر خود را بہ شبستان اقبال فرستاد بعدہ راجہ بہارا مل والئی امبر قوم کچھواہہ دختر خورشید منظر پیشکش نمود من بعد جمیع راجہا بتقدیم این کار کمر جان بستہ اظہار یگانگت و خویشی نمودند (گلستان ہند مصنفہ کنور درگا پرشاد بہادر رئیس سندیلہ دفتر دوم مطبوعہ ۱۸۹۴ء ص۳) چون حضرت خاقان زمان (اکبر) روابط انتساب براجہا مربوط گردانیدند آنہا باوجود مخالفت مذہب ازین نسبت تا سرفرازی داشتند دانستہ از ہر دو طرف

ایں برادر را ادا کردند"۔ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) عہدِ سلطنتِ مغلیہ میں کثرت سے راجگان ہند کی بیٹیاں شہزادوں کے عقد میں آئیں۔ اور ہندو رئیسوں نے اس ذریعہ سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے۔

غرض مسلمانوں کا ہندو عورتوں سے نکاح کرنا زمانۂ قدیم سے رائج ہے جو برضا و رغبت ہوتا رہا ہے کسی بادشاہ کا اس معاملہ میں جبر کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں اور اگر کسی دل از دست رفتہ نے کہیں جبر سے کام لیا ہو تو یہ امر ایسا نہیں جسکو مذہب کی صداقت یا تعلیمات مذہبیہ کی جانچ میں پیش کیا جا سکے بلکہ زمین ہند میں تو ایسے معاملات ہوتے رہے ہیں۔

یہاں عورتوں پہ اکثر معرکہ آرائی ہوئی ہے۔ راجہ قنوج کی لڑکی کو راجہ دہلی بغیر مرضی اوسکے والدین کے لے اڑا۔ راون سیتا جی کو بھگا لیگیا۔ اور ان واقعات پر شدید خونریزیاں ہوئیں"۔

غلامی

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم مرد عورت بچوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں انکو تکلیفیں دیتے ہیں ان عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں جس صورت سے یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے سراسر اتہام ہے۔ زمانۂ قدیم سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں یہ رواج تھا کہ لڑنے والوں کو قید کرتے تھے اون کی بیوی بچوں کو پکڑتے قابل جنگ لوگوں کو قتل کر دیتے یا جلا دیتے (ایران کے آتش پرست اور عرب کے کافر اسیران جنگ کو مار ڈالتے اور جلا دیتے مجمع الامثال کریانی) یورپ کے عیسائیوں کا تذکرہ میں نہیں کرتا کیونکہ یورپین علماء و مورخین کو خود اقرار ہے کہ ان کے یہاں غلامی رائج تھی۔ اور غلاموں پر وحشیانہ مظالم کئے جاتے تھے اس کے متعلق انہوں نے مبسوط کتابیں لکھی ہیں"۔ غلامی ولایت یورپ میں ہر گروہ میں پائی جاتی ہے (اٹاڈ را جستان) چینی سفیر نے ایک ہزار قیدیوں کو قتل کیا اور ارجن کو قید کر کے چین لیگیا۔ (تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے حصہ اول صفحہ ۲۳۲) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں مسلمانوں میں غلامی کی حالت اس سے بالکل علیحدہ ہے جو عیسائیوں میں تھی (پریچنگ آف اسلام)۔ لین پول لکھتے ہیں اہل کسٹائل (عیسائی) کی یہ حالت تھی کہ تند اور وحشی شیروں کی طرح جو شہر یا قلعہ فتح کیا محصورین اور ساکنین کو

بے تکلف تہ تیغ کیا۔ اگر نہ کیا تو غلام بنالیا (کارنامۂ مور) عیسائیوں کے مذہبی احکام بھی ان کے
متعلق سخت ہیں (ان تمام عورتوں کو بھی قتل کرو جو مرد کی صحبت سے آشنا ہیں۔ صرف کنواری لڑکیوں
کو اپنے لئے رکھو۔ گنتی ۳۱ (النہایت ۱۸) یہود غیر مذہب کے اسیروں کو جلا دیتے تھے جو بچ جاتے وہ
غلام بنا کر سختیوں میں رکھے جاتے (تاریخ قدیم) یہودیوں کی مذہبی کتاب طالمود و مشنہ میں
ہے (اگر غیر یہودی غلام کو مالک آزاد نہ کرے بلکہ اپنی اولاد کیلئے ترکہ میں چھوڑ جائے) بدھ مذہب میں
بھی غلامی رائج تھی اور ابتک رائج ہے۔ برہما نیپال میں جہاں بودھ بکثرت ہیں کثرت سے غلام
ہیں۔ اس زمانہ میں ان کی آزادی کیلئے منجانب گورنمنٹ سعی جاری ہے۔ جیمز کارکرن لکھتے ہیں
ملسوٹ شہنشاہ چین نے حکم دیا کہ جسقدر لونڈی غلام ہمارے گھر میں ہیں (تاریخ چین) راجہ شیو
پرشاد لکھتے ہیں مغلوں کی فوج بھی الٹی پھر گئی لیکن تموتہ اپنے ظلم کا اتنے ہی عرصہ میں دکھا گئی کہ [illegible]
ہزار ہندو غلام بنانیکے واسطے قید کرکے لیگئے اور جب اون کے لشکر میں رسد کی قلت ہوئی تو بے تکلف
ان سب غلاموں کے سر کاٹ ڈالے۔ چنگیز خان اور اوسکے ساتھی لوگ مسلمان نہ تھے بلکہ ایک قسم
کے بودھ کا دین رکھتے تھے مورتوں کو پوجتے تھے (آئینہ تاریخ نما) ہندوؤں میں غلامی سب سے زیادہ
رائج تھی اور غلاموں کے ساتھ نہایت بے رحمی سے پیش آتے تھے۔ عورتوں کو اپنے تصرف میں
لاتے تھے لونڈی غلام فروخت کرتے تھے۔ یجروید میں ہے تم اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیروں
میں جکڑ دو اور اسکو اس زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو (۲۵-۲۶) خوف زدہ اور بھاگتے ہوئے
تندرست آدمیوں کو گرفتار کرکے قید کردیں (ستیارتھ پرکاش) منشی تلسی رام لکھتے ہیں کہ
ہندوستان میں اسیران جنگ عمر بھر زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے اور حیوانات کیطرح ان سے
کام لیا جاتا تھا (واقعات ہند) مسٹر صاحب لکھتے ہیں ان شودروں (غلاموں) سے کھیتوں میں سخت
محنت لی جاتی تھی۔ اور گاؤں کے باشندوں کا نجس کام انہیں سے متعلق تھا (تاریخ ہند) رتھ
گھوڑا ہاتھی چھتر دھن چارپائے عورت اور تمام دولت سوائے سونا چاندی سیسا پیتل وغیرہ کے
ان سب کو جو فتح کرے وہی مالک ہوتا ہے (منوسمرتی)۔ اور منوشاستر میں غلاموں کی قسمیں
اسطرح لکھی ہیں۔ (۱) وہ جو لڑائی میں قید کیا جائے۔ (۲) وہ جو اپنی روٹی کے لئے خدمت کرے۔
(۳) جو گھر میں پیدا ہو۔ (۴) جو خرید یا ہبہ کیا گیا ہو۔ (۵) جو ارث میں پہنچا ہو۔ (۶) جو بطور
سزا غلام بنایا گیا ہو۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں ٹیکسلا میں عورتوں کی فروخت کے لئے ایک
منڈی تھی۔ (تاریخ ہند حصہ اول) بھائی پرمانند لکھتے ہیں ایرین سیلح لکھتا ہے کہ ٹیکسلا میں

عورتیں فروخت کے لئے پیش کی جاتی تھیں۔ اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دیجاتی
تھیں (تاریخ پنجاب) مرہٹہ شاہی میں بیگار اور غلامی کا طریقہ رائج تھا (آگے لکھتے ہیں)
غلام اور خاص کر اونی قوم کی مستورات کی خرید و فروخت بھی ہوا کرتی تھی (مرہٹوں کا تمدن
مصنفہ مانک راؤ) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں ہر شخص کو یہ تاکید کی کہ وہ
اپنے ماتحتوں۔ ملازموں۔ غلاموں اور دیگر پران دھاریوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کے ساتھ
پیش آوے (صفحہ ۲۴۳) غلام صرف وہ شمار ہوتے تھے (ہندوؤں کے عہد حکومت میں) جو اپنے
قرضہ جات کو ادا نہ کرنے کے سبب یا دیگر ذمہ داریوں کی عدم تکمیل کے باعث یا لڑائی میں گرفتاری
کے باعث داسی بن جاتے تھے (صفحہ ۲۴۹) ہندوستان میں ویدک عہد میں غلامی تھی چند وجوہ سے
یہ ذلت نصیب ہوتی تھی۔ لڑائی میں گرفتار ہونے سے۔ سزائے موت کے عوض قرضہ کے بدلے میں
عدالتوں کے حکم سے (مسٹر ڈیوز) جب بادشاہ (چندر گپت) شکار کو جاتے تھے تو اون کی
ذات کی حفاظت عورتیں کرتی تھیں جو مختلف ممالک سے خرید کے ذریعہ حاصل کیجایا کرتی تھیں
(تاریخ ہند لاجپت رائے صفحہ ۱۹۹) اسیر جنگ اور خرید کردہ لونڈیوں پر ہندو تصرف کرتے تھے اور
اون سے اولاد حاصل کرتے تھے۔" لالہ تلسی رام لکھتے ہیں "بہت سے شودر خاندان ان مفتوحہ
عورتوں کی اولاد ہیں جو فاتحوں سے پیدا ہوئے۔ (واقعات ہند ذکر راجہ رامچندر) لالہ رتن لال
لکھتے ہیں اوس کے (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھوج پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ
صفحہ ۲) گروہر رائے کے بعد رام رائے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زرخرید کنیزک کے بطن سے تھا
(تاریخ پنجاب کنہیا لال صفحہ ۲۶) جو عورتیں جوے اور کشتیوں میں ہار دی جاتی تھیں انہیں ساری
گھر کا کام کاج ماما اصیلوں کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا
(دلبیر صاحب) ملک بادشاہی کا جو آدمی راجہ (سیواجی) کی قید میں آتا اسکو بطور غلاموں کے اپنے
اہل مملکت کو تقسیم کر دیتا۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سیواجی بہ بھوپال گڈھ تاخت و آنرا جبراً و
قہراً مفتوح نمودہ پانصد اسیر را دست و پا شکستہ گشت (بساط الغنایم مصنفہ لچھمی نرائن)۔
گوالدرس ہرد بمعنی غلام قحط ان اضلاع (راجستان) میں دشمن آزادی کا ہے یعنی بسبب
قحط سالی آزادی اکثر دنا کی جاتی رہتی ہے ابھی جو بڑا قحط واقع ہوا تھا اسمیں ہزار دن
فروخت ہوگئے طریقہ غارتگری فرقہ پنڈاری و اقوام کو بھی بھی غلامی کو قایم کرنے میں ممد و معاون
ہوا و ہمین مثل قوم فرنیک آزادی ماں سے پیدا ہوتی ہے یعنی اگر والدہ آزادہ ہے تو بیٹا بھی

آزاد ہوگا اور برعکس اس کے اگر والدہ غلام ہوگی تو بیٹا بھی غلام ہوگا۔ گویا باوا اسی کی اولاد ضرور غلام ہوگی (ٹاڈ راجستان صـ۱۹۱) اون عورات کے باب میں جو لڑائی میں مقید ہوتی ہیں یہودیونکا قانون منو کے قانون سے مطابقت کہا جاتا ہے وہ اون کو حق حلال سمجھتے ہیں یا موسیٰ اور منو دونوں اجازت دیتے ہیں کہ اُن مقید عورات سے اُن کو شادی کر لینی جائز ہے اگر عاشق اپنی محبوبہ کو اوس کے رشتہداروں پر فتح پاکر مقید کرلے تو از روئے قانون مذہبی اسکو شادی کرنی اوس سے جائز ہے بروقت قتل ہے رشتہداروں اور دوستوں کے بوقت جنگ عورات آہ وزاری کرتی ہیں ہنود اُن کو بجبر پکڑ لاتے ہیں اور از روئے قانون اپنے مذہب کے جو نام اکا سا مشہور ہے اون سے شادی کرتے ہیں بعینہٖ یہی طریقہ کتب موسیٰ میں درج ہے صرف فرق یہ ہے کہ ہنود عورت کا سر مونڈ دیتے ہیں اسکو وہ علامتِ غلامی سمجھتے ہیں (ٹاڈ راجستان صـ۶۸۹) بخت نصر یروشلم گیا اور اوسکو لوٹا کھسوٹا۔ اور ہزاروں جانیں تلف کیں اور بچے کچون کو لونڈی غلام بنا کر لیگیا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۶۵) شاپور ذوالاکتاف (بادشاہ ایران بن شاہ نرسی) لونڈی کے پیٹ سے تھا (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۱۳۵) یہاں تک ہم نے تمام مذاہب وممالک میں غلامی کا رواج اور غلاموں پر مظالم لونڈیوں پر تصرف کرنا مختصراً ثابت کر دیا۔

اِسلام نے غلامی کو ایجاد نہیں کیا بلکہ اس رسم کی ایسی مناسب اصلاح کر دی جس سے بندگان خدا کو آرام ملے اور آزادی کی منزل اون کے لئے آسان ہو جائے۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ جو لوگ لڑیں اور فساد کریں امر حق سے گریز کریں اُن کو اور اُن کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا جائے (حتّٰی اِذا اثخنتموھم فشدّوا الوثاق فامّا منّا بعد وامّا فداءً یعنی جب تم لڑ چکو تو ان کو گرفتار کر لو۔ پھر یا تو اُن کو احساناً چھوڑ دو یا روپیہ لیکر چھوڑ دو") ان اسیران جنگ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے۔ جنگ بدر میں جو قیدی آئے تو حضورؐ نے صحابہؓ کو تاکید فرمائی کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ صحابہ کرامؓ خود پیدل چلے اُن کو اونٹوں پر سوار کیا آپ فاقہ سے رہے اون کو کھانا کھلایا (لائف آف محمدؐ سر ولیم میور) بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن سے حسبِ مقدور زر فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ بہت سے اسطرح رہا ہوئے۔ چند آدمیوں کے پاس کچھ نہ تھا اون سے یہ شرط کر لی گئی کہ ہر ایک آدمی چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو تُو آزاد ہے۔ ابن رفاعہ نے رفاعہ نے کہا کہ مجھکو

مجھہ کو چھوڑ دیجئے میں گھر پہنچ کر زر فدیہ بھیجدونگا آپ نے اوس کو رہا کر دیا۔ عمرو بن عبداللہ
نے کہا میں غریب آدمی ہوں عیالدار ہوں اگر میں قید رہا تو اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہوگی
آپ نے اون سے صرف یہ عہد لیکر چھوڑ دیا کہ آئندہ مسلمانون کے مقابلہ پر نہ آئیگا" یہہ ہے اسلام
کا حکم اور عمل اسیران جنگ کے متعلق۔ اب وہ لوگ جو اس طرح سے نہ چھوٹ سکیں وہ اطفال و
عورات جنکا زر فدیہ دینے والا کوئی نہ ہو۔ نادار لاوارث یتیم ہوں۔ یا جنکے وارث ممکن سعی
اوس کے چھڑانیکی نہ کریں وہ لونڈی غلام بناکر رکھے جائیں تاکہ پریشان ہوکر گدیہ گری چوری
وغیرہ فواحش میں مبتلا نہ ہوں اس قسم کی عورتوں سے فاتح مالک کو متمتع ہونیکی بھی اجازت ہے
تاکہ وہ طبعی تقاضہ سے تنگ نہ ہوں اور افزائش نسل انسانی سے محروم نہ رہیں اور اون کے ساتھ
کس قسم کے برتاؤ کا حکم ہے حدیث میں ہے تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں جو تم کھاؤ وہی
اونکو کھلاؤ۔ جو تم پہنو وہی انکو پہناؤ۔ اللہ کے بندونکو تکلیف نہ دو۔ حضور علیہ السلام نے
بوقت رحلت جو وصیتیں فرمائی تھیں اون میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ غلامون کے آرام کا
خیال رکھنا (دلیران تاریخ ہند ایشوری پرشاد صفحہ ۱۴۷) علاوہ ان سب کے غلام آزاد کرنیکا بڑا
ثواب رکھا ہے بعض گناہونکا کفارہ غلام کا آزاد کرنا ہے" حاتم طائی کی بیٹی سریہ طئے میں
گرفتار ہوکر آئی تو رسول کریم نے تحائف اور روپیہ دیکر اسکو اسکے گھر بھیجدیا۔ ایک صحابی رضؓ
نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میری لونڈی بکریاں چرا رہی تھی بھیڑیا ایک بکری لے گیا میں نے
غصہ میں لونڈی کو طمانچہ مارا یہ سُن کر رسول کریم کو رنج ہوا اور اُن کو حکم دیا کہ اسکو آزاد
کر دو۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جنگ میں مالک بن نویرہ گرفتار ہوکر آیا رات کو
سردی ہوئی تو خالدؓ بن ولید سپہ سالار نے منادی کرادی (ادفعوا سرائکم یعنی اپنے
قیدیوں کو گرم کپڑے اڑھاؤ) مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارما نوسہ جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تو
سپہ سالار اسلام عمرو بن العاص نے اوسکو عزت۔ اور احترام سے اوس کے باپ کے پاس بھیجدیا"
مس بیٹ لکھتی ہیں کہ عرب کا غلام لاڈلہ بیٹا ہے (نیرا پیٹ) مسلمان غلامون کو ہمیشہ مثل
اولاد کے پرورش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے اکثر غلام شہنشاہی کے مرتبہ پر فائز ہوئے
قطب الدین ایبک غیاث الدین تغلق شمس الدین التمش شہنشاہان ہندکون تھے۔ تاریخ دیکھو
غلام تھے۔ (موسیو آبو لکھتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں غلامی اسقدر کم معیوب ہے کہ کل سلاطین
قسطنطنیہ جو امیر المومنین ہیں لونڈیون کے پیٹ سے پیدا ہوئے) کسی کی رعایا بننا یہ بھی غلامی ہے

اسلئے مناسب ہے کہ یہاں کچھ مختصر رعایا کے معاملہ کے متعلق بھی لکھدیا جائے۔ رسول مقبول کا حکم ہے کہ جو غیر مسلم تمہاری رعایا ہوں اونکی اون کے دشمنون سے حفاظت کرو اون کے مذہب ورسوم میں دخل نہ دو۔ اون کے معابد کی توہین نہ کرو اون پر ظلم نہ کرو۔ ذمی یعنی غیر مسلم رعیت پر ظلم کرنے والے پر حضور نے لعنت فرمائی ہے۔ یورپ کی تاریخ پڑھو موجودہ روشنی سلطان اسلام ہی کا طفیل ہے۔ ہندؤن کی موجودہ تہذیب وترقی اسلام ہی کی مرہون منت ہے اور ہندؤن نے جنپر حکمرانی کی اون کو ہر طرح برباد کیا۔ اناریہ قومین جن کو بلا وجہ لڑکر انہوں نے برباد کیا اون کے لئے ایسے سخت قواعد قرار دئے کہ وہ گرتے گرتے بھنگی اور چمار رہ گئے! پہاڑوں میں وحشی حیوانات کی طرح سرگردان ہیں اب جنکو کچھ ہوش آیا ہے وہ اس ظالمانہ قانون کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ منو کی ہدایت ہے کہ شودر غلامی سے کبھی نجات نہیں پاسکتا شودر کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔ اسکو اپنا گھر اور اثاث البیت میلا پرانا رکھنا چاہئے۔ جھوٹا کھانا کھانا چاہئے برہمن کو اختیار ہے کہ جب چاہے اوسکے مال پر قبضہ کرلے اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء میں مسٹر سی آر راجہ کے زیر صدارت مدراس میں ایک کانفرنس ہوئی اوسمیں اونچی ذات کے ہندؤن کے اوس ذلت بخش وخلاف انسانیت برتاؤ پر احتجاج کیا گیا جو شودروں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے اور گورنمنٹ سے درخواست کیگئی ہے کہ منو شاستر کو جو ان کی ترقی میں حائل ہے ضبط کرلے (پرتاب ۲۲ اکتوبر سنہ ۲۷ء)

غرض ان شودروں کو خراب وذلیل کرنے میں ہندؤن نے کوئی کسر نہ رکھی اور انتہائی تعصب سے کام لیا۔ اور اتنک لے رہے ہیں۔ لالہ چندو لال لکھتے ہیں رام کشن جب اون سے ملنے گئے تو انہون نے اسوجہ سے بھائی کے ساتھ کھانے سے انکار کیا کہ وہ ایسے مندر کا پجاری ہے جو شودرانی کا بنایا ہوا ہے اور ایسی جگہ بھوجن کرنا شاستر میں منع ہے (پرم ہنس رام کرشن جی کے حالات زندگی) تاریخ ہند کے مطالعہ کرنیوالون سے پوشیدہ نہیں کہ بودھوں اور ستھین کو برباد کرنے میں بھی ہندؤن نے اپنی پوری قوت صرف کی۔"

انہدام منادر

اسلام نے غیر مسلم ذمیون اور اون کے معابد کی حفاظت کا حکم دیا ہے ذمیون پر ظلم کرنیوالے

پر رسول کریمؐ نے لعنت فرمائی ہے پس کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا جو دین کا دم بھرتے ہوئے نبیؐ ایلیم کی لعنت کا مصداق بننے کے لئے تیار ہو مذہب پر اعتراض کرنیکا اصول یہ ہے کہ جو اعتراض قایم کیا جائے اول اسکے متعلق مذہبی روایت پیش کی جائے پھر اسکی تائید میں کسی اہل مذہب کا فعل پیش کیا جاسکتا ہے۔ بغیر مذہبی روایت کے پیش کیے کسی کے فعل سے مذہب پر اعتراض کرنا صحیح نہیں۔ کوئی مذہب کسی کے افعال کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ اگر مذہب افعال کا ذمہ دار ہوتا تو کوئی مسلمان کوئی فعل بھی خلاف شریعت نہیں کرتا۔ رسول کریمؐ نے خود اس معاملہ کو صاف کردیا ہے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہیگی پھر بادشاہت ہے یعنی استبداد کا دور ہے۔ سلاطین جو ریاست کو ہر امر پر مقدم رکھتے ہیں اسلام میں انکا شمار مذہبی حیثیت سے عوام سے بھی کم درجہ پر ہے۔ مشہور ہے کہ بادشاہ سب سے پیچھے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ ہر ملک و ملت میں سلاطین گذرے ہیں اون میں منصف بھی تھے ظالم بھی تھے یورپ میں جہاں جارج اول جیسے نیکدل ہوئے وہاں ہنری ششم جیسے ظالم بھی ہوئے ہیں ہندون میں جہاں راجہ پریکشت مہاکرن جیسے منصف گزرے ہیں وہاں راجپال جیسے ظالم وسفاک بھی ہوئے ہیں۔ مسلمانون میں جہاں عمر ابن عبدالعزیز جیسے باخدا گزرے ہیں وہاں یزید جیسے ظالم بھی ہوئے ہیں۔ ایران میں جہاں فریدون ونوشیروان جیسے عادل ہوئے ہیں وہاں ضحاک بہرام ثانی جیسے ظالم بھی گذرے ہیں۔ غرض سلاطین کے افعال کی ذمہ داری مذہب کے سر رکھنا عقل وانصاف سے بعید ہے وہ لوگ جو محمود اور عالمگیر کے افعال کا جوابدہ اسلام کو قرار دیتے ہیں اور اون کے افعال کو اسلام کی حقانیت کا معیار بناتے ہیں۔ کیا ہندو حکمرانون کے افعال کا جوابدہ ویدک دھرم کو قرار دینے کیلئے طیار ہیں اور ویدک دہرم کی صداقت کو اسپر منحصر کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ راجہ داہر نے اپنی حقیقی بہن سے شادی رچائی۔ راجگان اشوک وچندر گپت سری کرشن وغیرہ نے اپنے اقربا کو قتل کیا۔ پس ویدک دھرم کے ذمہ اسکا جواب ہے اور اسلام نے تو اس معاملہ کو پہلے ہی صاف کردیا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ویدک دہرم میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں۔ اس لئے تمام راجگان ہند کے افعال بد کی ذمہ داری ویدک دہرم پر باقی ہے۔ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بعض مسلمان سلاطین نے مثل محمود غزنوی واورنگ زیب بعض مندر منہدم کئے لیکن اس ہی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان بادشاہون کی ہیبت وجبروت ایسی تھی کہ اگر وہ تعصب سے مندرونکو منہدم کرتے تو آج ہندوستان میں

ایک مندر بھی نظر نہ آتا۔ پھر ہزارون مندراون کے تحت حکومت تھی کسیکو منہدم نہ کیا بجز دوچار کے بلکہ مندرون کو جاگیریں دیں۔ پس صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مندر منہدم کیئے گئے وہ انتظام سلطنت میں یا رفاہِ خلایق کی وجہ سے۔ خاکسار نے جو اس امر کی تحقیقات کی تو مندرون کا انہدام وجوہات ذیل کے تحت میں ہوا ہے۔

(۱) بعض وہ مندر منہدم ہوئے جنکے مالک و متولی مسلمان ہوگئے اُنھون نے اپنے معبد کو اپنا معبد بنالیا۔ ایسا عملدرآمد گرجاؤن کے ساتھ بھی تاریخ سے ثابت ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ جون جون عیسائی مسلمان ہوتے گئے گرجا مسجدون سے تبدیل ہوتے گئے (پریچنگ آف اسلام) حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد رسول کریمؐ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ ہمارے شہر میں ایک گرجا ہے اوسکا کیا کریں (یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے تھے) آپ نے فرمایا اسکو توڑ کر مسجد بنالو۔ (صحیح نسائی) قبیلہ سعد کا ایک بت تھا فراض نام۔ حضرت ذباب بن حارث جب مسلمان ہوئے تو خود اسکو توڑ ڈالا (اسد الغابہ) ہند بن عتبہ جب مسلمان ہوئیں تو ان کے گھر میں ایک بت نصب تھا اونھوں نے خود اسکو توڑ دیا۔ (طبقات ابن سعد) بغیر اس صورت کے واقعہ ہوئے کہ یہ ممکن بھی نہ تھا کیونکہ ذمیون کے معابد کی حفاظت لازمی ہے۔ اور غصب سے اگر کوئی مسجد بنائی جائے تو اسکا بنانا جائز نہیں نہ اس میں نماز جائز ہے۔ سلاطین اسلام ایسے جاہل نہ تھے کہ مذہب کے لیئے ایک کام کرتے اور اس میں بجائے ثواب کے اولٹا عذاب اپنے سر پر لیتے۔

(۲) بعض وہ مندر منہدم کیئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔ ایک ہندو فاضل لکھتا ہے کچھ برہمنوں نے لڑکون کو ناچنا گانا سکھا کر مندرون کے دیوداس بنانا شروع کیا اکثر رقاص لڑکے جرم خلافِ وضع فطری کا باعث ہوتے رہتے تھے (آئینۂ افعال دیانند) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض مندرون پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہوگئے تھے (پیسہ اخبار جنوری سنہ ۱۹۲۶ء) اخبار آریہ ویر راولپنڈی لکھتا ہے ؎

پجاری شکاری بٹھائی وہان ٭ ہوئے سنڈے کھا کھا کے مال زنان
لگاتے ہیں دم اور پیتے ہیں بھنگ ٭ ترنگ اُنکو اٹھتی ہے ہوتے ہیں دنگ
جو چیلی اکیلی پھنسی نوجوان ٭ ہوا لنگ پوجن وہان بے گمان

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرا دیا کیونکہ وہاں کے پوجاریوں نے اوسکی عورت کو غائب کر لیا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ء) ایسے معابد کا وجود ننگِ انسانیت اور مضرتِ رسانِ خلائق تھا۔ مہذب سلاطین اور اسلامی تہذیب اپنے قلمرو میں ایسے ناشائستہ اور مخرب اخلاق مقامات کو باقی نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور کوئی اہلِ عقلِ سلیم اس قسم کے معابد کی حمایت نہ کریگا۔ چنانچہ باوجود صدہا سال کی بندشوں اور کوششوں اور قانونی سخت گیریوں کے اس روشنی کے زمانہ میں بھی بعض مندر مرکز جرائم بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ الگزنڈرا پاول امریکن کی کتاب کا ترجمہ ہندو اخبار تیج نے درج کیا ہے اسکا اقتباس نقل کیا جاتا ہے "بعض مندروں میں شرمناک عیاشی دیوتا کی عبادت تصور کی جاتی ہے۔ دیوتاؤں کے نام پر پجاری اُن بانجھ عورتوں کو اولاد دینے کا وعدہ کرتے ہیں جو بالکل ننگی ہونے حیا کو طاق میں رکھنے اور خود کو ہر کسی کے حوالہ کرنے کے لئے رضامند ہو جاتی ہیں۔ مندر کے دروازہ پر عام طور پر معزز عورتیں کسی بھی حشمند شخص پر نظر عنایت کر سکتی ہیں۔ (آگے لکھتی ہیں) ان جوان بدھواؤں کی تعداد کا خیال کیجئے جنہیں بھری جوانی میں شادی کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ وہ خراب کرنیوالوں کے لئے بالکل تیار رہتی ہیں۔ انہیں حیا و عفت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ صرف بدچلنی کے ظاہر ہونیکا خوف ہوتا ہے اس سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ حمل گراتی ہیں۔ اور اس کے لئے ذرا بھی پشیمان نہیں ہوتیں۔ ان میں سے ایک بھی عورت ایسی نہیں جو اس کام میں مہارت نہ رکھتی ہو یہانتک کہ دس بارہ سال کی لڑکیاں گربہ پات سے آشنا ہوتی ہیں (الامان جولائی ۲۹ء بحوالۂ تیج جولائی ۲۹ء) اس امریکن فاضل کی تحقیقات کی تصدیق ایک ہندو مصنف کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ پنڈت گھاسی رام شرما مالک شرمن کمرشیل ایجنسی میرٹھ لکھتے ہیں۔ تھتہ ہزاروں گربہ گرین ہیں پاپ یہ کون کمائے ہے صٹ

جب بڑے گھروں میں گربہ گرائیں ناری ✣ کرتے ہیں چھپانیکی کوشش گھر باری

(صنا، اپیل بیوگان) امریکن فاضل مذکور آگے لکھتا ہے بعض مکروہ باتیں ایسی ہیں جو تعلیم یافتہ برہمنوں میں ہی ملتی ہیں۔ اکثر برہمنوں کے پاس ایسی نفرت انگیز کتب ہیں جن میں ایسی عیاشی کے ڈھنگ درج ہیں جنکا مغربی لوگ خیال بھی نہیں کر سکتے۔ ان میں طرح طرح کے عشقیہ راز و نیاز اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی کے لطف کا تذکرہ ہندو مندروں میں رقاصہ اور طوائفیں اپنی خواہشاتِ نفسانی کو پورا کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں (تیج ۱۷ جولائی ۲۹ء) ایک فرانسیسی

فاضل سیاح کے مضمون کا ترجمہ اخبار الجمعیتہ نے شائع کیا ہے وہ لکھتا ہے ہر مندر میں تقاً
لڑکیاں ہوتی ہیں وہ دیو داسیاں (دیوتاؤں کی لونڈیاں) کہلاتی ہیں۔ ان کا پیشہ
عصمت فروشی ہے۔ ابتداً وہ صرف برہمنوں کے لئے مخصوص کردی گئی تھیں۔ گانے میں
انکی گیت ہمیشہ دیوتاؤں کے کسی شرمناک اور بیہودہ تاریخی واقعہ سے متعلق ہوتے ہیں
مقدس مندر کو بھی عصمت فروشی کا اڈا بنادیا جاتا ہے (مئی سنہ ۲۹ء) سکھر میں ایک سندھی
کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی نے کہا" سندھ کے ہندوؤں
کے مندر یوجا کے گھر نہیں رہے بلکہ شرابیوں کے مسکن بن گئے۔ کل عورتوں کو چاہئے کہ ایسے
مندروں کا بائیکاٹ کردیں"۔ (مدینہ بجنور مارچ سنہ ۲۶ء) دیو داسی کانفرنس میں تقریر کرتے
ہوئے مسٹر دی رامداس نے کہا کہ ملک میں موجودہ تعزیری قوانین کے ہوتے ہوئے قوم
کی عورتوں کو مندروں کے اندر ہوکر شرمناک پیشہ اختیار کرنے سے روکنا اور اس مذموم
پیشہ سے جماعت کو نجات دلانیکی کوشش کرنا بالکل بے سود ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں حکومت
کے پاس اس مسئلہ کے متعلق ایک مسودہ تیار کرکے بھیجوں اور کوشش کروں کہ اسکی منظوری
کے بعد سختی کے ساتھ اسپر عملدرآمد کیا جائے۔ مجھے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ مدراس ہندو وقف ایکٹ نے
اس مسئلہ کیطرف کوئی خاص توجہ نہ کی اور دیو داسیوں کا مسئلہ یوں ہی رہ گیا۔ میری تجویز ہے
کہ اس ایکٹ میں ترمیم ہونی چاہئے اور دیو داسیوں کے رواج کو بالکل غیر قانونی قرار دینا
چاہئے اگر مندروں میں اس قسم کی مذموم اور گندے مظاہرے کئے جائیں تو سختی کے ساتھ
انکی بازپرس کیجائے اور بعض حالات میں سزا کے طور پر متعلقہ مندر کے اوقاف بھی ضبط کرلئے
جائیں (خلافت بمبئی اگست سنہ ۲۸ء) یہ دونوں ہندو فضلا مندروں کے بائیکاٹ اور ضبط
اوقاف کا مشورہ دیرہے ہیں یہ کیوں مجبور ہوکر اس زمانہ میں کہ قانون حد سے زیادہ جاری
علم کی روشنی گھر گھر تہذیب کا دور دورہ تار ڈاک ریل حکومت کی آسانیاں موجود نہیں اس
زمانہ میں کہ سفر صورت سقر تھا ایک ایک معمولی مہم میں حکومت کو عظیم الشان دقتوں کا
سامنا ہوتا تھا جہالت کی کثرت تھی ایسی معابد کو منہدم کرنیکے سوا کوئی چارہ نہ تھا اخبار ریاست
دہلی لکھتا ہے آشرموں اور عورتوں کے بیوہ خانوں کی حالت دیکھئے تو وہ اس سے زیادہ
شرمناک ہے لاوارث اور مصیبت زدہ عورتوں کو امداد کے بہانے سے ان آشرموں میں داخل
کیا جاتا ہے اور کارکنان بغیر خدا کے ڈر کے ان معصوم اور بے گناہ عورتوں کو یا تو فروخت

کرتے ہیں دریا عیاشی کا تختۂ مشق بنانے کے لئے ان کو آشرم دن میں باقی رہنے دیا جاتا ہے۔ (نومبر ۱۹۲۶ء) اور زیادہ تفصیلی حالات اگر کسی کو دیکھنے ہوں تو مس میو کی کتاب اور ہندوستانی کتاب عبادالاصنام کا مطالعہ کریں۔ ۱۸۰۰ء کے ایک عرب سیاح نے سندھ کے ایک بڑے مندر کے متعلق

(۳) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جنپر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ بالجملہ ہندو مورخ لکھتے ہیں جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک تھا۔ اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بت تھا اوس کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۷ء) اصل واقعہ اس بتخانہ کا یہ ہے کہ سلطان محمود کو اطلاع ملی کہ تھانیسر قنوج مہابن کے راجے جو پہلے بھی تمام لڑائیوں میں شریک ہو چکے ہیں دیگر راجوں کو آمادہ فساد کر رہے ہیں اور تھانیسر کا بتخانہ اس سازش کا مرکز ہے لہٰذا سلطان نے تھانیسر پر حملہ کا قصد کیا اور انندپال راجہ لاہور کو لکھا کہ مدد کیلئے حاضر ہو انندپال نے اپنے بھائی کی سرکردگی میں دو ہزار فوج بھیجی۔ کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں (انندپال برادر خود را با فوج کار آزمودہ باعانت سلطان فرستاد۔ گلستان ہند دفتر دوم صفحہ ۱۹) ان دو ہزار ہندوں کے علاوہ دس ہزار ہندو فوج سلطانی میں تھے تھانیسر میں ایک مندر تھا جسکا نام سوم جگ تھا اسکے بت کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ محمود نے اس سازشی مندر کو توڑا اور سازشی گروہ کو گرفتار کیا اس میں جو بت تھا اس کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ توڑا گیا بعض کہتے ہیں کہ غزنی بھیجدیا گیا۔ ملکم صاحب کا قول ہے توڑا گیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ غزنی بھیجا گیا بہرحال جو کچھ ہوا اگر یہ بتخانہ خالص معبد ہوتا اور اس میں سوائے عبادت کے اور کوئی رسم قبیح ادا نہ کی جاتی تو بارہ ہزار ہندو ایسے بے غیرت نہ تھے کہ اوسکو توڑنے دیتے اور انندپال بھی اسکو آسانی سے برداشت نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مورخ منشی سجان سنگھ بھی اس کے توڑنے پر اظہار پسندیدگی کرتا ہے اور اس بت کا مذاق اڑاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ بت جگرسوم را بہ غزنی بردہ بفرمودہ سلطان بر درگاہ نہادند تا پائے سپر خلائق گردد۔

بتے چون بہ آرد مہمات کس * کہ نتواند از خویشتن راندن مگس
نہ نیروئے دستش نہ رفتار پائے * دگر بفگنی برنہ خیزد ز جائے

(خلاصۃ التواریخ)

خودکشی کرانیکا ایک معبود اور بھی تھا لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اس قلعہ (الہ آباد) میں ایک درخت

انہوں نے یہی سنتی کہ وہاں بدکاری ہوتی ہے۔ (گاندھی جی کی خودنوشت سوانح عمری)

تھی جسے ہندو آکشے بٹ کہتے ہیں ۔ ہندوؤں کی کتاب میں اسکا قیام قیامت تک ہے اور شاہ جہانگیر نے ریکھا تو اوسکا سبب ہوا ۔ تو اسی درخت پر رکھوا دیا ۔ درخت اوسکو چھوڑ کر پھر نکلا جب سورج مکر میں آتا ہے تو ہندو بہت جمع ہوتے ہیں ۔ سابق میں یہاں ایک آرہ تھا اس آرہ سے لوگ اپنے کو چیرتے تھے اس امید پر کہ اگلے جنم میں راجا ہونگے ۔ شاہجہان کے وقت سے یہ عمل موقوف ہوا (عمدة التواریخ صفحہ ۲۹) درون قلعہ (الہ آباد) درختے است متقدمین آنرا اکھی بٹ گویند (آگے لکھتے ہیں) چون ہنود عنصری گسیختن آنجا نیک میدانستند ازین جہت در پیشین زمان بعضے مردم بقصد رستگاری آخرت و حصول مامول در زاد و دیگر خویشتن را در آرہ می در آوردند در عہد سلطنت حضرت شاہجہان این عمل موقوف گردید (خلاصة التواریخ سبحان سنگھ)

آج کل بھی اس خیال کے ہندو موجود ہیں چنانچہ اخبار صبح دکن راوی ہے ایک برہمن نے سمندر میں کود کر خودکشی کی اور اس نے ایک خط لکھا ہے اوس میں تحریر ہے کہ اوس نے جلد از جلد خدا کو پانے کے لئے خودکشی کا شیوہ کر لیا ہے ۔ (ستمبر ۲۸ء)

(۴) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو کہ پولیٹیکل اکھاڑے تھے اور جہان سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں ۔ اس قسم کے مندروں کے خزانے اور اموال ضبط کئے گئے ۔ لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں " مندروں میں جو عالم عابد رہتے تھے اون کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی ۔ کوئی فرمانروا مندر کی تجاویز سے سرتابی نہ کرتا تھا ۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے ۔ مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط و یا جنگ میں کام آتا تھا ۔ راجاؤں کا کام صرف مندروں کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء) صدر مقامات پر جو بڑا مندر ہوتا تھا وہ اس زمانہ کی سیاسی جد و جہد کیلئے مخصوص ہوتا تھا اور تمام پولیٹیکل مسائل وہیں سلجھائے جاتے تھے (واقعات ہند تلسی رام) ان مندروں کی نوعیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ خالص معبد نہ تھے بلکہ سیاسی مجالس کے صدر دفاتر تھے اُن کا خزانہ صدقات و خیرات کا خزانہ نہ تھا بلکہ ملکی پیچیدگیوں کا بیت المال تھا ۔ اس قسم کے مقامات پر قبضہ کرنا اور اون کو زیر و زبر کرنا ہر فاتح کا فرض اولین ہے اس قسم کے عمارتوں کو فاتح ہمیشہ برباد کرتے رہے ہیں ۔ اس روشنی کے عہد میں بھی یہ دستور قایم ہے چنانچہ اخبار انقلاب لاہور جو آجکل گورنمنٹ کا حامی ہے سرحدی قبایل پر انگریزی حکومت تاخت و تاراج کے سلسلہ میں

لکھتا ہے کہ اس گانوں میں فوج (انگریزی) نے حکومت انگریزی کے دو مخالف سپاہیوں کے حجروں یا مہمان خانوں کو جلادیا کیونکہ ثابت ہو گیا تھا کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے (۴ جون ۱۹۳۰ء)

(۵) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو غصباً بنائے گئے اور جنکا وجود بدامنی کا موجب ہو گیا تھا۔ ابوالفضل حج کو جارہا تھا۔ راستہ میں راجہ بندیلکھنڈ نے اسکو قتل کر کے اسکا مال لوٹ کر اوس سے مندر تعمیر کیا اسپر مسلمان بہت مشتعل تھے اور فریقین میں کشیدگیوں کے بڑھنے اور بدامنی پیدا ہونیکا خطرہ تھا اس لئے عالمگیر نے اس مندر کو منہدم کرایا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں وہ ایک مندر تھا جو راجہ نرسنگھ دیو نے ابوالفضل کو قتل کر کے اوس کے مال سے بنایا تھا (بیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) شیر خان لودی جو ابوالفضل کا سخت مخالف ہے اور اوسکو ملحد و کافر کہتا ہے اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔ آن ضال مضل (ابوالفضل) درراہ دکن باشارہ نور الدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسید۔ و مالہائے کہ بدست آوردہ بود در اہتمام راجہ مذکور بہ معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید۔ و حکم کریمہ الخبیثات للخبیثین بظہور پیوست۔ آخر آن بت خانہ نیز بہ تیشہ حکم عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد (تذکرہ مراۃ الخیال) گجرات میں ہنود نے جبراً چند مساجد پر قبضہ کر کے بت رکھ لئے تھے ان بتوں کو وہاں سے علیحدہ کر کے مساجد بحال کیگئیں ان کے متعلق احکامات تو شاہجہان نے جاری کئے تھے مگر خانہ جنگی شروع ہو جانے سے پوری تعمیل نہ ہو سکی۔ اورنگزیب نے ان احکامات کی مکمل تعمیل کرائی اسکا حوالہ باب اول میں شاہجہان نامہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

سومنات

مذکورہ بالا پانچ وجوہات کے سوا اور کسی وجہ سے کسی مسلمان حکمران نے کوئی مندر منہدم نہیں کرایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بحالت جنگ اتفاقاً کسی معبد کو نقصان پہنچگیا ہو ایسا تو آپس کی لڑائیوں میں بھی ہوا ہے جب لودھی بادشاہ نے جونپور پر حملہ کیا دوران

جنگ میں جونپور کی مسجد کا دروازہ گولوں کی زد سے منہدم ہوگیا اگر صاحب عقل سلیم
انصاف سے غور کرے تو ان مندروں کے انہدام کو قرین صواب پائے۔ باقی جو مندر خالص
عبادتگاہیں تھیں سلاطین اسلام نے اونکی مرمتیں کرائیں اونکو جاگیریں دیں جیسا کہ باب
اول میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ (۷) سومنات کا معاملہ اوس کی اصل حقیقت (کہ محمود جب مندر میں
گیا تو پجاریوں نے کہا کہ بت نہ توڑا جائے اور ہم سے اسقدر دولت لے لیجائیے۔ محمود نے کہا
میں بت شکن مشہور ہونا چاہتا ہوں۔ بت کے گرز مارا اوس کے پیٹ میں سے بے انتہا دولت
نکلی) اسکے سوا کچھ نہیں کہ متعصبوں نے گھڑا اور سادہ لوح عقیدت مندوں نے نقل کیا۔
مورخ نے مشہور روایت کو نقل کر دیا اسکی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے کہ مٹر صاحب لکھتے ہیں کہ
سومنات کا بت مشہور ان بارہ لنگوں یعنی توالد کی علامتوں میں سے تھا جو ہندوستان کے مختلف
مقامات پر قائم کئے گئے تھے چونکہ محمود نے بت شکن نام اختیار کیا تھا اوس زمانہ کے ایرانی
مورخ سومنات کی تاخت و تاراج سے محمود کے دینی جوش کی ایک روایت منسوب کرتے ہیں
تاریخ فرشتہ کا مصنف بلا لحاظ اس بات کے کہ یہ بت محض ایک ناتراشیدہ پتھر تھا کوئی مورت
نہ تھی بیان کرتا ہے کہ جس وقت محمود مندر میں داخل ہوا تو پجاریوں نے اوس سے بت کے
عوض بے انتہا دولت دینے کا وعدہ کیا مگر محمود نے جواب دیا کہ میں بت فروش مشہور ہونے سے بت
شکن مشہور ہونا پسند کرتا ہوں اور یہ کہکر اپنا گرز اس زور سے مارا کہ بت پاش پاش
ہوگیا۔ اور جواہرات کثیر اوس کے اندر سے نکلے اور اس طرح محمود کو گویا اپنی بے ریا دینداری
کا غیب سے صلہ ملا" اگرچہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اس بے بنیاد قصہ کی ابتدا کیونکر ہوئی تاہم
اکثر مصنفوں نے اسکا بالتخصیص ذکر کیا ہے (تاریخ ہند حصہ دوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں
سومنات کے بت کے توڑنیکی کہانی میرے خیال میں سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی
بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اس
میں ایک مورتی تھی جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ء)
سومنات میں بہت مندر تھے۔ لیکن مشہور بت خانہ میں کوئی مورت نہ تھی بلکہ لنگ تھا ان
اس بت خانہ کا خزانہ زر و جواہر سے مالا مال تھا۔ اور جب محمود نے ہندوستان پر
حملے کئے تو تمام راجوں نے اپنی قوت کا مرکز آخر سومنات کو قرار دیا (واقعات ہند قلمی)
یہ وہ مندر تھا جسکے پجاری اس کے زور و قوت پر فخر کرتے تھے (ملکم صاحب) اصل حقیقت

یہ ہے کہ جب محمود نے متواتر حملے کئے تو قرامطہ اور ہندؤں نے اپنی تمام ثروت سومنات کو منتقل کر دی۔ اور جسقدر محمود کے مدمقابل تھے سب وہاں پہ جمع ہو گئے۔ اسی طرح محمود کو حملۂ سومنات کے لئے مدعو کیا گیا۔ محمود جب یہاں فتح یاب ہوا تو بڑا مندر اک تھا لنگ کے مندر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک یا دیا قلم سے نکلنا دشوار ہے کتاب مادر ہند وغیرہ دیکھنے سے سب قلعی کھل جاتی ہے اس لئے مہذب بادشاہ ایسے مقام کو جہاں شرمناک جرائم وقوع پذیر ہوتے ہوں باقی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے اوسکو توڑا گیا۔ اور وہاں جو خزانہ جنگی مصارف کے لئے تھا ضبط کر لیا گیا۔ اسطرح کثیر التعداد دولت محمود کے ہاتھ آئی۔ دوسرا مندر وہ تھا جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اس خلاف انسانیت رسم کو رحمدل سلطان برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے اسکو بھی منہدم کیا گیا۔ ان دو کے سوا اور کسی بت خانہ کو جو خالص معبد تھے ہاتھ تک نہ لگایا باوجودیکہ وہ زر و جواہر سے معمور تھے۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں اور بتان زرین وہاں (سومنات) بہت تھے (عمدۃ التواریخ صـ۹۴) ان بتان زرین کو چھوڑ دینا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ محمود نے لالچ یا تعصب سے کسی بتخانہ کو منہدم نہیں کیا۔ سرحد ہندوستان سے سومنات تک ہزاروں مندر تھے اور سب میں نذر و صدقات کا مال جمع تھا سلطان محمود نے کسی سے تعرض نہیں کیا۔ یہ صورت معاملہ عقل سلیم کو خود اس طرف رہبری کرتی ہے کہ ان مقامات کے انہدام کی لالچ و تعصب کے سوا کوئی خاص وجہ ہوگی۔ باوجود دور تہذیب و قانونی سخت گیریوں کے دختر کشی کی رسم ہندؤں میں اب تک جاری ہے ٹھاکر بھولا سنگھ نے اس کے متعلق ایک مضمون ایک ہندی اخبار میں شایع کرایا ہے جسکا ترجمہ الامان نے درج کیا ہے (راجپوت قوم میں ایک ایسی برائی سمائی گئی ہے جسپر اگر دھیان نہ دیا گیا تو اس قوم کا خاتمہ ہونا لازمی ہے یہ برائی دختر کشی کی ہے) (۵ دسمبر ۱۹۲۹ء) مندروں کے متعلق یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ آیا مندر مذہبی عمارات میں شمار ہیں یا نہیں تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کے معبد نہ تھے نہ قدیم ہندؤں میں معبد بنانیکا رواج تھا۔ لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصۂ اوّل میں لکھتے ہیں کہ ویدوں میں مورتی پوجا نہیں ہے اور نہ مورتی کا اور نہ مندروں کا ذکر ہے (صـ۸۶) بھگوان بدھ کے وقت میں برہما وشنو اور شو کی پوجا جاری ہو چکی تھی گو یہ پوجا زیادہ تر ذہنی تھی کیونکہ نہ مندر تھے نہ مورتیاں تھیں۔ (صـ۱۸۲) جب یہ مذہبی معبد ہی نہ تھے اور جدید ایجاد بدھ تھی تو اون کے توڑنے سے کسی

سومنات اور ... (کتاب الہند البیرونی)

مذہب کی توہین تھی نہ کسی مذہب میں مداخلت بلکہ ایک امر جدید خلاف مذہب کا استیصال تھا جس کا ہونا ضروری تھا شاید یہی خیال تھا کہ بعض ہندو حکمرانوں نے بھی مندروں کو منہدم کیا اور لوٹا ہے اس کے متعلق چند جگہ حوالجات لکھے جا چکے ہیں۔ لالہ لاجپت رائے "تاریخ ہند حصہ اوّل میں لکھتے ہیں بے شمار مندروں اور مٹھوں اور مقبروں کو زمین سے ملا دیا اور لوٹ لیا (راجہ ہرکل نے یہ راجہ ہندو تھا کیونکہ صفحہ ۲۱۲ پر لکھا ہے کہ شیو کا اپاسک تھا) (صفحہ ۱۱۳)

حفاظت معابد

کفار آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کی معابد کی توہین کیا کرتے تھے اور فساد و جنگ میں مشغول رہتے تھے مسلمانوں پر بھی دست تظلم دراز کیا اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنیکا حکم دیا اور منجملہ دیگر اسباب جنگ کے اسوجہ کو بھی بیان فرمایا۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ۔ یعنی اللہ اگر بعض ظالموں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو درویشوں کے خانقاہیں گرجے مسجدیں سب برباد ہو جاتے "۔

گاندھی جی لکھتے ہیں "۔ میں نے قرآن شریف کو بار بار پڑھا اور حضرت محمد صاحب کے حالاتِ زندگی کا بھی مطالعہ کیا ہے لیکن میں نے ان میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسری کی مذہبی دل آزاری کیجائے یا مورتیوں وغیرہ کو توڑ دیا جائے (ہندو اخبار ملاپ ضروری سنہ ۲۳ء) ایک ملا نے ایک گرجا پر قبضہ کرکے مسجد بنا لیا خلیفہ کو جب اطلاع ہوی تو اوس کے درّے لگائے اور گرجا بحال کیا (پریچنگ آف اسلام)۔

سنہ ۱۹ھ میں جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو وہاں حضرت عیسیٰؑ کی تصویر تھی ایک مسلمان سپاہی کے تیر سے اوس تصویر کی آنکھ پھوٹ گئی عیسائی جمع ہو کر حضرت عمر بن العاصؓ گورنر اسلام کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ تمہارے سپاہی نے حضرت عیسیٰؑ کی آنکھ کو خراب کر دیا۔ ہم اسکا بدلہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمکو اپنے نبیؐ کی تصویر دو ہم اوسکی آنکھ خراب کریں گے حضرت عمروؓ نے اون کو یقین دلایا کہ ہمارے نبیؐ کی تصویر نہیں ہے ہاں ہم موجود ہیں ہم میں سے

جبکی آنکھ تمھارا جی چاہے پھوڑدو. عیسائی اسپر راضی ہوگئے۔ حضرت عمرو نے عیسائی کو خنجر دیا۔ اور اپنی آنکھ سامنے کردی۔ عیسائی نے جب یہ انصاف دیکھا تو خنجر پھینک دیا اور کہا جو قوم اسقدر انصاف پسند ہے اوس سے انتقام لینا قدر دانی کے خلاف ہے۔

ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں سرنگاپٹم میں جو سلطان ٹیپو کا پایہ تخت تھا محلات شاہی کے کھنڈرون کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری مٹھ ہندو پجاریون اور دیار تہیون کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس مٹھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن سلطان ٹیپو کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیئے گئے (اخبار کرم و یر) آلہ آباد کا قلعہ جو مستقلاً اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اوس کے اندر مندر تھا اوس کو توڑنے کا بادشاہ نے کبھی حکم نہیں دیا بلکہ قلعہ کے ساتھ اوس کی مرمت بھی ہوتی تھی (واقعات ہند) سلاطین اسلام کا مندرون کو جاگیرین دینا پہلے بیان کیا جا چکا ہے اورنگ زیب کا زیادہ وقت مہمات دکن میں صرف ہوا لیکن دکن میں کوئی مندر نہیں ٹوٹایا گیا ابتک اوس کے مزار کے قریب ایک مندر باقی ہے اگر وہ مندر توڑتا تو یہ مندر نظر نہ آتا ہندو اخبار دکن پنچ حیدرآباد میں ایک مضمون بطور محضر نامہ ہندو باشندگان محلہ عثمان شاہی حیدرآباد کا مندر دیول پنڈہری ناتھ کے متعلق شایع ہوا ہے جس میں دیول (مندر) مذکور کی تاریخ اسطرح لکھی ہے کہ عالیجناب فوجدار خان صاحب مرحوم نے محض اس دیول کی تعمیر کے لئے زمین عطا فرمایا تھا (آگے لکھتے ہیں) طغیانی میں اس دیول کا کچھ حصہ افتادہ ہوگیا تھا جسکی مرمت کے لئے سرکار (شاہ دکن) سے پوجاری کو معقول امداد ملی تھی (آگے لکھتے ہیں) دیول کو پوجاری نے اوباش کم ظرف لوگونکا مسکن بنادیا (جولائی سنہ ۲۹ء) نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے ہنومان جی کے مندر کی تعمیر میں بہت مدد فرمائی (تاریخ اجودھیا کنور درگا پرشاد صـ۱۸) مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں رعایا پرور صلح کل سلطنت آصفیہ نے اسکے (گرودوارہ گرو گوبند سنگھ

غرض غیر مسلم رعایا کے معابد کی سلاطین حفاظت و امداد کرتے رہے اور کوئی معبد تعصب و ظلم سے نہیں ڈھایا گیا نہ شرعاً ڈھایا جا سکتا ہے۔ اور اراضی و مال مغصوبہ سے مسجد کا بنانا جائز نہیں ہے۔ بعض مسجدون کے متعلق متعصبین نے مشہور کردیا ہے کہ یہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہیں اور ایسی گپون کو بعض مصنفین نے بھی لکھدیا ہے سر مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں ارمغان سلطانی کا خیال ہے کہ مسجد کا نقشہ (گلبرگہ

شان ہی نظر نہیں آتی اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے کوئی شئی اس مسجد میں ہندو وضع کی نہیں (روزنامچہ گلبرگہ صـ۳۲)
دعوی کیا مگر راجہ بھرت پور کی تحقیقات میں یہ دعوی غلط ثابت ہوا۔ (الامان فروری سنہ ۱۹۲۶ء)

ہندوؤن نے خود مندرونکی توہین کی ہے

اب جتنے بت جینیون کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہین وہ شنکرا چاریہ کے وقت مین ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیون نے زمین میں گاڑدیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں (ابن منیر کی لیلا) لالہ رام نرائن لکھتے ہیں آجکل یہ عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہان کوئی مورت ٹوٹی ملجاتی ہے اوسکو لوگ اورنگ زیب کی ٹوٹی ہوئی تبلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے سوامی شنکرا چارج کے زمانہ میں جین اور بدھ مذہب کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اسوقت کے جین اور بدھ کے ہزارہا شکستہ مورتیان اسوقت لاعلمی سے ہندو مندرون ہیں موجود ہیں جن کو میں نے بچشم خود بغور دیکھا ہے مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیان اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصہ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (ہمدم ۴ ڈسمبر ۲۴ء) لالہ ڈپٹی لال لنگم لکھتے ہیں - بنجراج (وزیر ٹیپو) نے مندرون اور شکدون کو تاخت و تاراج کیا (سوانح عمری حیدر علی) میلوکوٹ میں سری وشنو برہمن رہا کرتے تھے اور چونکہ یہ مندزر و جواہر سے مامور تھا اس لئے لالچی مرہٹون نے دست تطاول دراز کیا اور جب اس جگہ کوئی باشندہ نہ رہا تو لوٹ مار کرنے کے بعد مندرون اور بت کدون اور متبرک مقامون کو آگ لگادی (سوانح عمری حیدر علی) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض راجے ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندری کو اکھاڑ دیا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء)

تمام باطل پرستونے معابد کی توہین کی

یہودی :- بادشاہِ ذونواس نے عیسائیون کو زندہ جلایا - اور اون کے معبد برباد کیے (تاریخ قدیم) تم انکی قربان گاہونکو ڈہا دو اور انکے بتون کو توڑدو (خروج ۳۴ و استثنا باب) -

:- عیسائی بدھون کے مندرون کو جو لوگون کی زندگی کا جزوِ اعظم ہے توڑتے اور برباد کرتے (تاریخ جاپان) منجملہ ان عمارتون کے جو ان ظالمون (پرتگیز جنرل البوقرق

کی فوج) کے ہاتھوں سے تباہ ہوئیں۔ (کالی کٹ میں) ایک جامع مسجد بھی تھی جس کو آگ لگا کر ان
کفار نے خاک سیاہ کر دیا (تحفۃ المجاہد) اس ہی جنرل نے عدن پہنچ کر ایک دستہ فوج عرب کی طرف
روانہ کیا تھا کہ روضۂ رسول کریم کو منہدم کر کے جسد اطہر کی بے حرمتی کرے۔

بودھ:۔ موجودہ جنگ چین کے متعلق تمام اردو انگریزی ہندی اخبار راوی ہیں کہ چینیون
نے گرجا مسمار کئے انجیلیں پھاڑین۔ حوالہ کے لئے ایک ہی اخبار کا نام کافی ہے۔
(الامان جنوری سنہ ۲۷ء)

زرتشتی خسرو پرویز (شاہ ایران) نے یروشلم پر حملہ کیا اوس میں جسقدر مقدس
عبادت گاہیں اور مقامات تھے سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا (تاریخ ایران
سر جان ملکم صفحہ ۲)

جین:۔ جب حکومت وہان (کشمیر) کی اشوک جو چچیرا بھائی راجہ جنک کا تھا کو پہنچی
تو برہمنوں کے معبدون کو گرا دیا۔ اور آئین جین کا اختیار کیا (عمدۃ التواریخ
صفحہ ۲۴ مصنفہ رتن لال)

ہندو:۔ شنکرا چارج نے بودھوں جینیون کے بت توڑے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے)
ہنٹر صاحب راجپوتون کے متعلق لکھتے ہیں مسجدون کو مسمار کرتے (تاریخ ہند)۔
راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں سداشیو رائو بھاؤ نے مسجد اور مقبرون کو لوٹ پوٹ اور توڑ پھوڑ سے
خالی نہ چھوڑا (آئینۂ تاریخ نما) نالند کی خانقاہ (بودھون کا معبد) کو برہمنون نے تین بار مسمار
کیا (تاریخ ہند) پشپ متر کے وقت میں بودہ مذہب کے ساتھ بہت کچھ سختی ہوئی کہا جاتا ہے کہ
پشپ متر نے بہت سے بودھ مٹھ و مندر جلا دئے (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہندر ورمان
راجہ نے شیومت اختیار کیا اور جینیون کی مشہور مٹھ پاٹلی پترہ کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ
کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) بعدہ دامندر اوسکا (راجہ جلوک) کا بیٹا (راجہ کشمیر ہوا) اس نے متعصب
برہمن اون لوگون کو جو بودھ کے طریق پر تھے غالب آ کر اون کی پرستش گاہ کو خاک در خاک
کیے (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۲۴) مسجدیں اور خانقاہیں چندیری اور سارنگ پور اور
رنتھنبور کی دیکھیں (بابر نے) کہ ان میں رائے سین نے کفار حربی رانا اور میدنی رائے کے حکم سے
سگِ حیوانات کا کر کے گوبر سے لیپا تھا (تاریخ فرشتہ) اکثر ممالک اوس کے (فیروز شاہ کے)
اپنے تصرف میں لایا (راجہ دیو رائے) اور مساجد مسمار کرنے اور غارت و قتل عام ارباب اسلام

مین تقصیر و مضایقہ نہ کیا۔ (تاریخ فرشتہ) قاضیون کو پکڑ کر (راجپوتون نے) اونکی ڈاڑھیان منڈوائیں۔ قرآنون کو کنوؤں میں پھینک دیا۔ (ٹاڈ راجستان جلد اول صفحہ ۲۶۰) رہا یہ امر بعض متعصب سکھ جتنی مسجدین عبادت گاہیں تھیں وہ سب مسمار کرا دیں (بندا بیراگی نے) بلکہ اونکے (مسلمانون کے) بڑے بڑے پیر بہاء الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھدوا کر اون کی ہڈیان تک آگ میں جلوا دیں (شمشیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

مسلمانون کی رواداری

مسلمانون کی رواداری گزشتہ بیانات سے بخوبی ثابت ہو گئی ہے لیکن اس موقع پر چند حوالون کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُم بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ یعنی اللہ تم کو احسان اور انصاف کرنیکا حکم دیتا ہے۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا یعنی کسی قوم سے عداوت کی وجہ سے ناانصافی نکرو۔ (اور اہل کتاب جن میں پارسی بھی شامل ہیں اونکی جو محافظت مسلمانون نے کی اسکے شاہد ہیں مسٹر نریمان) وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی (تاریخ چارلس پنجم) موسیو رہبان لکھتے ہیں مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروت ہے عیسائیون کو مسلمانون نے سکھایا۔ (سفر مشرق) حضرت محمد صاحب کی ایک اور خوبی جسکی آجکل اس بدنصیب ملک (ہند کے لوگوں میں کمی ہے وہ آپس کے معاملات میں عفو اور رواداری ہے۔ (لالہ جگناتھ بی۔ اے۔ ایل ایل بی کبیر والا) یہودی مورخ ابوالفتح السامری لکھتا ہے محمد نے اہل شریعت (یہود و نصاریٰ) میں سے کسی کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی (تاریخ آباء الیہود مطبوعہ لیڈن صفحہ ۱۸۰)

ہندوؤں کی رواداری

ادہرمی (غیر مذہب کا آدمی) خواہ سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ نہایت طاقتور صاحب لیاقت بھی ہو تو بھی اوس کی بربادی تنزّل و تخریب میں لگا رہے۔ (ستیارتھ پرکاش سمہت) وید کے مخالف کو ملک سے نکالدینا چاہیئے (ستیارتھ پرکاش سمولاس ۳ صفحہ ۵۹) ارتہمات ادہرمی پرش کسی دیس میں نہ رہنے پاویں۔ ادہورت منش سب ہم لوگون کے نواس استھانون سے دور چلے جاوین (رگوید بھاشیہ مطبوعہ سنہ ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۷۱) ہندوستانی دراوری نسل اپنی تہذیب کے اعلیٰ درجہ پر تھی اور آریہ لوگون نے اون کو جنوب کی طرف ڈھکیل دیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) ہندو اخبار رعیت حیدرآباد میں کشمیری کانفرنس کی روئداد شایع ہوئی ہے اوسکا ایک ریزولیوشن یہ ہے:۔ (کانفرنس کا یہ اجلاس افسوس سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ دربار کشمیر گزشتہ چند سال سے ان تجاویز کو جو کانفرنس سالانہ اجلاس میں منظور کرتی ہے اور دربار کو بھیجتی ہے توجہ کرنا تو کجا جواب دینے سے بھی قاصر ہے جو معمولی رواداری کا تقاضا تھا اور باوجود کانفرنس کے متواتر مطالبات کے مسلمانان کشمیر کے مصائب کو دور کرنے کی طرف توجہ نہیں کیگئی۔ (آگے لکھتا ہے) پتھر مسجد اور دیگر مساجد جن پر ریاست نے قبضہ جما رکھا ہے مسلمانون کو آباد کرنیکی غرض سے فوراً واپس کی جائیں (مئی سنہ ۲۹ء)

مسلمانون کا عہد حکومت

گزشتہ بیانات سے مسلمانون کی رواداری عدل و انصاف رعایا پروری کا کافی ثبوت ہوچکا ہے۔ ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے" (الامان جون سنہ ۲۵ء) مسٹر بھوپیندر ناتھ جاسو لکھتے ہیں (حقیقی جمہوریت کا ولولہ۔ رواداری۔ مساوات کی خوبیان اسنے (اسلام) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلادیں۔ مسٹر روبن سن لکھتے ہیں (اوہنون نے (مسلمانون) کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔")

ہندوا کا عہد حکومت

غیر آریہ بودھ وغیرہ جن قوموں پر ہندو حکمران ہوئے اون کے مذہب اون کے معبد سب کو بگاڑا اور ایسے ایسے مظالم کئے کہ وہ ترک وطن پر مجبور ہوئے یا انتہائی ذلت کی زندگی پر قناعت کرنا پڑی۔ اس بیان کے متعلق بہت سی روایات اوراق گزشتہ میں گزر چکی ہیں۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں وہ (غیر آریہ) آریہ حملہ آوروں کی یورش سے ہند کے میدانوں سے ہٹا دئے گئے ہیں وہ مثل معدوم شدہ جانوروں کے پنجروں کے جو گویا پہاڑوں کے دبے پڑے ہوں پہاڑوں کے درمیان پوشیدہ ہے (تاریخ ہند) نویں صدی عیسوی میں ان کے (بودھ) مقلد ہند سے جبراً نکالدئے گئے (تاریخ ہند) آل انڈیا آف دی ہندو کانفرنس الہ آباد میں مسٹر جی۔ اے گوے۔ ایم۔ ایل۔ سی نے کہا کہ میری رائے میں ہمارے معاشرتی اور مذہبی مشکلات کو دور کرنے کیلئے حکومت خود اختیاری کی ضرورت نہیں۔ ہندو راج کا جو تجربہ گزشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اب بھی اونچی ذات کے ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت ہماری حالت پہلے سے بُری ہوگی مسٹر مانک نے کہا ہمارے آباؤ اجداد ہی ہندوستان کے اصلی باشندے اور مالک تھے باہر کے لوگوں نے آکر جسطرح بن پڑا اون کو شکست دی اور حملہ آوروں نے اصلی باشندوں کو موجودہ حالت تک پہنچا دیا اور اونکو اچھوت کہنے لگے۔ (الامان جنوری سنہ ۲۸ء) اچھوتوں کی کانفرنس نے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ منوسمرتی اور ایسی ہی کتابوں کو جن سے انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے یہ کانفرنس خیال کرتی ہے کہ اظہار نفرت کے طور پر ہمیں ان کتابوں کو جلا دینا چاہئے (ہشتم جنوری سنہ ۲۸ء ہندو اخبار چاند فروری سنہ ۳۰ء سے اخبار الامان نے ایک مضمون نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کے عہد حکومت میں بھی ہندو اپنی دسترس کے موافق اچھوتوں کو ستانے اور ذلیل کرنے میں کسر نہیں کرتے اخبار مذکور لکھتا ہے "آپ گانوں میں جائے اور وہاں کے زیادہ تر زمینداروں و نیز اونچی ذات والوں کی زیر دستیوں کو دیکھئے جو کہ وے اچھوت ذات پر کرتے ہیں وہاں ہر وقت بدفعلی کا بازار گرم رہتا ہے۔ مکار برہمن وغیرہ کے کھیتوں میں اچھوت ذات کی عورتیں زبردستی خواہ مختلف قسم کے لالچ سے ان شیطانوں کی آتش شہوت بجھانے کے لئے بلائی جاتی ہیں اگر اس واقعہ کو ان بہنوں کے والدین بھائی برادری اور شوہر وغیرہ دیکھ لیں تو بھی انہیں چوں کرنیکا حق نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے پر اون کی جان کا خوف ہے اسطرح پر آج ہندو قوم کے ہی ہندوؤں پر جنہیں زبردستیاں ہو رہی ہیں (۲۳ فروری سنہ ۳۰ء) بیان اچھوت لیڈر ویر راتنی دیو داس جی جانیو ہندوستان میں جو سات کروڑ اچھوت مانے جاتے ہیں وہ اسی ملک کے اصل باشندے ہیں ایک

وہ واقعہ یہ ہے کہ ... زندگی بسر کرتے ہیں اور ... اسی ... ہو ... یہ خواہش ہوئی کہ اس ملک پر ہمارا قبضہ ہو جائے ... انہوں نے ... شروع کی لیکن شکست کھائی ... اصلی باشندوں ... اور انہوں نے ... اصلی باشندوں ... کر لیا اور ... اسی طرح وہ ... ہو گئے

متعصب معترض

بعض لوگوں نے سلاطین اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ہندوؤں پر مظالم کی من گھڑت داستانیں لکھ کر کتابیں شایع کی ہیں۔ اون میں ایک مشہور کتاب سفیر کشمیر ہے اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ یہ ناقابل اعتبار ہے (پریچنگ آف اسلام) جو جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقایع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں آج اونکی تحقیق پر پتہ چلگیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کے باعث ہیں (ہیروز اینڈ ہیرو واشپ صفحہ ٦) گاندھی جی (ستیارتھ پرکاش اور پنڈت دیانند کے متعلق) لکھتے ہیں اتنے بڑے مصلح کے قلم سے ستیارتھ پرکاش جیسی مایوس کن کتاب کا نکلنا حد درجہ افسوسناک بات ہے سوامی دیانند کا دعوے ہے کہ میں سوائے حق کے اور کسی چیز کا وکیل نہیں۔ لیکن اونہوں نے جین دہرم اسلام مسیحیت اور خود ہندو دہرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں، (ینگ انڈیا) پنڈت ستکیتو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں۔ میں خود بھی آریہ سماجی ہوں ویدوں اور رشی دیانند کا کٹر پیرو ہوں۔ (مالگرت جولائی سنہ ۲۴ء) اس ہی پروفیسر کا مضمون ہندی رسالہ بھارت متر میں ہے۔ بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے (سنہ ۱۹۲۴ء) شاستری جی جسوقت ستیارتھ پرکاش پڑھتے ہیں ... ہے بلکہ یہ تو کسی جاہل کا لکھا ہوا ہے

دلیکن بہ ہمہ ہر کہ تف افگند
ہانان ہماں تف بروئیش فتد

... جو اصلی باشندے ... رہنے ... ان کے ساتھ یا ... دیا گیا ... علیحدہ کر دیا اور ... سمجھنے لگے لیکن ... نہیں کیا جاتا ...

مضامین ہنود

(۱)

"ہندو مضمون نگاروں کے وہ مضامین جن کا حوالہ میں نے گزشتہ ابواب میں دیا ہے اگرچہ وہ بھی متعصبانہ نوک جھونک سے خالی نہیں لیکن پھر بہت کچھ قرین تحقیق و انصاف ہیں۔ چونکہ وہ مختلف اخبارات میں شائع ہوئے ہیں اس لئے میں اون کو اس باب میں مکمل طور پر نقل کرتا ہوں تاکہ حوالوں کی تطبیق میں سہولت ہو۔"

(از اخبار ہمدم لکھنؤ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹ء)

شہنشاہ اورنگ زیب کا طریقِ عمل ہندوں کے ساتھ

(نوشتہ بابو رام نرائن سابق مینجر ریاست رام نگر دھمیڑی ضلع بارہ بنکی)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حالات کو انگریزی مؤرخوں نے اپنے فرائض کی بنا پر ایک خاص رنگ دیا ہے عام طور پر ممدوح کو متعصب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اونہوں نے ہندؤں کے معبدگاہ تباہ و برباد کئے اون کو انواع و اقسام کی تکالیف پہنچائیں مگر یہ امر غور طلب ہے کہ یہ افواہیں کس حد تک صحیح اور درست ہیں اور کس حد تک رنگ آمیزی ہے جنکی بنیاد قیاسات یا بازاری افواہوں پر مبنی ہیں۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں مندروں کی تباہی ہرگز نہیں ہوئی نہ شہنشاہ کو اس بارہ میں کوئی مذہبی تعصب یا عناد تھا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہو تو وہ پولٹیکل مصالح اور اوس وقت کے واقعات سے

متعلق ہے۔ شہنشاہِ ممدوح کے غیر متعصب ہونے اور عموماً بُت شکن نہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ضلع سیتاپور میں مصرکہ ہندون کا ایک مشہور معبدگاہ ہے۔ مصرکہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جسکے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنتِ موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازان جملہ چند مواضع ابتک مہنتِ موصوف کے قبضہ میں ہیں۔

۲۔ مضافاتِ متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیوجی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہِ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤن عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں۔ اور اسی طرح ممکن ہے کہ بہت سے ہندو معابد کے لئے بادشاہ موصوف کی طرف سے معافیات عطا کی گئی ہوں۔

۳۔ لبِ دریاء جمنا الہ آباد کا قلعہ شہنشاہِ اکبر کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا اس قلعہ کے اندر ہندؤن کا ایک معبد ایک وسیع تہہ خانہ کے اندر ابتک موجود ہے۔ اس تہہ خانہ کے اندر ایک برگد کا درخت ہے (آگے کچھ عبارت اڑی ہوئی ہے) ہندؤن کی مذہبی مورتیاں وہاں رکھی ہوئی ہیں۔ ہزارون ہندو اس قت تک درشن کے لئے روز وہاں آتے جاتے ہیں۔ ہندو پنڈے پوجاری اُس کے اندر اپنے عقائد کے بموجب پوجا کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ قلعہ مسلمہ طور پر شہنشاہِ اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اور شہنشاہ موصوف اس معبدگاہ کو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ تباہ اور مسمار کرسکتے تھے۔ مورتیون کی ساخت اور جسامت سے پایا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں ہزارہا سال کی بنی ہوئی ہیں اور ان مورتیون میں سے کوئی بھی مورتی ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اگر مذہباً شہنشاہِ اورنگ زیب کو بت شکنی کی عادت ہوتی تو سب سے پہلے ان مورتیونکا قلع قمع کردیا جاتا

۴۔ آجکل یہ ایک عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے تو اوس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے۔ سوامی شنکراچاریہ کے زمانہ میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اوسوقت کی ہزارہا جین و بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اسوقت لاعلمی سے بند و مندروں میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشمِ خود بغور دیکھا ہے۔ مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصۂ دراز پہلے شکست کی جا چکی تھیں۔

۵ - کاشی میں بشوناتھ جی کا مندر ضرور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد حکومت میں توڑا گیا لیکن بادی النظر میں اُس مندر کے توڑنیکا سبب مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اوس کی تہ میں پولٹیکل ضرورت معلوم ہوتی ہے اورنگ زیب کے بڑے بھائی دارا شکوہ بنارس کے صوبیدار تھے اور یہ امر ضروری ہے کہ اون کا بنارس خاص میں بہت کچھہ اثر رہا ہوگا یہ بہت ممکن ہے کہ دارا شکوہ کے شکست دینے کے بعد اور بنارس میں مسلمانوں کی آبادی بڑہنے پر اورنگ زیب نے بنارس میں مسجد بنانا تجویز کیا ہو اور دارا شکوہ کی پارٹی یا عام ہندو تعمیر مسجد میں حارج ہوئے ہوں اور بادشاہ موصوف نے اون کے دبانے کے لئے مندر توڑ کر تعمیر مسجد کیلئے حکم صادر کر دیا ہو امید ہے کہ صاحبانِ اہل بصیرت تعصّب کا چشمہ اُتار کر اس معاملہ کی بابت محققانہ غور فرمائینگے۔

(از پیسہ اخبار لاہور ۲۸ ہر جنوری سنہ ۱۹۲۶ء)

قدیم طریق کا سنگھٹن اختیار کرنا چاہیے

(نوشتہ بابو پرتاب سنگھ صاحب)

لوگ کہتے ہیں کہ سنگھٹن نئی ایجاد ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ہندو مذہب اور ہندوستان کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ سنگھٹن ہندو دہرم کا قدیمی اصول ہے۔ زمانہ سابق میں ہندوستان میں اگرچہ بہت سے راجے مہاراجے راج کرتے تھے مگر درحقیقت وہ سب ایک ہی اصُول کے عامل تھے اوس زمانہ میں ملک میں نہ کوئی کانفرنس تھی نہ سبھا تھی۔ بڑے بڑے مقدس مندروں میں جو عابد عالم رہتے تھے اون ہی کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی کوئی فرمانروا مندر کی تجویز سے سرتابی نہ کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کیا تھے دین و دنیا کی ترقی کے سبز باغ تھے۔ اگر ایک طرف اُس میں عابد عبادت کرتے تھے تو دوسری طرف عالم درس دیتے تھے ایک طرف کتب خانہ تھا تو دوسری طرف اکھاڑا ایک طرف لنگر تھا تو دوسری طرف شفا خانہ امور مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط جنگ

وبا میں کام آتا تھا۔ راجاؤن کا کام مندرون کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ وہ تجاویز انصاف اور عدل کی ترازو میں تلی ہوئی ہوتی تھیں۔ راجہ راجہ کے نوکر راجہ کی فوج راجہ کے غلامون کے سوا جسقدر رعایا تھی سب پر فوجی خدمت واجب تھی۔ بعض موقعون پر رانیون اور باندیون نے ایسے ایسے اہم میدان سر کیئے ہیں کہ جوش کر عقل دنگ ہوتی ہے۔ رعایا پر ایک ہلکا ٹیکس مالگزاری تھی اور بعض غیر اقوام سے علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے ایک تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا

جب برا وقت آیا تو سب سے پہلے راجاؤن نے مندر کے احکام سے سرتابی کی بعض راجہ ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندر ہی کو اکھاڑ دیا۔ جب یہ حالت ہوئی تو بزرگوں نے تمام کامون سے دستکشی اختیار کی اور اونکی جگہ بعض مندرون پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہو گئے۔ اب صدیون کے بعد سنگھٹن کا مبارک لفظ کانون میں آیا تو باغ امید لہلہانے لگا مگر نتیجہ دیکھا تو خلاف۔ یہ قصور طرز عمل کا ہے ورنہ سنگھٹن تو ایک مبارک تجویز ہے۔ سنگھٹن کا پہلا اصول انصاف و رواداری ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ موجودہ مفاسد میں سنگھٹن کا ہی قصور ہے۔ قصور فریق ثانی کا بھی ضرور ہے میں یہ کہونگا کہ جب ایک فریق رحم و عدالت کا پابند ہو جاتا ہے تو دوسرا خود شرما جاتا ہے ہمارے لیڈر اگر درحقیقت ملکی و ترقی کے خواہان ہیں تو اون کو دورِ گزشتہ کے سنگھٹن پر نظر کرنی چاہئے

مسلمان حملہ آوران ہند کی بے تعصبی

(از پیسہ اخبار لاہور۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۶ء)

اسلام ہندوستان میں خلیفہ عمر کے زمانہ میں آگیا تھا۔ مالابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہو گئے تھے اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ راجہ نہایت مہربانی سے اون سے پیش آتا تھا یہ لوگ عزت و آرام سے رہتے تھے اور نہایت آزادی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے راجگان ہند میں سے کوئی تبلیغ میں خلل انداز نہ ہوا نو واردون اور نو مسلمون کے وہی حقوق تھے جو ہندوؤن کے تھے صرف اون سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندرون کے لئے لیا جاتا تھا باقی تمام ٹیکس وغیرہ اور قوانین اُن کے لئے وہی تھے جو ہندوؤن کے لئے تھے یہ سخت غلطی ہے کہ مسلمانون کی معرکہ آرائیون کو مذہبی قرار دیا جائے واقعات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ تمام لڑائیان ملک گیری

اور ملک داری کے لیے تھین مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ سب سے پہلی لڑائی کا باعث یہ تھا کہ
جب شاہ ایران اور اسلام میں جنگ ہوئی تو شاہ ایران نے راجہ سندھ سے امداد چاہی۔ راجہ
چچ نے ایک رسالہ جاٹون کا مع ہاتھیون کی فوج کے مدد کے لیے روانہ کیا۔ جب اسلامی فتوحات
کامکران تک سیلاب پہنچا تو راجہ چچ کو یہ خیال ہوا کہ ہمسایہ سلطنت کا ملک اجنبیون کے قبضہ
میں جا رہا ہے۔ ہم کو باوجود مدد دینے کی بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس خیال سے راجہ نے مکران
پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ عمرؓ نے اس پاسطوت راجہ سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن تھوڑے عرصہ
بعد جب راجگان ہند میں پھوٹ پڑ گئی تو خلیفہ عثمانؓ نے حملہ کر کے مکران چھین لیا۔ کیونکہ وہ
سلطنت ایران کے مقبوضات کو اپنا حق سمجھتے تھے اس کے بعد اور دو ایک معمولی لڑائیاں ہوئیں
دوسری جنگ کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ جب راجہ چچ کے بیٹے داہر نے اپنی حقیقی بہن کو بیوی بنا
لیا تو اس کے اس فعل ناشائستہ سے ناخوش ہو کر چند راجوں نے داہر پر چڑھائی کی تو محمد علافی
جو مع پانسو ہمراہیون کے دربار خلافت سے راندہ اور ناراض ہو کر داہر کے ملک میں مقیم تھا
داہر کا شریک جنگ ہوا اور اوس کی بہادری سے داہر فتحیاب ہوا۔ داہر نے محمد علافی کو اپنا
وزیر بنایا۔ محمد علافی چونکہ خلیفہ سے ناراض تھا اس لیے اکثر سلطنت خلافت کے تذکرے
بُری طرح کرتا تھا جس پر راجہ اور عمالِ ریاست کے خیالات خلافت کی طرف سے اچھے نہ تھے۔ اسی
عرصہ میں دیبل (کراچی) پر ایک بیڑا اون جہازون کا پہنچا جس میں سراندیپ کے حاجی سوار تھے
اور خلیفہ کے لیے اوس میں تحفے بار تھے ان جہازون کو راجہ کے گورنر والئی دیبل نے لوٹ لیا اس پر
برہم ہو کر خلیفہ نے محمد قاسم کو فوج کشی کا حکم دیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔
اور ان لڑائیون میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے
برہمن آباد کے مندرون کی مرمت کرائی۔ برہمنون کو معزز عہدے دئے۔ یہ سردار ایسا ہر دلعزیز
تھا کہ رانی لاڈی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر
کیرج کے ہندوؤن نے اور بودھون نے اس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ تیسری جنگ
کا سبب یہ تھا کہ خود مسلمانون میں ایک فرقہ پیدا ہوا جو ملحدانہ انارکسٹانہ عقائد رکھتا ہے اون کو
قرامطہ کہتے تھے یہ لوگ اسلام و اہل اسلام اور سلاطین کے جانی دشمن تھے اس فرقہ والون نے
ہندوستان میں آکر اول سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بہ امداد بعض راجگان نیست
نیست کیا اور اوس کا ملک راجون میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست جو ملتان

میں تھی یہ سازش راجہ جے پال زیر و زبر کیا۔ اوس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا۔ قرامطہ اوس کے خلاف سازش کرتے تھے اور وہ قرامطہ کی تلاش اور سزا دہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے راجہ جیپال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرا دیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ باقی تمام محمودی حملے اس ہی سلسلہ میں ہوئے۔ ان تمام لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا نہ کوئی جبراً مسلمان بنایا گیا۔ پھر جہان جہان سلطنت غزنی کا قبضہ ہوتا گیا قرامطہ دوسری جگہ چلے جاتے رہے۔ راجگان ہند ان کے طرفدار رہے کیونکہ اونہون نے ہندؤن میں اچھا اثر پیدا کیا تھا اونہون نے اپنے عقائد کو ہندو مذہب کے قریب قریب ملا کر دکھلا دیا تھا جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اوسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک تھا اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بت تھا اوس کے آگے خودکشی کرنا باعث نجات سمجھا جاتا تھا۔ آخر میں قرامطہ نے سومنات کو مرکز قرار دیا اور اکثر راجے اون کے شریک حال ہوئے تب محمود نے سومنات پر حملہ کیا۔ سومنات کے بت توڑنے کی کہانی میرے خیال سے سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا۔ ہاں اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اوس میں ایک مورتی تھی جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی محمود نے کئی راجون کو ملک بخشی کی اور ہندؤن کو عہدے دیئے اسی طرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلودہ ہے۔ اورنگ زیب نے ہندؤن کو جاگیرین دین اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے۔ اوس زمانہ کے ہندو بزدل یا ایمان فروش نہ تھے۔ باقی اورنگ زیب سے ہندو ناخوش ضرور تھے اسکا باعث یہ تھا کہ ہندو دارا شکوہ کی سلطنت چاہتے تھے جو اکبر سے زیادہ ہندؤن کا گرویدہ تھا اورنگ زیب نے جو مندر منہدم کرائے اوس کے چند وجوہات تھے ایک وہ مندر ڈھایا جو راجہ نرسنگ دیو ابوالفضل کو قتل کر کے اوس کے مال سے بنایا تھا جسپر مسلمان مشتعل ہو گئے تھے اور۔ ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے باصرار بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا کیونکہ وہان کے پجاریون نے اوسکی عورت کو غائب کر لیا تھا۔ اسیطرح ٹیپو سلطان نے بھی ہندؤن کے ساتھ کافی رعایات کین ہندؤن کو جاگیرین دین۔ اور اوس کا وزیر بھی ہندو تھا سلطان ٹیپو کو مذہب سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

غرض ابتدائی زمانہ سے لیکر آخر دور سلطنت مغلیہ تک مسلمانون ہندؤن کے

مناقشات ملکی تھے نہ کہ مذہبی ابتدا میں ہندوں نے اون کے ساتھ پوری دستیداری کا
تعلق قایم کیا۔ رانی لاڈہی نے محمد قاسم سے نکاح کیا۔ عبداللہ اشتر بن محمد المہدی بن عبداللہ
بن حسن بن حضرت علی سے راجہ سندھ نے اپنی لڑکی بیاہ دی یہ واقعہ ۱۴۸ ہجری کا ہے ۵۰۳ ع
میں سلطان شہاب الدین نے جب اوچ پر حملہ کیا تو راجہ اوچ کی رانی نے پیغام بھیجا کہ
اگر تم میری لڑکی سے نکاح کرنیکا وعدہ کرو تو میں راجہ کا کام تمام کر دوں۔ چنانچہ سلطان
نے وعدہ کیا اور رانی نے راجہ کا کام تمام کر دیا۔ سلطان نے راج کماری سے نکاح کرلیا۔
غرض ہمیشہ تعلقات بہتر رہے ہیں افسوس ہے کہ آج اون تعلقات کو بری صورت میں پیش
کیا جاتا ہے اور اون سے ناروا طور پر کام نکالا جاتا ہے۔ راقم منوہر لال روہری :-

---

(از پیسہ اخبار لاہور ۔ ۲ ڈسمبر سنہ ۱۹۲۶ عیسوی ۔)

ہندوستان میں جسقدر فرماں روا گذرے ہیں اون میں سب سے زیادہ
جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا لیکن اوس نے
بدقسمتی سے ایسا زمانہ پایا کہ جو سلطنت مغلیہ کے آفتاب اقبال کے غروب اور غیر ملکیوں کے
ماہ دولت کے طلوع کا قریب زمانہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ کو ہندوستان میں منافرت
پھیلانیکا آلہ بنایا گیا ہے اور بادشاہ اورنگ زیب پر جسقدر الزامات ہیں اگر اون پر منصفانہ
نظر کی جائے تو وہ سب لغو ثابت ہوں گے۔

پہلا الزام یہ ہے کہ اوس نے باپ کو تخت سے بیدخل کیا۔ حالانکہ اس خدمت کو
دارا شکوہ انجام دے چکا تھا۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑا اور اون کو قتل کیا۔ تاریخوں کے دیکھنے اور

واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی اور اس قسم کے واقعات تخت و تاج کے لئے ہر ملک و قوم میں ہوئے۔ اورنگ زیب کی جان کا تحفظ سوائے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق بھی غالب ہوتا اوس کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

تیسرا الزام یہ ہے کہ اوس نے ہندؤن کے مندر منہدم کرائے۔ اورنگ زیب کے عہد میں ایسا ضرور ہوا لیکن سوائے ایک دو مندرون کے اکثر کے متعلق شاہجہان اپنے عہد میں انہدام کا حکم دے چکا تھا۔ اور یہ وہ مندر تھے جو مسلمانون کے مکانات پر تصرف کر کے تعمیر کئے گئے تھے۔ باقی مندرون کے متعلق بھی ضرور کوئی خاص امر ایسا ہوگا کہ جسکی وجہ سے بادشاہ نے اونکا انہدام ضروری سمجھا ہوگا۔

یہہ بادشاہ خشک مزاج امن پسند سلامت رو تھا۔ یہ خواہ مخواہ کے ہجوم اور خلاف تہذیب امور کو پسند نہ کرتا تھا۔ رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کیلئے اس نے بعض میلے بھی بند کئے جس میں ہندو مسلمانون دونون کے جلوس شامل تھے اسی کے ساتھ بعض مندرون کو جاگیرین بھی دین۔ جاتریوں سے ٹیکس موقوف کیا۔ واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس بادشاہ نے جس جگہ سختی کی وہاں کوئی امر نامناسب ضرور ہوگا کیونکہ اگر ایسی بندشون کا باعث مذہبی عناد ہوتا تو اور مذہبی میلے اور معابد بھی اوس کے ہاتھ سے نہ بچتے۔ دارا شکوہ و سلاطین دکن کے خیر خواہون نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کین جن کے مہتمم ہندو تھے اور اون میں ہندو مسلمان دونون قومیں تعلیم پاتی تھیں اوس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنیکا حکم دیا لیکن خالص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ میری تحقیقات کے موافق اگر خلاف انصاف و مصلحت سلطنت اس بادشاہ سے کوئی کام ہوا ہے تو وہ غیر مسلم جنگی خدمات سے علٰحدہ گی رکھنے والون پر جزیہ کا قایم کرنا تھا۔ یہ ضرور ایسا ٹیکس تھا جس سے لوگون کے دل میں توہین کا خیال پیدا ہوا ہوگا اور یہی بد دلی سلطنت مغلیہ کی تباہی کو منہدم میں لے پہنچی۔ جسطرح اخیر زمانہ کے بودھ راجاؤن نے غیر بودھون پر ایک خاص محصول قایم کر کے غیر مذہب کے لوگون میں بد دلی پھیلا دی تھی۔ یہ بادشاہ بے حد ثنا و صفت کا مستحق ہے لیکن بجائے تعریف کے بدنامی کا داغ اوس کے نام پر لگا ہوا ہے اگر کوئی

مجھسے پوچھیے تو صاف کہدون کہ اسکا باعث بڈہے باپ کے دل کا دکھانا تھا۔ اگرچہ شاہجہان خود بھی اپنے بھائیون کے ساتھہ یہی برتاؤ کرچکا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب نے جو کچھہ کیا بہ مجبوری کیا۔ لیکن آخر دارا شجاع مراد اوسکی اولاد تھے چاہے کچھہ تھا اوس کا کیونکر دل نہ دکھا ہوگا اور کیون نہ اوس کے دل سے بددعا نکلی ہوگی۔ (راقم منوہر لال زتشی)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۲۰)۔ دشمنون کے ظلم و ستم قتل و غارت کی جب حد نہ رہی تو ہجرت کے پہلے سال جنگ جہاد کا حکم ہوا موافق و مخالف تمام تاریخین شاہد ہیں کہ اسوقت تک مسلمان جنگ کا نام لینے کی قابل بھی نہ تھی مخالفین کی طاقت تمام جزیرۃ العرب پر چھائی ہوئی تھی لیکن باوجود غلبۂ کفار اور بےکسی و ناداری رسالتمآب و صحابہؓ کے حکم جہاد سے پہلے ہزارون مسلمان ہوچکے تھے جبری اشاعت کا الزام لگانیوالے بتلائیں کہ یہ ہزارون مسلمان کس تلوار نے بنائے تھے کیونکہ سب سے پہلی جنگ بدر میں جب رسول کریمؐ دشمنون کے مقابلہ کے لئے نکلے تو تین سو تیرہ جانباز ساتھ تھے یہ تعداد جنگ آور ونکی تین ہزار سے کم مردم شماری سے حاصل نہیں ہوسکتی اسلئے ماننا پڑیگا کہ اسوقت مسلمانون کی آبادی مدینہ میں تین ہزار تھی ان کے علاوہ مکہ میں بھی کافی تعداد تھی جن کو کفار نے روک رکھا تھا پھر اطراف مکہ و مدینہ میں بھی تہوڑی تہوڑی مسلمان تھے سو یا کچھہ زیادہ تعداد مسلمانون کی حبشہ (افریقہ) میں پناہ گزین تھی۔ نجاشی شاہ حبشہ نے قبیر جنگ و جدال نامہ و پیام کے مہاجرین کے حالات دیکھکر اوسنے تعلیمات اسلام کو معلوم کرکے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا ایرانیونکی جنگ سے قبل ایران میں اسلام پہنچ چکا تھا سلمان فارسیؓ وغیرہ مسلمان ہوچکے تھے۔ رومیونکی لڑائی سے پہلے صہیب رومیؓ وغیرہ مسلمان ہوچکے تھے ہندستان میں بھی جیسا کہ آگے مذکور ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں اسلام پہنچ گیا تھا باقی ہندستان میں عام طور پر اشاعت اسلام بزرگان دین کے ہاتھ سے ہوئی جیسا کہ اوس مضمون سے ظاہر ہوگا۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد نے چند واقعات صفحات ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ پر اس قسم کے بیان کئے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ دکن میں اشاعت اسلام ایک بزرگ درویش خواجہ سراج الدین حیدری نے کی اور بہت سے جوگی وغیرہ مسلمان ہوگئے (روزنامچہ ناگپور) الغرض دنیا کے تمام حصص میں جنگ و جدال سے پہلے اسلام کا داخل ہوجانا تاریخ و واقعات سے ثابت ہے چین میں بھی اسلام آنحضرت علیہ السلام کے عہد مبارک میں شایع ہوگیا تھا اسکے متعلق یہ روایتیں ہیں چین کے بادشاہ تانگ نے رات کو دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا صبح کو نجومیون سے دریافت کیا عرب کے دیس میں ایک پیغمبر ہوگا اسکے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا اسنے تحقیق کیا تو حضور علیہ السلام کی بعثت کا حال معلوم ہوا وہ مسلمان ہوگیا اسکی مصنفہ کتاب چی بالائی موجود ہے اور شہر سیغانو میں جو مسجد اسنے تعمیر کرائی تھی وہ آجتک اسکے نام سے مشہور ہے۔ شہر مدینہ چین میں ایک کتبہ ملا تھا جسکی سرخی تھی کہ چین میں معجزہ شق القمر کسطرح دیکھا گیا۔ گورنمنٹ چین نے کئی ہزار ڈالر میں اسکو خرید کرکے عجائب خانہ میں رکھا ہے۔ آریہ لوگ معجزہ کو خلاف عقل کہتے ہیں جبکہ چاند مثل زمین کے ہے اور اس میں آتش فشان پہاڑ کثرت سے ہیں زمین آتش فشان سے پھٹ جاتی ہے تو چاند کا انشقاق کیون خلاف عقل ہے۔ ماہرین فلکیات بھی قائل ہیں کہ چاند میں انشقاق ہوا۔ ڈاکٹر اروات سکلس کا قول ہے کہ فضاء بسیط میں کوئی عظیم الضخامت شہاب ثاقب حرکت کرتا ہوا سطح ماہتاب سے ٹکرا گیا ہوگا جو اس انشقاق کا باعث ہوا جو چاند کے منہ میں نظر آتا ہے مہابھارت میں مذکور ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اور اس معجزہ کو بسوامتر کی طرف منسوب کیا ہے

دعا

اللھم اھدنا فی من ھدیت وعافنا فی من عافیت وبارک لنا فی ما اعطیت وتولنا فی من تولیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت۔

شد ختم بر حدیثِ تو آخر بیانِ ما ٭ باشد نگینِ نامِ تو مہرِ دہانِ ما

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	کیفیت
اظہار النعمہ	۳ر	امامِ طحاویؒ کے رسالۂ عقیدۃ الطحاوی کا اردو ترجمہ علمائے کرام نے بہت پسند فرمایا۔
اردو کہانیاں	۲ر	یہ کہانیاں ایسی اردو میں لکھی گئیں ہیں جس میں عربی وفارسی کا کوئی لفظ نہیں آیا۔ زبان نہایت صاف ہے نقادانِ فن نے بہت پسند فرمایا ہے۔
محمود اور فردوسی	۴ر	سلطانِ محمود غزنویؒ پر جو الزام فردوسی کے ساتھ وعدہ خلافی کا لگایا جاتا ہے اوس کی مکمل تردید ماہرینِ فن نے بہت پسند فرمایا
تصحیح التاریخ	۸ر	سلاطین اسلام محمد قاسم سبکتگین محمود شہاب الدین۔ اورنگ زیب [illegible]